گلوبلائزیشن
اور
عالم اسلام
www.KitaboSunnat.com
تالیف
شیخ عبدالرزاق عبدالغفار سلفی
تقدیم
ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ جامعہ سلفیہ بنارس
تاثرات
ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
مکتبہ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

گلوبلائزیشن اور عالم اسلام

تالیف

شیخ عبدالرزاق عبدالغفار سلفی

تقدیم

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ

جامعہ سلفیہ بنارس

تاثرات

ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مکتبۃ الفہیم

مئوناتھ بھنجن یوپی

ISBN : 978-81-929097-3-8

نام کتاب — گلوبلائزیشن اور عالم اسلام

تالیف — شیخ عبدالرزاق عبدالغفار سلفی

تقدیم — ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ

تاثرات — ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی

طابع و ناشر — مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

سال اشاعت — نومبر ۲۰۱۴ء

تعداد اشاعت — ایک ہزار ایک سو

صفحات — 342

ملنے کا پتہ

مکتبۃ الفہیم ریحان مارکیٹ، ڈھوبیا ملی روڈ، صدر چوک مئوناتھ بھنجن

القرآن پبلیکشنز سری نگر	مکتبہ دارالسلام سری نگر، مکتبہ مسلم سری نگر
اسلام ورلڈ بنگلور، عمری بک ڈپو ممبئی	دکن ٹریڈرس مغل پورہ، حیدر آباد 040-24521777
اسلامک سلفی بکس ممبئی 09220543191	مکتبۃ الاحسان - مکتبہ دارین ندوۃ العلماء روڈ لکھنؤ
شمسی بک سینٹر، شمسی مالدہ - اسلام بک سینٹر، شمسی مالدہ	نواب قمر، بنگلور-09845842811، اسلامک بک سینٹر، بنگلور
مکتبہ دار السلام اننت ناگ کشمیر، مکتبہ الحرمین کولکاتا	منور جمال مکتبہ معارف بھنڈی بازار ممبئی 9833845651
صدیقیہ بک ڈپو - بھنڈی بازار ممبئی 9769882781	مکتبہ نعیمیہ دیوبند - مکتبہ عکاظ محلہ بڑ ضیاء الحق - دیوبند
کوہِ نور انٹرپرائزز اورنگ آباد - انجم بک ڈپو مٹیا محل دہلی	اسلامک بک سروس سری نگر (زاہد) 09018782250
محفوظ بک ڈپو مالیگاؤں، خیر بک ڈپو ڈمریا گنج	حدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس حیدر آباد — فیضی بک ڈپو حیدر آباد

انتساب

شمع اسلام کے ان پروانوں کے نام!
جو کفر کی آندھیوں کے سامنے اسلام کا
چراغ جلائے رکھنے میں جہد کناں ہیں

اور

جن کا ترانہ ملی یہ ہے

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

اقبالؔ

فہرست مضامین

قال اللہ تعالیٰ

”قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“

(الانعام:۶/۱۶۲)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔

قال رسول الله ﷺ

”یوشک الأمم أن تداعی علیکم کما تداعی الأکلة إلی قصعتها فقال قائل: ومن قلة نحن یومئذٍ؟ قال(ﷺ) بل أنتم یومئذٍ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل، و لینزعن الله من صدور عدوکم المهابة منکم ولیقذفن الله فی قلوبکم الوهن' فقال قائل یا رسول الله وما الوهن؟ قال: حب الدنیا و کراهیة الموت.“ (رواہ أبوداؤد فی سننه عن ثوبان مرفوعا رقم الحدیث٤٢٩٧)

ترجمہ: قریب ہے کہ تمام قومیں تم پر اسی طرح ٹوٹ پڑیں جس طرح کہ کھانے والے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ (اے اللہ کے رسول! ﷺ) کیا ان دنوں ہم تعداد میں کم ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (نہیں) بلکہ تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی، مگر تمہاری حیثیت سیلاب کے جھاگ کی مانند ہوگی اور اللہ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت چھین لے گا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ پوچھا گیا (اے اللہ کے رسول! ﷺ)”وھن“ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا’دنیا کی محبت اور موت سے کراہیت‘۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ اس ایڈیشن کے بارے میں

امریکہ کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی شے نہیں ہے۔ اسلام دشمنی اس کی سرشت میں داخل ہے، اگر چہ گلوبلائزیشن یہودی ذہن ودماغ کا اختراع ہے مگر اس کے نفاذ کی ذمہ داری امریکہ کے سر ہے اور وہ سب سے زیادہ اس کا نفاذ مشرق وسطیٰ اور اسلامی ممالک میں کرنا چاہتا ہے تاکہ اسلامی ممالک کی رہی سہی اسلامی بود وباش تلپٹ ہوکر رہ جائے اور مسلم ممالک کا اقتصاد برباد ہو جائے۔ اسلامی دنیا فقر وفاقہ کے عمیق گڑھے میں جا گرے، اور بقول ڈاکٹر حقی حق:

> ”یہ تاریخی ستم ظریفی بھی اپنی جگہ خوب ہے کہ امریکہ کے اعلان آزادی کے بعد برطانوی مخالفت، دباؤ اور دبدبے کے باوجود امریکہ کو تسلیم کرنے والا سب سے پہلا ملک مراکش ایک اسلامی ملک ہی تھا۔ ۱۷۷۷ء میں مراکش نے سب سے پہلے امریکہ کو بحیثیت آزاد وخود مختار ریاست تسلیم کر کے اسلامی دنیا کی امریکہ سے تعاون کی جو بنیاد رکھی تھی اسے اسلام دشمنی سے آلودہ ملکۂ ازابیلا کے ورثاء نے کوئی اہمیت نہ دی۔ ورثائے ازابیلا کے موجودہ اسلام دشمن رویے پر حیران ہونے کے بجائے امۃ کی اس لاعلمی پر ماتم کیا جانا چاہئے کہ وہ امریکی سرشت میں پوشیدہ مسلمان مخاصمت اور اسلام دشمنی کے رجحان اور رویے کو پہچاننے میں ہمیشہ ناکام رہی ہے۔“

امریکہ کی اسلام دشمنی ہی نہیں بلکہ اس کی ہر طرح کی دہشت گردی اقوام عالم کی ناک میں دم کیے ہوئے ہے اور جہاں تک اسلامی ممالک کا تعلق ہے تو کون سا ایسا ملک ہے جو اس کی دہشت گردی کا شکار اور اس کا باج گزار نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہمارے بعض نام نہاد عالم دین بکاؤ دانشور امریکہ کا گن گاتے ہیں اور اس کی دعوت کے گل چھڑے اڑاتے ہیں، پیشانی پر کوئی بل، دل میں اللہ کا خوف نظر نہیں آتا ہے اور زبانِ خلق کو نقارۂ خدا کے بجائے کینہ، حقد، بغض اور حسد سے تعبیر کرتے ہیں۔ میں ان بے مایہ دانشوروں سے پوچھنا چاہوں گا کہ:

> ''چنگیز خاں کی منگول فتوحات میں 34 ملین افراد تہہ تیغ ہوئے تھے جب کہ ہلاکو خاں کی خون آشامی 4 ملین کے سر لے گئی تھی۔ امیر تیمور گورگان کی گردن پر 14 ملین افراد کا بار ہے جب کہ نازی جرمنی کے اڈولف ہٹلر پر 21 ملین کے قتل کی ذمہ داری عائد ہے۔ اگر یہ قاتلین انسانیت جو مجموعی طور پر 73 ملین افراد کے قتل پر ظلم و بربریت کا استعارہ بنے ہوئے ہیں تو 100 ملین ریڈ انڈینز، 60 ملین افریقی، 10 ملین ویتنامی، 2 ملین افغانی اور ایک ملین عراقیوں کے قاتل کو کیا کہا جائے گا؟''

اب ان بے مایہ دانشوروں سے پوچھا جائے کہ ایسے قاتل انسانیت اور دشمن دین و جان کے دسترخوان پر حاضر ہوکر ''یس سر'' کی رٹ لگانا کہاں کی تبلیغ ہے؟ کیسا جہاد ہے؟ اور حق بات پہنچانے کا کون سا انداز ہے؟

مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے؟
خانقاہوں میں کہیں لذت اسرار بھی ہے؟

(اقبال)

دنیا بھر کے دانشور، مفکر اور اہل قلم اس ادھیڑ بن میں مبتلا ہیں کہ خون آشامی کے معیار بدلیں کہ بربریت کی مثالیں، انسانی قتل کی نئی شرح لکھیں، آمادۂ جمہوریت کی توصیف بیان کریں۔ امریکی جنگی قوت کو انسانی قتل کے استعارہ کے طور پر استعمال کیا جائے یا اسے جنگل کے قانون کی طرف مراجعت کی مجبوری سمجھا جائے۔

امریکہ کی آزادی (۱۷۷۶ء) سے ۲۰۱۳ء تک امریکہ کی جارحیت کا حساب لگانا امر دشوار ہے۔ ان دوسو سینتیس سالوں میں دوسو اکیس مرتبہ امریکہ مختلف ممالک کے خلاف جنگی جرائم کا ارتکاب کر چکا ہے۔ صرف جاپان پر بمباری کر کے چشم زدن میں ڈیڑھ لاکھ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور دوسری جنگ عظیم کے بعد جن ممالک پر جارحیت کا ارتکاب کر چکا ہے ان میں چین، کوریا، گوئٹے مالا، انڈونیشیا، کیوبا، کمبوڈیا، کانگو، پیرو، سوڈان، افغانستان، لاؤس، یوگوسلاویہ، لبنان، لیبیا، گرینیڈا، السالویڈور، نکاراگوا، پناما، ویتنام اور عراق شامل ہیں۔

امریکہ کو دنیا بھر میں ہر جگہ انسانی حقوق کی پامالی نظر آتی ہے مگر فلسطین میں نہیں نظر آتی ہے، کیوں؟ اور اسی طرح ہر مسئلہ کو جمہوری طریقہ سے حل کرنا چاہتا ہے مگر بہت سے مسلم ممالک کے مسئلہ میں جمہوریت کے اصول کو کیوں نظر انداز کر دیا جاتا ہے؟

> ”امریکہ مسلمانوں کے لئے سورۃ التکویر کی عملی تفسیر اور سورۃ الرعد کا تسلسل تو ہوسکتا ہے مگر سورۃ النصر کی نوید نہیں ہوسکتا۔“ کیوں کہ امریکی سرشت، سائیکی خمیر اور اجزائے ترکیبی میں اسلام دشمنی اہم ترین جزو کی حیثیت سے پانچ صدیوں سے شامل ہے۔“
>
> (ہوئے تم دوست جس کے ص: ۴۴۹)

امریکہ کا دعویٰ ہے کہ گلوبلائزیشن اور گلوبل ولیج کے ذریعہ دنیا میں محبت کا پیغام عام ہوگا مگر اس کے برعکس اس کے گندے افکار، برے اعمال، غلط کردار اور دوغلاپن کی وجہ

سے نفرتیں پھیل رہی ہیں، بڑھ رہی ہیں۔

یارب!

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟
دنیا ہے تری منتظر روزِ مکافات

(اقبال)

اللہ تعالیٰ کا بے پناہ فضل وکرم اور احسان ہے کہ میری کتاب ''گلوبلائزیشن اور عالم اسلام'' کا دوسرا ایڈیشن منظر عام پر آرہا ہے اس میں سابقہ غلطیوں کی اصلاح کردی گئی ہے اور جابجا اضافہ کے ساتھ ساتھ ایک مستقل عنوان ''دہشت گردی حقیقت کے آئینے میں'' کا اضافہ بھی شامل ہے۔ میں مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن کے ذمہ داران کا شکریہ ادا کرنا کیسے بھول سکتا ہوں جن کی خاص توجہ اور عنایت کی وجہ سے میری دونوں کتابیں (۱) گلوبلائزیشن اور عالم اسلام (۲) اقوام متحدہ۔ ایک بار پھر منظر عام پر آرہی ہیں۔ اللہ ان لوگوں کو دنیا وآخرت میں اجر عظیم سے نوازے؛ آمین۔

عبدالرزاق عبدالغفار
۱۲/ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
۲۰۱۳/۱/۲۴م
دبئی، متحدہ عرب امارات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خراجِ تحسین

حامداً و مصلّیاً امّابعد.

ہندوستان کے جمہوری نظام اور بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ کتاب لکھتے وقت اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو، لیکن ہند کے جمہوری اور بین الاقوامی اصولوں اور قوانین میں انسانی ضمیر اور تحریر وتقریر کو جو آزادی بخشی گئی ہے اس کو اپنا حق سمجھ کر مکمل طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ میں ان تمام حضرات کو تہ دل سے خراج تحسین پیش کرنا اپنا خوش گوار فریضہ سمجھتا ہوں جنھوں نے ہندوستان کے جمہوری نظام کے قوانین کو وضع کیا اور جنھوں نے بین الاقوامی قوانین کو مرتب کر کے اس کی روشنی میں انسانی ضمیر اور تحریر وتقریر کو آزادی بخشی ہے۔

ہم پرورشِ لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے
اک طرزِ تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اک عرضِ تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے
(فیض)

عبدالرزّاق عبدالغفار

۱۰/۳/۲۰۰۵ء

اظہارِ تشکر

حامداً و مصلّياً امّابعد.

مفکر جماعت استاذ محترم جناب ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری حفظہ اللہ وتولاہ (وکیل الجامعة السلفية و مدير مجله صوت الأمة، بنارس) کا میں بے حد شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنی ہزار مصروفیتوں کے باوجود کتاب پر کلمۂ تبرک تحریر فرما کر مجھے حوصلہ بخشا۔

اسی طرح جناب ڈاکٹر سعید الرحمٰن ندوی حفظہ اللہ وتولاہ (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء و مدیر مجلّہ ''البعث الاسلامی'' لکھنؤ) کا بھی بے حد مشکور وممنون ہوں کہ اپنی بے شمار مشغولیتوں کے باوصف کتاب پر مقدمہ لکھ کر میری ہمت افزائی فرمائی۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر رفیق محترم شیخ ابو محمد سرور عالم حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) کا شکریہ ادا نہ کروں، جنہوں نے مسودے کے بیشتر حصے کو پڑھا، غلطیوں کی اصلاح فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔

اُردو ادب کے مشہور نقاد محترم جناب اسلم حنیف گنوری حفظہ اللہ کا سراپا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ''جریدہ ترجمان دہلی'' میں شائع ہونے والے میرے ان مقالات کو صرف پسند ہی نہیں فرمایا بلکہ اپنے وسیع قلب ونظر کا ثبوت دیتے ہوئے ان طالب علمانہ تحریروں پر خوشی کا اظہار تحریری شکل میں فرمایا جو در اصل کتاب کی تکمیل کا سبب بنی۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان تمام معاونین کو دنیا و آخرت میں اجر عظیم سے نوازے؛ آمین۔

سیاست میرا خصوصی موضوع نہیں ہے مگر عالم اسلام کے حالات سے ذاتی دلچسپی رکھنے کے باعث ایک حساس مسئلہ پر لکھنے کی ہمت کی ہے۔ اس موضوع کے ماہرین سے امید ہے کہ غلطیوں کی نشاندہی فرما کر اپنے مفید مشوروں سے نوازیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے پناہ شکر و احسان ہے کہ اس نے کتاب مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اب اس سے یہ دعا ہے کہ اسے عام لوگوں کے لئے مفید بنائے؛ آمین۔

والسلام

عبدالرزاق عبدالغفار

۱۰/۳/۲۰۰۵ء

متحدہ عرب امارات

تقدیم

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ

جدید دور میں جو چیزیں موجود رہتی ہیں وہ سب ''جدید'' نہیں رہتی ہیں بلکہ ان میں سے بہت سی چیزیں پہلے سے یعنی قدیم دور سے چلی آتی ہیں، لیکن نئے دور میں ہونے کی وجہ سے ہر ایک پر جدید ہی کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اس وقت ''گلوبلائزیشن'' (عولمہ) کی اصطلاح جدید مانی جاتی ہے۔ لفظ کے اعتبار سے یہ اصطلاح ضرور جدید ہے، اسی لئے عربی و اُردو قلم کاروں کا ایک بڑا طبقہ اس کی شرح و تفصیل میں لگا ہوا ہے، لیکن نتائج و مقاصد کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ قدیم سامراجی وصہیونی چالوں میں سے ایک چال ہے جس کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلان جنگ، اخلاقیات کی پامالی اور مخلوق انسانی کی تباہی ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی
جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہ افلاک

جامعہ سلفیہ بنارس کے ابنائے قدیم میں جو حضرات بیرون ہند مقیم ہیں، ان کے سلسلہ میں یہ بات خوش کن ہے کہ وہ دعوت و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تحقیق کا کام بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جدید ترین کتب اور اہم مآخذ کے ساتھ ہی انہیں مادی پہلو

سے بھی سہولت حاصل ہے، لہٰذا وہ جو کچھ لکھتے ہیں اسے آسانی کے ساتھ طباعت کے بعد قارئین تک پہنچا دیتے ہیں۔ عرب دنیا اور بالخصوص سعودی عرب میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد عقیدہ وعمل کے دقیق مسائل پر ان کی نظر ہوتی ہے اور ان کی تحریروں سے اسلام کی اچھی خدمت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے برصغیر میں بہت بڑی تعداد توحید اور اتباع سنت سے قریب ہوئی ہے اور صحیح اسلام پر عمل کے سلسلہ میں اس کی الجھن دور ہوئی ہے۔ اب عوام بھی اس بات کو سمجھنے لگے ہیں کہ کسی بات پر عمل کے لئے کتاب وسنت کا حوالہ ضروری ہے۔

عزیز گرامی عبدالرزاق بن عبدالغفار (وفقہ اللہ) نے جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد دعوت وتالیف کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ کتاب وسنت کی تعلیم کو تحریر وتقریر کے ذریعہ عوام تک پہنچانا اس وقت بے حد ضروری ہے کیونکہ ذرائع ابلاغ کی ترقی کے بعد داعیان اسلام کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ دعوت وتبلیغ کے فرائض کی انجام دہی میں زمانہ کے فکری معیار اور موجودہ وسائل سے استفادہ دعاۃ کی بیدار مغزی کی دلیل ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ محترم عبدالرزاق صاحب جدید اور عالمی موضوعات ومسائل پر قلم اٹھاتے ہیں اور اسلامی اصولوں کی روشنی میں ان کا جائزہ لیتے ہیں۔ اقوام متحدہ پر عزیز موصوف کی کتاب کے بعد گلوبلائزیشن پر ان کی زیر نظر تصنیف ان کے عزم وحوصلہ کی عکاس ہے۔ انہوں نے اس مضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اُردوداں طبقہ کو ان شاء اللہ اس سے اہم فوائد حاصل ہوں گے۔ ایک نظر فہرست پر ڈالیں تو کتاب کی اہمیت اور مصنف کا منہج بحث واضح ہو جائے گا۔ مصنف نے پوری دنیا میں اضطراب وبے چینی پیدا کرنے والے اس موضوع کو دس ابواب میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے اور قارئین کے لئے مفید معلومات فراہم کی ہیں۔

پہلے باب میں گلوبلائزیشن کے معنی، اس کی اصل حقیقت، اس کے مقاصد اور میدان عمل کا بیان ہے۔ اسی طرح سیاست واقتصاد، صنف نازک کا استحصال، مذاہب

عالم، نصرانیت کی تبلیغ وغیرہ کے مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوسرا باب اس پہلو سے اہم ہے کہ اس میں گلوبلائزیشن کے وسائل تنفیذ سے بحث کی گئی ہے۔ اس میں اقوام متحدہ اور بین الاقوامی عدالت انصاف سے متعلق بہت سے پوشیدہ حقائق ومقاصد سامنے آگئے ہیں۔

تیسرے باب کا موضوع عالمی بینک ہے۔ دنیا میں ہر مسئلہ کو اپنی مرضی کے مطابق حل کرنے میں مالیات سے مدد ملتی ہے۔ اسی لئے دنیا کے دانشور غریب ملکوں کو امداد کے نام پر ان سے اپنی ہر طرح کی پالیسیوں کی تنفیذ کرالیتے ہیں۔

چوتھا باب امریکہ کے نظام، عالمی مارکیٹ پر کنٹرول اور غریب ممالک پر قرضوں کے بوجھ وغیرہ امور سے متعلق ہے، اس میں غیر ملکی امداد کے اثرات کا عنوان اہم ہے۔ اس میں امداد کے جن مقاصد کا ذکر ہے وہ بہت سے لوگوں پر عیاں ہے لیکن کچھ حقیقی اور مصنوعی مجبوریاں ارباب سیاست واقتدار کو دوسروں کے سامنے جھکنے پر مجبور کرتی ہیں۔

پانچویں باب کا موضوع یعنی انسانی حقوق اہم ہے۔ مخفی حقائق، سامراجی مقاصد اور ''مکیاویلی سیاست'' (۱) پر جن کی نظر ہے۔ وہ اس موضوع پر بحث وتمحیص کے اسباب کو سمجھ سکتے ہیں۔

خود امریکہ میں انسانی حقوق جس طرح پامال کئے جارہے ہیں اس پر مصنف نے اچھی روشنی ڈالی ہے۔ ماہنامہ ''محدث'' بنارس میں بھی اس پر اچھی بحث کی گئی ہے۔

آخری پانچ ابواب میں اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ گلوبلائزیشن جیسے موضوع کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا جائزہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں لیا جائے تاکہ انسانیت دوستی، غرباء نوازی، روشن ضمیری اور وسعت قلبی وغیرہ اوصاف میں آج جو

(۱) مشہور یورپی سیاسی مفکر (۱۴۶۹-۱۵۲۷ء)۔ ع

انفرادیت کا دعویٰ کیا جارہا ہے اس کی حقیقت عیاں ہو سکے۔

آج کی دنیا عجیب ہے۔ اسلام کے ماننے والے اگر اپنے دین کی بنیاد پر نظام حکومت استوار کرنا چاہیں تو سب کا ''مزاج بگڑ جاتا'' ہے، لیکن مذہب کے نام پر نیپال یا اسرائیل میں حکومتیں قائم ہوں اور ان کے زیر سایہ ہر طرح کی آمریت اور ظلم وستم کو روا رکھا جائے، نیز قتل وغارت گری کی افسوس ناک روایتیں زندہ کی جائیں تو اس سے ''پاسداران امن ومساوات'' کو کوئی حیرت نہیں ہوتی۔

قارئین جانتے ہیں کہ آج کے دور میں اور قدیم دور میں بھی اسلام کا رشتہ شمشیر سے جوڑا گیا ہے، اور چند برسوں سے اس کے اور دہشت گردی کے بیچ ربط پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ اس دین کے ماننے والوں نے تلوار کب اٹھائی اور صلح وشانتی کے لئے اس دین کی تعلیمات کیا ہیں؟ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ دنیا والے ان تعلیمات کو اور ان کے مثبت اثرات کو اس لئے سامنے نہیں لاتے ہیں کہ اس طرح ایک تعمیری دین کی حیثیت سے اسلام کا تعارف ہوگا جو انھیں گوارا نہیں۔

علامہ اقبال مغربی تہذیب کے نبض شناس تھے، اسے موصوف نے قریب سے دیکھا تھا اور اس کے ارباب بست وکشاد کے عزائم سے باخبر تھے، اس لئے اپنے تجربات کو اشعار کے قالب میں ڈھال دیا ہے، ان اشعار سے مصنف نے خوب استفادہ کیا ہے اور کتاب وسنت کے مسائل کے ساتھ انھیں پیش کیا ہے، ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''تو اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس چیز کی تردید کریں جو ہمارے عقائد، ہماری شریعت، ہمارے اخلاق وعادات، اعلیٰ اقدار، ملی سرمایہ، موروثی ثقافت اور ہماری حقیقی مصلحت سے ٹکرائے، ہمارا فرض ہے کہ اپنے دین وایمان کی حفاظت کریں، اور صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں:

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں محفلِ انجم بھی نہیں

ایک مقام پر بحث کا حاصل پیش کرتے ہوئے اقوام متحدہ پر اپنا تاثر یوں ظاہر کرتے ہیں:

''اقوام متحدہ ان سوالوں کا جواب دینے سے قاصر ہے اور قیامت تک قاصر رہے گی۔ اس لئے کہ اس کا وجود ظلم کو روکنے کے لئے نہیں بلکہ ظلم و تعدی کو بڑھاوا دینے کے لئے ہوا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر اس کی تاریخ اتنی شرمناک کیوں ہے؟ اگر عراق اقوام متحدہ کی قراردادوں سے سرتابی کرے تو بدترین سزا کا مستحق ٹھہرے اور اسرائیل اقوام متحدہ کی قرار دادوں کو پیروں تلے روندتا رہے تو داد و تحسین سے سرفراز کیا جائے۔ کیا یہی اقوام متحدہ کی انسان دوستی اور مساوات ہے؟

یہ علم یہ حکمت، یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیمِ مساوات
(اقبال)

مصنف نے اقتصادی مسائل پر گفتگو کے دوران ایک چارٹ پیش کیا ہے جس میں عالم اسلام کے بعض ممالک پر خارجی قرضوں کے بوجھ کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ یہ بڑی دردناک داستان ہے، اگر اتحاد و تعاون کی روح بیدار ہو تو مسلم ممالک اپنے اقتصادی مسائل خود حل کر سکتے ہیں۔ مصنف سامراجی عزائم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امریکہ اور یورپ نے جس طرح عالم اسلام کو سیاسی اور عسکری میدان میں شکست دے رکھا ہے اسی طرح وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی دنیا کو اقتصادی

میدان میں بھی محتاج اور فقیر بنا کر چھوڑ دیں۔''

انسانی حقوق کی بات بھی آج کل بڑے زور وشور سے کی جاتی ہے، مگر یہ بھی گندم نمائی و جوفروشی والا معاملہ ہے۔ اسلامی امتیاز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مصنف کہتے ہیں:

''اسلام نے انسانوں کو جو حقوق عطا کئے ہیں ان کا تصور بالکل واضح اور مکمل ہے، اسے انسانی زندگی کے آغاز ہی سے انسان کو بتا دیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کا جو اعلان ہوا ہے اسے کسی قسم کی سند اور قوت نافذہ حاصل نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا مؤثر معاہدہ ہے جو ان حقوق کو ساری قوموں سے منوا سکے............الخ''

اسلامی رواداری کے موضوع پر گفتگو کے دوران مصنف لکھتے ہیں:

''بتایئے تو سہی کہ آخر اسلام جس انسانی رواداری کو پیش کرتا ہے اس سے بڑھ کر سبق اور عمدہ تعلیم دنیا میں کہیں پائی جاتی ہے؟ یہی دین اسلام ہے جو تمام انسانوں کو ایک برادری میں پروتا ہے، آپس میں محبت ومودت کی دعوت دیتا ہے، ایک دوسرے کا احترام کرنا سکھاتا ہے۔ انسانیت کو اسی وقت راحت و سکون حاصل ہوگا جب وہ اس دین رحمت ورأفت کے زیر سایہ آجائے گی۔ اسلام کل بھی انسانیت کے درد کا درماں تھا اور آج بھی انسانیت کے زخم کا مرہم اسلام ہی ہے۔''

مغربی اقوام کے ظلم وتعدی کی داستان سے ہر انصاف پسند انسان دکھی ہے اور کبھی کبھی یہ دکھ جان لیوا بن جاتا ہے، پھر انسان کا لہجہ سخت ہو جاتا ہے۔ مصنف ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''یورپ وامریکہ کے تسلط واقتدار کے دور میں انسانیت جنگلی معاہدوں اور بھیڑیوں کے قانون کی کئی صورتیں دیکھ چکی ہے۔ یہ قانون غدر ونفاق، خیانت

وکمینگی، عہد شکنی و وعدہ خلافی اور معاہدوں کو ریزہ ریزہ کر دینے والا قانون ہے۔
انسانیت جنگ کی اس وحشیت و درندگی کو بھی دیکھ چکی ہے جس سے جنگلی جانور
بھی شرماتے ہیں۔ اس ننگی وحشیت کے مظاہر ہیروشیما اور ناگاساکی میں ظاہر
ہو چکے ہیں۔ آگے جو کچھ ظاہر ہو گا اسے بھی دنیا دیکھے گی......''

عزیز گرامی ابو ہشام صاحب کی کتاب وقت کی ایک اہم کتاب ہے۔ موصوف نے مختلف حوالہ جات سے موضوع کی تشریح و تنقیح کی ہے۔ میں ان کی اسلامی غیرت اور تبلیغ و اشاعت کی تڑپ کی داد دیتا ہوں اور گلوبلائزیشن کے موضوع سے متعلق اس کتاب پر انھیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس
سامنے تقدیر کے رُسوائی تدبیر دیکھ
(اقبال)

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه، وأرناالباطل باطلا وارزقنا اجتنابه، آمین۔

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن محمد یٰسین
جامعہ سلفیہ، بنارس
۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاثرات

ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

گلوبلائزیشن (عولمہ) Globlisation یا ''نیا عالمی نظام'' کے بارے میں ادھر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ عالمی نظام مغرب کا ایجاد کردہ اور مغربی ذہن کی پیداوار ہے۔ اس میں بنیادی طور پر اسلامی نظام حیات کی عالمگیریت کو نشانہ بنا کر اس کے بجائے اس نئے نظام کی افادیت اور تغیر پذیر دنیا کے لئے اس کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ یہ نظریہ منفی طرز فکر کا علمبردار ہے اور چونکہ اس کو اسلام کے بالمقابل لایا گیا ہے اس لئے اس کی مخالفت کا رُجحان عام طور سے اسلام پسند حلقے کی طرف سے ظاہر ہوا ہے۔

اگر یہ نقطۂ نظر غیر جانبدارانہ طریقے سے پیش کیا گیا ہوتا تو اس میں بہت سے ایسے پہلو تھے جن پر غور کرنے اور ترقی یافتہ دنیا میں اس سے فائدہ اٹھانے کے مواقع نکل سکتے تھے۔ اب بھی ہم اگر اس کے مثبت پہلوؤں پر نظر ڈالیں تو صاف نظر آئے گا کہ اسلامی نظام حیات کی عالمگیریت سے ان کو اخذ کیا گیا ہے لیکن ان کو مغربی رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔

اہل مغرب نے اقوام متحدہ کے ذریعہ ساری دنیا پر مسلط کرنے کے لئے اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی میدان میں جو نظام وضع کیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ اسلام کے خلاف ایک خطرناک سازش ہے بلکہ عقائد و اخلاقیات کے تصور کو ذہنوں سے مٹانے اور زندگی کی سرگرمیوں سے ان کو الگ تھلگ کرنے کی ایک سوچی سمجھی اسکیم ہے۔ ''عولمہ'' دراصل

لیبرالی نظام یا مغربی تعبیر کے مطابق ڈیموکریسی کی ایک بدلی ہوئی خوب صورت شکل ہے جہاں مختلف الاقوام تجارتی کمپنیاں ایک متحدہ اوپن مارکیٹ قائم کر کے دنیا کی تجارت پیشہ برادری کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے کمزور طبقہ کے لوگوں کو مزید کمزور کرنے اور ان کے وسائل کو بے دردی کے ساتھ لوٹنے کی ایک ناپاک کوشش ہے۔

مختلف انسانی معاشرے کے درمیان ہر طرح کے فرق کو ختم کرنے اور مذہبی افکار و نظریات اور خاص طور سے اسلامی فلسفۂ حیات کو بدل کر مغرب کی مادی یہودی فکر کو غالب کرنے کی یہ ایک زبردست اسکیم ہے تا کہ امت مسلمہ کے افراد پوری طرح مغرب کے مادی لباس کو اختیار کر لیں اور عقیدہ و عمل سے عملی طور پر دست بردار ہو جائیں اور ہمارا وہ امتیازی منصب جو خیر امت کی حیثیت سے ہم کو عطا کیا گیا ہے وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہو جائے۔

اس وقت خاص طور سے زندگی کے جن اہم میدانوں میں مغربی عالمگیریت کی یہ تحریک اپنا اثر ظاہر کر رہی ہے وہ سب سے اہم اور اولین اقتصادی یا تجارتی میدان ہے اور یہی دراصل اس تحریک کی سرگرمیوں کا خاص محور ہے، اور اس کا خاص مقصد ''سود'' کی لعنت کو مختلف ناموں اور ذرائع سے مسلم معاشرے کے اندر رائج کرنا ہے۔ یہودی لابی کا اصل محور فکر یہی ہے کہ کس طرح وہ اس لعنت کو اجتماعی اور انفرادی، ہر سطح پر اسلامی معاشرے کے اندر داخل کر دے اور اس بیماری کے نتیجے میں تمام دعوتی، اصلاحی، فکری اور تعلیمی و تربیتی کوششیں بے اثر ہو کر رہ جائیں اور معاشرے کا ہر فرد اس متعدی بیماری کے طاقتور جراثیم کا شکار ہو کر بستر علالت پر گر پڑے۔ اس سلسلے میں عالمی بنک کا کردار بھی بہت اہمیت رکھتا ہے اور وہ ترقیاتی منصوبوں کے نام پر حکومتوں کو سودی قرض فراہم کرتا ہے اور پھر اس کے نتیجے میں عوام کو نہ صرف یہ کہ زیر بار ہونا پڑتا ہے بلکہ وہ ان قرضوں کے سود کی ادائیگی میں مختلف النوع ٹیکسوں کے ذریعے طرح طرح کی مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ یہودی تصور کے

مطابق انجام پاتا ہے۔

اس نظریہ کے دوسرے اہم میدان ثقافتی، سماجی اور سیاسی ہیں جن کو خاص مادی نقطۂ نظر سے ترتیب دیا گیا ہے اور مغربی تہذیب کو جونا کام ہو چکی ہے، دوبارہ ثقافت و کلچر کے نام سے معاشرے پر مسلط کرنے کی پوری ترتیب قائم کی گئی ہے اور دراصل یہودی تہذیب وثقافت کو پوری دنیا میں رائج کرنے کا منصوبہ زیر عمل لایا گیا ہے۔ حالانکہ خود امریکن معاشرے نے اس تہذیب کو مسترد کر دیا ہے لیکن اس کو مختلف تدبیروں کے ذریعہ اسلامی ممالک پر مسلط کرنے کی سعی پیہم جاری ہے اور اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے ''عولمہ'' کی اصطلاح ایک طاقتور ذریعہ بنایا گیا ہے۔

''عولمہ'' کے علم بردار چاہتے ہیں کہ سیاسی اور اجتماعی حیثیت سے دنیا کی تمام قومیں اور خاص طور سے تیسری دنیا کے عوام مغرب کے پیچھے چلنے پر مجبور ہو جائیں اور ان کی اپنی نہ کوئی شناخت باقی رہے اور نہ ان کی آواز کی کوئی حیثیت ہو۔ وہ بھیڑ کے ریوڑ کی طرح ان کے پیچھے چلتے رہیں اور ان کے اشاروں پر اپنی غلامی کا ٹیکس ادا کرتے رہیں۔

مغرب کے اجتماعی تصور میں خاندانی نظام کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ان کو مزید تقویت پہنچانے کے لئے مرد و عورت کے درمیان فرق کو مٹا دیا گیا ہے اور اب نوجوان بیٹے اور بیٹیاں ہر طرح آزاد ہیں اور ماں باپ کی عزت واحترام کا کوئی خانہ اس نظام میں نہیں پایا جاتا۔ جہاں غیر شادی شدہ ماؤں اور بغیر باپ کی اولاد کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور معاشرہ پگھل کر پانی پانی ہوتا جا رہا ہے۔

ان تمام کوششوں کا ایک ہی مقصد ہے، وہ یہ کہ صیہونیت کو فروغ حاصل ہو اور اسرائیل پورے عالم اسلام کو ہر اعتبار سے اپنی مضبوط گرفت میں لے کر اسلامی تصورات و افکار کو مٹا دے اور اس عظیم خطے کی امتیازی شان کو پارہ پارہ کر کے یہودیت کا علم دنیا کے اس وسیع تر رقبہ پر بلند کر دے۔ اور عالمی دہشت گردی کو مٹانے کے نام پر اسلامی اداروں،

عبادت گاہوں اور مقدس مقامات کے تقدس کو پامال کرنے کے لئے پوری طاقت صرف کر دے اور جب بھی صہیونیت کے اس طوفان کو موقع ملے وہ ملکوں اور قوموں کے نشان کو مٹا کر دم لے اور ہر حال میں اپنا علم بلند کر کے پوری دنیا سے خراج تحسین حاصل کرے۔

گلوبلائزیشن کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے جملہ انسانی تصورات کو نشانہ بنایا گیا ہے اور انسان کے فطری تقدس کو مٹانے کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ اخلاقیات سے لے کر ایمانیات تک کو نظر انداز کرنا اس نئے عالمی نظام کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ ظاہر ہے اس دخل اندازی کا انجام بہت ہی بھیانک اور تباہ کن ہوگا اور اس کا اندازہ لگانے میں کسی بھی باشعور شخص کے لئے کچھ دشوار نہیں ہے۔

مقام مسرت ہے کہ فاضل گرامی عبدالرزاق عبدالغفار صاحب نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور انہوں نے اپنے وسیع مطالعے کی بنیاد پر بہت ہی قیمتی معلومات جمع کر دی ہیں، اور اس کے لئے انہوں نے مستند مآخذ و مصادر سے استفادہ کیا ہے، وہ اس سے پہلے بھی اقوام متحدہ کی تاریخ و مقاصد کے موضوع پر ایک مفید و مستند کتاب پیش کر چکے ہیں۔ امید ہے کہ ان کی یہ دوسری تحقیقی کوشش بھی ہر طرح کامیاب ہوگی، اور نفع عالم کا باعث اور ''عولمه'' کے اس دور میں ان شاء اللہ ضروری معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ والحمدللّٰه الذی تتم بنعمته الصالحات، وصلی الله عليه وسلم علی خير خلقه محمد وعلی آله وصحبه اجمعين۔

۲/ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

۳/ جون ۲۰۰۳ء بروز منگل

راقم الحروف

سعید الرحمٰن الاعظمی

مدیر مجلہ البعث الاسلامی

ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب اہل علم کی نظر میں

● گلوبلائزیشن جس کو عربی میں ''عولمہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے اسی کو کبھی کبھی جدید عالمی نظام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ دنیا کے بدلتے حالات میں اسلام سے خوف زدہ مغرب نے ایک نظام وضع کیا ہے جس کا اصل ہدف اسلام اور حاملین اسلام ہیں۔ اس کے لئے جو نیا عالمی نظام امریکہ کی سربراہی میں دنیا پر تھوپا جارہا ہے یہ کتاب اس کے مالہ وماعلیہ سے بحث کرتی ہے۔ محترم برادر عبدالرزاق بن عبدالغفار سلفی کی کتاب ''گلوبلائزیشن اور عالم اسلام'' اس وقت کا یہ ایک حساس موضوع ہے۔ مصنف نے بڑی دقت ریزی سے حالات کا تجزیہ کیا ہے اور ایک سو چودہ (۱۱۴) کے قریب مصادر ومراجع سے استفادہ کر کے کتاب کو مفید سے مفید تر بنادیا ہے۔

اُردو میں اس عنوان پر ہماری معلومات کے مطابق یہ واحد مفصل کتاب ہے۔ برادرم عبدالرزاق بن عبدالغفار سلفی صاحب کا قلم سیال، فکر صائب اور معلومات وسیع ہیں۔

۔ رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مدیر جریدہ ترجمان دہلی

جلد ۲۶، شمارہ ۴ (۱۶ر فروری ۲۰۰۶ء)

- موجودہ دور میں جن عالمی اصلاحات یا جن عالمی نظاموں پر پوری دنیا میں بحث ہو رہی ہے ان میں ایک گلوبلائزیشن بھی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب کا نام دیکھ کر چونکنے پر مجبور ہونا پڑا کیوں کہ اس میں اس نئے عالمی نظام کو اسلامی نقطۂ نظر سے پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ البتہ جب تک اس کتاب کا مطالعہ نہ کیا جائے اس موضوع کی اہمیت سمجھ میں نہیں آتی۔ ذہن ودماغ میں پہلا تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں گلوبلائزیشن سے بہت کم بحث کی گئی ہوگی اور صرف اسلام اور عالم اسلام پر ہی خامہ فرسائی کی گئی ہوگی۔ لیکن کتاب کے مطالعہ کے بعد یہ تاثر غبار کی طرح ہوا میں تحلیل ہو گیا۔

دراصل یہ اپنے موضوع پر ایک انتہائی گراں قدر اور اُردو میں شاید واحد کتاب ہے اور صاحب کتاب نے موضوع کا پوری طرح سے حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور گلوبلائزیشن کے ذریعہ پوری دنیا پر ایک نظام اور ایک تہذیب تھوپنے کی کوشش کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ اس میں عالم اسلام پر اس کے اثرات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح متعدد اسلامی ممالک امریکی پروپیگنڈہ کے زیر اثر ہیں۔ کتاب یقیناً قابل مطالعہ ہے اور ہر مسلمان کو اسے پڑھنا چاہئے تاکہ غیروں کی سازشوں کا علم ہو اور اپنوں کی کمزوریوں اور مجبوریوں کا بھی پتہ چلے۔

سہیل انجم

قومی آواز، دہلی

(۷/ اگست ۲۰۰۵ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے پریشاں

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

أما بعد:

بیسویں صدی مسلمانوں کے لئے بڑی صبر آزما گزری ہے[1] پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴-۱۹۱۸ء مسلمانوں کے زوال کا پیش خیمہ تھی، اور جب ۱۹۲۴ء میں خلافت کی قبا تار تار کردی گئی تو دنیا کے تمام مسلمان راکھ کا ڈھیر ثابت ہوئے۔ ع

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے
(اقبال)

پھر عالم اسلام نے لیگ آف نیشنز (۱۹۲۰) اقوام متحدہ (۱۹۴۵) نیٹو (۱۹۴۹) سیٹو (۱۹۵۴) اور وارسا پیکٹ (۱۹۵۵) کی رکنیت اختیار کرکے اپنے وجود کو ہی داؤ پر لگا دیا، آج مسلمانوں کی بے بصری، بے خبری اور حالت زار پر آنسو بہانے سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا، میں ناامید نہیں ہوں، عالم اسلام کے کسی نہ کسی خطہ سے ضرور کوئی محمد بن قاسمؒ، صلاح الدین ایوبیؒ، یوسف بن تاشفینؒ اور محمود غزنویؒ اٹھے گا جو صلیب کے فرزندوں، استعماری چیلوں، کفرستان کی اولادوں اور حکومتِ اسرائیل کو للکارے گا۔

---

[1] اور اب ۷/اکتوبر ۲۰۰۱ء کو افغانستان پر امریکی حملے کے بعد یہ صدی بھی مسلمانوں کے لئے خطرات کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔لا سمح اللہ۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی
(اقبال)

عروج وزوال کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں ہے، جس قوم نے اصولوں پر چلنا سیکھا وہ ترقی سے ہمکنار ہوئی اور جس قوم نے اصولوں سے انحراف کیا وہ تنزلی کا شکار ہوئی۔

فکری وحدت قوموں اور جماعتوں کی زندگی میں مرکزی اور کلیدی اہمیت کی حامل رہی ہے، قوموں کے عروج وزوال اور ترقی وتنزلی کا راز اسی میں پنہاں ہے جب بھی کسی قوم نے سیاسی، ثقافتی، اجتماعی، اقتصادی اور عسکری میدانوں میں ترقی کی ہے تو ان تمام کا دارومدار اس قوم کی وحدتِ فکر اور تضامن افکار پر ہی رہا ہے۔ جب تک اس کے افکار و خیالات میں ہم آہنگی اور یگانگت پائی گئی ہے، وہ قوم ستاروں پر کمندیں ڈالتی رہی ہے۔ ثریا سے ہمکنار ہوتی رہی ہے اور جب اس کی فکری وحدت میں پراگندگی اور خیالات میں انارکی پائی جانے لگی ہے تو وہ قوم یکا یک ثریا سے زمین پر آ گری ہے۔

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر
(اقبال)

مسلمان جب تک وحدت فکر کے حامل اور تضامن افکار کے داعی رہے ترقی ان کے قدم چومتی رہی اور جب ان کے اندر علاقائیت، قومیت اور نسلی غرور کے جراثیم پیدا ہونے لگے تو ان کی ترقی میں یکا یک زوال شروع ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دوسری قومیں ان پر چڑھ دوڑیں۔ ہر جگہ ان کو لقمۂ تر بنانے لگیں، ان کے اختلاف وانتشار سے فائدہ اٹھا کر ان کے مفتوحہ علاقوں پر قبضے شروع کر دیئے۔ مسلمانوں کے عقائد پر شب خون مارنا

شروع کیا اور پھر مسلمانوں کو آپس میں ہی دست وگریباں ہوتے ہوئے پایا گیا۔

تاریخ کے صفحات پلٹنے اور دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ صحرائی طوفان یعنی جنگ خلیج اس کی منھ بولتی تصویر ہے ؎

مژدہ بادا ے مرگ! عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

''جس امت کی یادداشت میں ۱۹۲۴ء میں سقوطِ خلافت، ۱۹۴۸ء میں قیام اسرائیل ۱۹۵۶ء میں قبضہ صحرائے سینا، ۱۹۶۷ء میں سقوط بیت المقدس اور ۱۹۷۸ء میں معاہدہ کیمپ ڈیوڈ ہو، اسے یہ سمجھانا مشکل ہے کہ ۱۹۹۱ء میں جو کچھ ہوا وہ اچانک تھا۔''

(عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال ص ۲۵۶)

جنگ خلیج کا پروگرام اور پلان ۱۹۸۱ء میں تیار کرلیا گیا تھا، عملی شکل ۱۹۹۱ء میں دیا گیا۔ چنانچہ جنگ خلیج اور روس کے بکھرنے کے بعد نیوورلڈ آرڈر (نیا عالمی نظام) کا اعلان ہوا اور اس کے چند ہی سالوں کے بعد گلوبلائزیشن[1] (Globlisation) کا شور اٹھا ہے۔ دنیا میں ہر طرف اس پر چہ میگوئیاں اور قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں۔ میرے مطالعے کے مطابق یہودیوں کی بین الاقوامی سازشوں کی یہ سب سے خطرناک کڑی ہے جس کے ذریعہ وہ پوری دنیا خاص کر اسلام پر حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس گلوبلائزیشن کا نفاذ وہ امریکہ کے ذریعہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ اب میدان میں صرف امریکہ ہی رہ گیا ہے اور یہودیوں کا خونی پنجہ اس کی شہ رگ پر ہے۔ ع

فرنگ کی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے

(اقبال)

---

[1] گلوبلائزیشن کی تشریح آئندہ صفحات میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

امریکہ میں وزارت تعلیم وتربیت، وزارت صنعت وحرفت اور زراعت، وزارت صحت، وزارت ثقافت، اعلام ونشریات اور وزارت دفاع پر مکمل کنٹرول یہودیوں کا ہی ہے۔

''یہودیوں نے عملاً امریکہ کو یرغمال بنا رکھا ہے اس لئے ہر حکومت ان کے آگے پالتو کتے کی طرح دم ہلانے پر مجبور ہوتی ہے۔ (ماہنامہ التوعیہ ستمبر ۱۹۹۱ ص ۵)

اور امریکہ کا صدر در حقیقت یہودیوں کے پروٹوکول کا اسپیکر ہوتا ہے۔ ع

یہ فتنے جو ہر طرف اٹھ رہے ہیں

وہی بیٹھا بیٹھا شرارت کرے ہے

(کلیم عاجز)

مستقبل قریب میں گلوبلائزیشن کا طوفان اتنا شدید اور اتنا عظیم ہوگا کہ ہر چیز کو بہالے جائے گا، تہذیب وثقافت، اخلاق وکردار، تعلیم وتربیت، معیشت وتجارت، زبان وادب، دین ومذہب، سیاست وعسکریت غرض کہ زندگی کے ہر شعبے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اور جینے کا حق صرف ان کو ملے گا جو آداب دار ورسن جانتے ہوں گے۔ گلوبلائزیشن کے ہر باطل نظریہ کا چیلنج قبول کرنے کو تیار ہوں گے، ممولے کو شہباز سے لڑا دیں گے۔ نظریۂ گلوبلائزیشن کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوں گے، خاک وخون میں تڑپنے اور تڑپانے کے لئے بیتاب ہوں گے۔ مرد مومن بن کر آتش نمرود میں کود پڑیں گے۔

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کے الفاظ میں:

''تلوار کی صداقت کسی عہد میں ضعیف نہیں ہوئی، وہ ہاتھ نہایت مقدس ہیں جن میں صلح کا سفید جھنڈا الہرا رہا ہے، لیکن زندہ وہی رہ سکتا ہے جس کی مٹھی میں خوں چکاں تلوار کا قبضہ ہو۔'' (ابوالکلام آزاد ص ۲۵۲)

یہ جذبۂ شیدائیت وفدائیت صرف اسلام کے سچے شیدائیوں اور فدائیوں میں پایا

جائے گا اور مستقبل میں گلوبلائزیشن کے اصل ہدف اور نشانہ وہی ہوں گے۔

چنانچہ ۱۹۸۰ء کے بعد دنیا میں جو عظیم تبدیلیاں ہونا شروع ہوئیں..... مثلاً برانٹ کمپنی رپورٹ کے بعد IMF اور W.Bank کا بدلتا چہرہ، سوویت روس میں تشکیل نو (Peres Troika) اور کھلی تنقید (Glasnost) اور کمیونسٹ نظام کی دکان کا بڑھایا جانا، عراق ایران لڑائی، افغانستان پر روسی تسلط[1] جنگ خلیج، سب کچھ عالم اسلام میں بنیادی تبدیلی لا کر اسے ختم کرنے اور عالمی یہودی نظام میں ضم کرنے کی کوشش کے سوا کچھ نہیں۔ ان کی اسی کوشش کو Total Globlisation کی کوشش کہا جاتا ہے۔

(ماہنامہ میثاق لاہور فروری ۱۹۹۵ء ص ۳۵)

گلوبلائزیشن ایک ایسا نظریہ ہے جس کا مقصد پوری دنیا کو مغربی اور امریکی جھنڈے تلے جمع کر دینا ہے، بلکہ صاف تر الفاظ میں یہ ہے کہ پوری دنیا کو امریکی کنٹرول میں لے لینا۔ یہ امریکی سامراج کا نیا نام ہے۔ اس نے اپنے چہرے سے پرانا نقاب ہٹا لیا ہے اور نئے لباس، نئے چہرے کے ساتھ دنیا کے سامنے آیا ہے۔ تاکہ پوری دنیا پر اپنی سیاسی، عسکری، اقتصادی، ثقافتی اور دینی اجارہ داری قائم کر سکے۔

میرے ان خیالات کی تصدیق امریکہ کے سابق صدر جارج بش اور فرانس کے سابق صدر متران نے یہ کہہ کر کر دی ہے کہ عصر جدید کا سب سے بڑا دشمن اسلام ہے اور سرمایہ داری کے لئے اصل خطرہ اشتراکیت نہیں بلکہ اسلام ہے۔

(سہ روزہ دعوت ۲۸/ جولائی ص ۳۶)

---

[1] اور اب افغانستان کے خلاف امریکی جارحیت اور انسانیت سوز حملے اور عراق پر قبضہ۔

جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں اسلام ہے
(اقبال)

اور برطانیہ کے سابق وزیر اعظم گلیڈسٹون کا قول تھا کہ جب تک یہ قرآن موجود ہے یورپ مشرقی دنیا پر غلبہ نہیں کرسکتا۔ اور نہ خود یورپ میں امن وسلامتی قائم رہ سکتی ہے۔

فرانس کے سابق وزیر خارجہ ہانوتو کا بیان: ایک جلسہ سے خطاب:

''روئے زمین پر کوئی ایسا علاقہ نہیں ہے جہاں کسی نہ کسی صورت میں اسلام نہ پہنچ چکا ہو، اور وہاں لوگوں کے قلوب واذہان میں اتر کران کے اوپر اپنا اثر ورسوخ قائم نہ کر چکا ہو، کیونکہ تمام ادیان میں صرف اسلام ہی ہے جسے قبول کرنے کی لوگوں کے لئے اس میں اس قدر کشش اور جاذبیت پائی جاتی ہے کہ اس کے حوالے سے کوئی بھی دوسرا دین اس کے ہم پلہ ہونے کا ادنیٰ ترین دعویٰ بھی نہیں کرسکتا۔ مسلمانوں میں جہادی قوتیں زور پکڑتی جارہی ہیں جو ہماری بقا کے لئے شدید خطرہ کی گھنٹی ہے، اب خواب غفلت سے بیدار ہوجاؤ اوران جہادی قوتوں کا راستہ روکنے کے لئے ہر وہ کام کرو جو تمہارے آباء و اجداد نے کیا تھا۔''

سالہ زار کا کہنا ہے:

''ہماری یورپی تہذیب وثقافت کے لئے وہ حقیقی خطرہ جس کے ظہور کا کسی وقت بھی امکان ہے، وہ اسلام ہے، جس کا مظہر مسلمان ہیں اور یہ خطرہ اس وقت حقیقت کا روپ دھار کر یورپ کے سامنے آدھمکے گا جب مسلمان موجودہ نظام عالم کو تبدیل یا اسے تہ وبالا کرنے کا عزم بالجزم کرلیں گے۔''

گارڈنر جو ایک بڑا یورپی مفکر ہے اسلام کے بارے میں لکھتا ہے:

”جو استعداد و صلاحیت اور جہادی قوت و طاقت اسلام کے اندر مضمر ہے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور اسی کے اندر یورپ کے لئے حقیقی خطرہ پوشیدہ ہے۔“

یورپ کی ایک نامور شخصیت اور کئی کتابوں کے مصنف مورد برگرد اپنی کتاب (العالم العربی المعاصر) میں یوں رقم طراز ہیں:

”عربوں کی جانب سے خوف و خطرہ کا احساس اور امت عربیہ کے بارے میں ہمارے خصوصی اہتمامات کا سبب عربوں کے یہاں وافر مقدار میں پائے جانے والے پٹرول یا دیگر مادی و معنوی ذخائر نہیں ہیں، بلکہ حقیقۃً اس خطرہ کا سبب خود اسلام ہے۔ اور اسلام کے خلاف جنگ جاری رکھنا، اس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنا اہل یورپ پر واجب ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ہم عربوں اور دیگر مسلم ممالک کی وحدت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر ہونے سے روک سکتے ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اگر عربوں اور مسلم ممالک کے اندر اسلام اور جذبۂ جہاد پر وحدت پیدا ہوگئی تو اس سے مسلمانوں کی قوت و طاقت میں کئی ہزار گنا اضافہ ہو جائے گا اور پھر جب مسلمان ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہوں گے تو نہ یہ صرف اسلام کی قوتوں اور طاقتوں میں بے پناہ اضافہ کا سبب بن جائے گا بلکہ اس سے اسلام کی عزت و عظمت، شان و شوکت اور فروغ و اشاعت کو بھی چار چاند لگ جائیں گے۔ (رواداری اور مغرب ص ۲۹۹۔۳۰۳)

”قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ“

[آل عمران: ۱۱۸]

ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں

پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے۔

''وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ '' [النمل:۲۷/۷۴]

بے شک آپ کا رب ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جنہیں ان کے سینے چھپا رہے ہیں اور جنہیں ظاہر کر رہے ہیں۔

دنیائے یہود اور دنیائے صلیب کی تمام تنظیمیں، پروگرام، نظریات اور بین الاقوامی ادارے پندرہ صدیوں سے صرف اسلام کو مٹانے کے لئے وجود میں آتے رہے ہیں لیکن اللہ رب العالمین کا وعدہ اپنی جگہ پر اٹل ہے۔

''يُرِيدُونَ لِيُطْفِؤُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ''۔[الصف:۶۱/۷]

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منھ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برا مانیں''

اب ہم کو دیکھنا ہے کہ آنے والے عظیم طوفان **گلوبلائزیشن** (Globlisation) کا مقابلہ ہم کیوں کر کر سکتے ہیں۔ ع

آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

(اقبال)

عبدالرزاق عبدالغفار

دبئی، متحدہ عرب امارات

باب اول

گلوبلائزیشن کے معنیٰ

موجود دور کے دانش وروں نے گلوبلائزیشن کی مختلف تعریف اور معنیٰ بیان کئے ہیں، جن کو ہم تفصیل کے ساتھ ذیل میں درج کر رہے ہیں:

۱- گلوبلائزیشن کا مطلب ہے، ساز وسامان اور علمی وثقافتی افکار وخیالات کا ایک جگہ سے دوسری جگہ بغیر کسی شرط اور قید کے منتقل کرنا یا ہونا۔

۲- داخلی مارکیٹ کو خارجی مارکیٹ کے لئے کھول دینا۔ زندگی کی تمام تر نقل و حرکت، تگ ودو، نشاطات اور روابط کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کر دینا، تاکہ ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ اجتماعی، ثقافتی اور اقتصادی ربط رکھ سکے اور ایک دوسرے سے متعارف ہو سکے۔

۳- جملہ موانع اور حواجز، مسافات، فاصلے جو قوموں، ملکوں اور ثقافتوں کے درمیان پائے جاتے ہیں انہیں ختم کر دینا تاکہ تمام بنی نوع انسان ایک عالمی ثقافت، بین الاقوامی مارکیٹ اور عالمی خاندان سے قریب تر ہو جائیں۔

۴- گلوبلائزیشن فقط سرمایہ داری کی ترقی کا کوئی آلہ نہیں ہے بلکہ ایک آئیڈیالوجی ہے جو پوری دنیا پر کنٹرول کرنے کی عکاسی اور ترجمانی کرتا ہے۔

۵- گلوبلائزیشن ایک ایسا نظام ہے جو قوم، وطن اور اسٹیٹ کی نفی کرتا ہے اور تمام انسانوں کے لئے صرف ایک عالم کو برقرار رکھنا چاہتا ہے یا پھر تمام انسانوں کو اور تمام قوموں کو آپسی اور نسلی جھگڑوں میں ڈبو دینا چاہتا ہے اور ان کے درمیان اختلاف وانتشار اور افتراق کی وسیع خلیج پیدا کرنا چاہتا ہے۔

۶- گلوبلائزیشن مغربی ممالک کا غریب، کمزور اور پس ماندہ ممالک کے مفاد و

مصالح کو نظر انداز اور پس پشت ڈال کر ان پر تسلط اور کنٹرول کا نیا اسلوب ہے۔[1]

اس لفظ 'گلوبلائزیشن' کا سب سے پہلے استعمال امریکہ میں مالی وتجارتی نظام اور اقتصادی ڈھانچے کے لئے ہوا، پھر اس میں وسعت آتی گئی اور اب ہر چیز کو عالمی آئینہ میں دیکھا جانے لگا۔ ثقافت، تہذیب وتمدن، زبان وادب، معاشی نظام، اخلاقیات اور تعلیمی نظام تک کو عالمی پیمانے پر ناپا جانے لگا۔ اور اب اسی کو ایک ''نیا عالمی نظام'' (نیو ورلڈ آرڈر) اور 'گلوبلائزیشن' سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔

(قضايا في الفكر المعاصر ص۱۳۶، المسلمون والعولمة ص۹-۱۱)

گلوبلائزیشن سامراجیت کا نیا چہرہ

انسانی تاریخ پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو قومیں بھی سرمایہ داری میں سب سے آگے نظر آتی ہیں انھوں نے ہر دور میں اپنے آپ کو فراعنہ ثابت کرنے کی کوششیں کی ہیں اور ضعیف وکمزور قوموں کو نگل جانے کے منصوبے بناتی رہی ہیں۔

اقوام وامم کے مختلف جاہلی رسوم واعتقادات میں سے ایک مہلک اعتقاد یہ بھی رہا ہے کہ قیادت وحکومت صرف اسی شخص کا حق ہے جو دولت وثروت کا مالک اور سرمایہ داری میں نمایاں حیثیت رکھتا ہو۔ اقوام عالم کا یہ تخیل اس درجہ عام رہا ہے کہ جو قومیں تہذیب و تمدن اور عقل ودانش کی علم بردار رہی ہیں وہ بھی اس فاسد عقیدے میں جہالت کے دوش بدوش نظر آتی ہیں بلکہ اس کو علمی اور عقلی رنگ دے کر جاہلی دور سے بھی زیادہ اس کی پابند ہیں۔ (قصص القرآن ج۲ ص۵۵)

موجودہ گلابلائزیشن ایک ایسا مشن اور ایک ایسی مہم رہی ہے جو تقریباً چار صدی سے

---

[1] حقيقة العولمة ص۱۳، ادارة العولمة ص۱۲، المسلمون والعولمة ص۹ عولمة ام امركة ص۱۷، العرب والعولمة ص۳۰۰، ۳۰۲۔

جاری ہے۔ پہلے یورپی مہم تھی اور اب امریکی مشن بن گیا ہے۔ فسطائیت، نازیت، اشتراکیت، لبرالیت یہ سب گلوبلائزیشن کے مدارج و مشن رہے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ گلوبلائزیشن ایک مسلسل عمل ہے جس کا ہر روز ایک نیا چہرہ سامنے آتا ہے۔ (العرب والعولمة ۶۰/۲۷)

گلوبلائزیشن کے عوامل

گلوبلائزیشن کے بنیادی اور اساسی عوامل چار ہیں:

۱- بڑی طاقتوں کے درمیان منافست اور محاذ آرائی

۲- علمی اور ٹکنالوجی میدانوں میں جدت اور ندرت

۳- عالمی پیمانے پر پیداوار میں اضافہ اور کثرت

۴- عالمی پیمانے پر تبادلۂ خیالات، مواصلات اور اتصالات۔ (العرب والعولمة ۲۵)

گلوبلائزیشن کے مقاصد

۱- دنیا کے مختلف نظام ہائے حکومت کو امریکی طرزِ حکومت اور طرز جمہوریت پر ڈھالنا۔

۲- دنیا سے تمام نظام ہائے معیشت کو ختم کر کے امریکی نظام معیشت کو رواج دینا۔

۳- دنیا کے تمام نظام ہائے اتصالات و مواصلات کو امریکی نظام ہائے اتصالات و مواصلات سے ہم آہنگ کرنا اور پابند بنانا۔

۴- پوری دُنیا کی مختلف رنگا رنگ تہذیبوں اور ثقافتوں کو مٹا کر امریکی تہذیب و کلچر کو فروغ دینا یا کم از کم ان پر امریکی ثقافت کا رنگ چڑھانا۔

گلوبلائزیشن کے مقاصد بظاہر یہی نظر آتے ہیں۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا
(غالب)

لیکن جب بھی یورپی اور امریکی دماغ کسی چیز کو تیار کرتا ہے تو اس کے پیش نظر سب سے پہلے اسلامی ثقافت، اسلامی دنیا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ دنیا بھر میں اس کے چیلنج کا جواب صرف ایک ہی ثقافت، ایک ہی تہذیب اور ایک ہی نظام کے پاس پایا جاتا ہے اور وہ اسلامی تہذیب اور اسلامی نظام ہی ہے۔

اصلی مقاصد

۱- قومیت اور نیشنلزم کی افیون دے کر اسلامی وحدت اور یکتائی کو پاش پاش کرنا۔

۲- الحادی صوفیت، دہریت، باطنیت اور وثنیت کے ذریعہ توحید کی نفی کرنا۔

۳- نظریہ ڈارون اور مادی فلسفہ کے ذریعہ اسلامی ثقافت اور اسلامی تشخص کو ملیامیٹ کرنا۔

۴- علمانیت اور عقلانیت کی دعوت دے کر اسلامی شریعت کے مفہوم کو ہی بدل ڈالنا۔

۵- وحدت ادیان کا پروپیگنڈہ کر کے اسلام کے عالمگیر مفہوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا۔

۶- علم الاخلاق، علم النفس اور علم الاجتماع کی دہائی دے کر انسان کے اصلی مفہوم کو ہی بدل ڈالنا۔ (التیارات الوافدۃ ص ۶)

۷- تمام اسلامی دنیا کو تابع فرمان اور زیر نگیں بنانا۔

۸- عالم اسلام کے حکمرانوں اور صاحب اقتدار لوگوں کے درمیان انتشار و اختلاف کو برقرار رکھنا اور اس کو ہوا دیتے رہنا۔

۹- عالم اسلام کی اقدار اور ملی روایات کو پامال کرنا اور ان کے معانی و مفاہیم کو بدل ڈالنا۔

۱۰- تحریک آزادئ نسواں کا شور و غوغا کر کے مسلم معاشرے میں عورتوں کے احساسات و جذبات کو ابھار کر ان کے حجاب کو تار تار کرنا۔

۱۱- ہر جگہ اٹھتی ہوئی اسلامی تحریک اور بڑھتی ہوئی اسلامی بیداری کو مختلف حیلوں سے کچل دینا۔ مثلاً الجزائر میں۔

۱۲- اسلامی اقتصادیات کو یہودی سود خوروں کے شکنجوں میں کس دینا۔

۱۳- اسلام دشمن تحریکوں کو تحفظ دینا اور ان کے ذریعہ ملت اسلامیہ کو ٹکڑوں ٹکڑوں میں بانٹ دینا۔

۱۴- اسلام کے خلاف کھلنے والی ہر زبان کو آفرین کہنا اور دریدہ دہنوں کو انسانی حقوق کے تحت تحفظ فراہم کرنا۔ جیسے سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین وغیرہ۔

۱۵- دنیا بھر میں اسلامی بیداری اور جہاد کے علم برداروں کو دہشت گرد قرار دینا اور ان کی معاشی واقتصادی ناکہ بندیاں کرنا۔ مثلاً سوڈان، افغانستان، چیچنیا، کشمیر، بوسنیا اور کوسوو وغیرہ۔

۱۶- اسلامی ملکوں میں مسیحی بیداری پیدا کرنا، اس کی بھرپور حمایت کرنا اور انسانی حقوق کے تحت اس کو آزادی دلوانا۔ مثلاً انڈونیشیا میں ایسٹ تیمور کو۔

میرے ان خدشات کو تقویت امریکی خارجہ پالیسی کے موثر ادارہ" دی اینڈ کارپوریشن" اور گراہم اے فلر[1] کی رپورٹ سے ملتی ہے۔

"فلر" نے اپنی رپورٹ میں مسلسل جن باتوں اور نکات پر شدومد کے ساتھ زور دیا ہے ان کی تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے۔

۱- اسلامی تحریکوں کے اثرات اور موثرات کو ناکام بنانے کے لئے کثیر الجماعتی جمہوری نظام کے تصور کو ان ممالک میں ہوا دی جائے، اور ان کے مقابلے میں بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے نام پر لادینی قوتوں کو پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ ایک طاقتور گروہ کے طور پر متعارف کروایا جائے۔

۲- مختلف اسلامی ممالک اور مکاتب فکر کو ایک دوسرے کے خلاف تصادم اور تنازع کے محاذوں پر لڑوا کر اسلامی تحریک کی قوت کو کمزور کیا جائے۔

۳- بائیں بازو کے نظریات رکھنے والے لوگوں، قوتوں اور جماعتوں کو اسلامی تحریکوں کے مقابلے میں صف آرا کر دیا جائے اور ان کی بھرپور خفی وجلی انداز میں مالی ومعاشی سرپرستی

[1] ۱۹۸۶ء میں اس کو امریکہ نیشنل انٹیلی جینس کونسل کا وائس چیرمین نامزد کیا گیا تھا۔

کی جائے۔ بائیں بازو کے عناصر کو آمادہ کیا جائے کہ اب وہ اپنی توپوں کا رخ امریکہ کی طرف کرنے کے بجائے ان ممالک میں (دینی قوتوں) جماعتوں اور شخصیات کی طرف موڑ دیں۔ اسلامی نظریات وعقائد کے خلاف مہم شروع کر دیں اور ان ممالک میں لبرلزم، سیکولرازم، رواداری اور وسیع المشربی کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیں۔ گویا بائیں بازو کے عناصر کو یقین دلا دیا گیا ہے کہ اگر ماسکو کا مطلع سیاہ پوش ہو کر دھندلا گیا تو فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ اب ان کا من وسلویٰ آسمان واشنگٹن سے نازل ہوگا۔

۴- اسلامی تحریکوں کے قائد علماء کے کردار کو ہر سطح پر مسخ کرنے کی کوشش کی جائے اور ان تحریکوں اور ان کے نظریات سے مخلص رہنماؤں اور علماء کو پیچھے کر کے ان کی جگہ روشن خیال اور لبرل علماء کو سامنے لایا جائے۔

۵- دینی اسلامی تشخص اور تناظر رکھنے والی سیاسی جماعتوں کے کسی ایک بڑے قد آور اور نمایاں قائد کا صفایا کر دیا جائے تا کہ ان ممالک میں انتشار اور انارکی کی کیفیت پیدا ہو، مقتول قائد کے پرستار اور پیروکار جب ردعمل کے طور پر تحریک چلاتے ہوئے لادینی قوتوں کے علمبرداروں اور ایجنٹوں کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کریں تو ان کی جماعت اور کارکنوں کو تشدد پسند اور دہشت گرد قرار دیا جائے اور سرکاری سطح پر اس جماعت پر پابندی لگانے کی کوشش کی جائے۔ اس ضمن میں مغربی ذرائع ابلاغ بی بی سی، سی این این، اے بی سی اور دیگر معروف ادارے، اسلامی اور مسلم تشخص رکھنے والی جماعتوں کے خلاف اپنی مہم جاری رکھیں اس طرح ایک تیر سے دو شکار کیے جائیں۔

۶- فوج کو اسلامی تحریکوں کو کچلنے کے لئے استعمال کیا جائے اور جب یہ دیکھا جائے کہ ان ممالک میں اسلامی اور مسلم تشخص رکھنے والی کوئی سیاسی جماعت اور اس کا قائد عوام کی نبضوں پر ہاتھ رکھ کر ان کے دلوں کی ڈھڑکن اور آنکھوں کا تارا بن چکا ہے اور عوامی حمایت اور تعاون کا سیلابِ بلاخیز اسلامی تشخص اور پس منظر رکھنے والی سیاسی جماعت کے

قائد کے اشاروں کا منتظر ہے......اور...... وہ وقت آیا ہی چاہتا ہے کہ اسلام پسند عوامی قوت کا سیلاب سیکولر اور مغربیت زدہ حکمرانوں کی حکومتوں کو تنکوں کی طرح بہالے جائے گا تو فوجی انقلاب کے ذریعہ حکومت کا دھڑن تختہ کروا دیا جائے۔ اور اسلام پسند قوتوں کا راستہ روک دیا جائے۔ (رواداری اور مذہب ص ۲۷۹۔۲۸۱)

عالمی مسائل اور بین الاقوامی سیاست پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ فرانس نے امریکی مدد کے زور پر مذکورہ بالا تمام حربے اور ہتھکنڈے الجزائر میں استعمال کیے اور فوجی آمروں کے بل بوتے الجزائر کی اسلام پسند قوتوں اور عظیم عوامی تحریک فرنٹ کو وحشیانہ تشدد کے ذریعہ کچل کر رکھ دیا۔ اور آج تک اسلامی قوتوں کے خلاف محاذ آرائی جاری ہے۔ اسی طرح جنوبی لبنان میں صہیونیوں نے امریکی سفارشات کے جھوٹے دعوؤں کی روشنی میں اسلامی قوت وطاقت کو فرقہ واریت کی آگ میں جھونک دیا اور ان کے اتفاق واتحاد کو پارہ پارہ کر کے چھوڑا۔ اور اسی طرح پوری اسلامی دنیا میں اسلامی جماعتوں کے قائدین کے اغوا اور قتل کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

گلوبلائزیشن کا میدان عمل

گلوبلائزیشن زندگی کے ہر شعبے کو محیط ہے جیسا کہ شروع میں ذکر کیا گیا ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ جن چیزوں پر گلوبلائزیشن کی کڑی نظر ہے وہ یہ ہیں:

سیاست، معشیت، فوجی قوت، ثقافت اور دین۔

۱- سیاست

گلوبلائزیشن کا پہلا ہدف اور نشانہ میدان سیاست ہے جس کا مقصد ہے کہ دنیا کی تمام قوموں کو امریکی نظام اور قوت کے سامنے سرنگوں کر دینا۔ دنیا کی تمام حکومتوں کو اپنی

مرضی کے مطابق چلانا اوران پر طرز حکومت کو تھوپ دینا۔ تاکہ دنیا بھر میں امریکی مفادات کا تحفظ ہو سکے۔

آٹھویں دہائی سے قبل دنیا میں دو بڑی طاقتیں پائی جاتی تھیں اور یہ دونوں طاقتیں دوسری جنگ عظیم کی پیداوار تھیں، دونوں کی طاقت کا توازن تقریباً برابر تھا۔ دونوں کے پاس دور مار، تباہ کن اور ہلاکت خیز ہتھیار پائے جاتے تھے۔ دونوں کے پاس اپنی طرز معیشت اور طرز حکومت تھی اور دونوں ہی بین الاقوامی مطلع سیاست پر چھائے ہوئے تھے، اس لئے دونوں میں سرد جنگ بھی جاری تھی جس کا فائدہ چھوٹے چھوٹے ممالک کو پہنچ رہا تھا اور چھوٹے ممالک کے لئے سنہرا موقع تھا کہ اپنی مرضی کے مطابق جس بڑی حکومت کے ساتھ چاہتے تھے مل جاتے تھے۔ اس لئے کہ اس کے ساتھ ان کا مفاد وابستہ ہوتا تھا لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ آتش جواں تھی۔

یہ دو بڑی طاقتیں امریکہ اور روس کی تھیں ان میں اب روس کی طاقت بکھر چکی ہے روس اپنی سپر پاور کی حیثیت کھو بیٹھا ہے اور میدان میں اب صرف امریکہ رہ گیا ہے اور اپنی طاقت وقوت کے نشہ میں چور اور بدمست ہے اور ''فساد فی الارض'' کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اور اپنی بھرپو فرعونیت اور نمرودیت کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا ہے۔

امریکہ نے اپنی بھرپور فرعونی قوت وطاقت کا مظاہرہ جنگ خلیج میں کیا، حالانکہ عراق کے کویت پر حملہ کرنے میں خود مغربی بلاک اور امریکیوں کا خفیہ ہاتھ کام کر رہا تھا۔ امریکہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنے نئے عالمی نظام اور گلوبلائزیشن کی قدرت، طاقت اور قوت کو ثابت کرنے کے لئے پوری دنیا کی قوت کو یکجا کر لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے خلیج کی سرزمین پر نہایت تباہ کن، ہلاکت خیز اور انسانیت کش بھاری بھرکم ہتھیاروں کا انبار اور ڈھیر لگا دیا، تاکہ صدام کو سبق سکھایا جا سکے اور عراق کو جہنم کا ایندھن بنا دیں۔

جنگ خلیج کے پس منظر پر جن لوگوں کی نظر رہی ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ امریکہ نے جو نئے نئے ہتھیاروں کا ڈھیر لگایا تھا اس کا اصلی مقصد کویت کی آزادی سے زیادہ عراق کی تباہی و بربادی سے تعلق رکھتا تھا۔ کیونکہ مشرق وسطیٰ میں صرف عراق کی قوت ایسی تھی جو اسرائیل کے وجود اور اس کی قوت کو چیلنج کر سکتی تھی۔ اسی لئے امریکی صہیونی لابی نے یہ پلان تیار کیا تھا کہ عراق کی قوت کو بری طرح کچل دیا جائے تا کہ اسرائیل کی حفاظت اور عظیم اسرائیل کا خواب پورا ہو سکے۔ اس کے امن کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو اور اسرائیل کا مستقبل روشن و تابناک بن جائے۔[1]

فی الحقیقت پہلی بار نئے عالمی نظام اور گلوبلائزیشن کی قوت و طاقت کا بھرپور مظاہرہ سابق امریکی صدر جارج بش کی قیادت میں پورے پلان اور پروگرام کے تحت جنگ خلیج ہی میں کیا گیا۔ اس کے بعد گلوبلائزیشن کی طاقت کا مظاہرہ یوگوسلاویہ میں بھی دیکھا گیا۔ جب مسلمانوں کی جنگ سربوں کے ساتھ جاری تھی، لیکن یوگوسلاویہ میں نئے عالمی نظام اور گلوبلائزیشن کے پرستاروں نے اس وقت مداخلت کی جب مسلمانوں کو بری طرح کچل دیا گیا، ان کی مساجد و مدارس کو نیست و نابود کر دیا گیا، کارخانوں اور فیکٹریوں کو برباد کر دیا گیا، کھیتوں اور باغات کو جلا کر خاکستر کر دیا گیا، عورتوں کی مقدس عصمتوں کو لوٹ لیا گیا، معصوم بچوں کو زندہ درگور کر دیا گیا اور گلوبلائزیشن کے پرستاروں نے مداخلت بھی کی تو اس لئے نہیں کہ مسلمانوں کی مدد کی جائے، ان کو سہارا دیا جائے یا ان کے سروں پر شفقت کا ہاتھ پھیر دیا جائے، بلکہ ان کا اصل مقصد یوگوسلاویہ کو مختلف ٹکڑوں میں بانٹنا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جب روس نے چیچنیا میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی، چیچنیا کو مقتل اور قربان گاہ بنا ڈالا، انسانی حقوق کی حدوں کو روند ڈالا، اس وقت نئے عالمی نظام اور گلوبلائزیشن کے دعوے دار کہاں تھے؟

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب اور امریکہ انڈونیشیا پر دباؤ ڈالتے رہے کہ وہ تیمور کے

[1] سقوط بغداد کے بعد اب یہ خواب حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔

حصے کو آزاد کرے حالانکہ مشرق تیمور انڈونیشیا کا جزء لاینفک تھا۔ وہ انڈونیشی تھے، ان کی زبان انڈونیشی تھی، لیکن مسیحی مشنریوں نے ان کے درمیان اپنا کام کیا اور پھر اکثریت حاصل کرلی۔

اس کے برعکس چیچنیا کے باشندے نہ تو روسی سلافی نسل سے تھے بلکہ قوقازیانی نسل سے تھے۔ ان کی زبان بھی روسی زبان نہ تھی، ان کا وطن بھی روس کا حصہ نہ تھا۔ بلکہ بالجبر ضم کرلیا گیا تھا اور نہ ہی ان کا دین روس کے دین سے میل کھاتا تھا، اس لئے چیچنیا کے باشندے مشرقی تیمور کے باشندوں سے زیادہ حق دار تھے کہ روس سے آزادی حاصل کرلیں، لیکن ان کو اس آزادی کی جو قیمت چکانی پڑی ہے وہ دنیا کے ہر شخص کو معلوم ہے۔

گلوبلائزیشن کے پرستاروں کا دنیا میں ہر جگہ یہی دوہرا معیار اور ان کی سیاست کا دوغلاپن رہا ہے کہ پوری دنیا کے لئے الگ سیاست اور الگ معیار ہے اور مسلمانوں کے لئے الگ معیار ہے۔

گلوبلائزیشن کے پرستار اور دعوے دار دنیا میں ہر جگہ جمہوریت[1] کی آواز کو بلند کرتے ہیں، اس کا ڈھونگ رچاتے ہیں، انسانی حقوق کے تحفظ کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، کمزور اور آفت زدہ لوگوں کے تعاون اور امداد کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور ہر جگہ آزادیٔ رائے کا ڈھونگ رچاتے پھرتے ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو اپنے ہی بنائے ہوئے اصولوں سے انحراف کرنے لگتے ہیں۔ غیر مسلموں کے لئے ان کے تمام اصول بروئے کار آتے ہیں اور لائے جاتے ہیں مگر مسلمانوں کے لئے ان کے مفہوم ہی بدل جاتے ہیں۔

چنانچہ ان گلوبلائزیشن کے پرستاروں کے جمہوری اصولوں کے مطابق جب الجزائر میں اسلام پسند انتخابات میں اکثریت حاصل کرلیتے ہیں تو امریکہ اور اہل مغرب کے اوسان خطا ہوجاتے ہیں۔ ان کی رات کی نیندیں حرام ہوجاتی ہیں اور پھر جمہوریت کا

[1] جمہوریت اور انسانی حقوق کے متعلق تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

مفہوم ہی بدل ڈالتے ہیں۔ اپنی پسندیدہ فوج کی بھرپور حمایت کرکے ان کو باشندگان الجزائر پر مسلط کردیتے ہیں اور پھر اسلام پسند خاک وخون میں تڑپتے نظر آتے ہیں اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کا چارٹر الجزائر کی زمین میں دفن کردیا جاتا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کا علم اٹھانے والے ابدی نیند سوجاتے ہیں۔ ریڈکراس کا عملہ زمین کے اندر اپنی کارروائیوں کو تیز تر کردیتا ہے۔

یہ بات صرف الجزائر تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ دنیا میں جہاں بھی ان کے مفاد کی نگہداشت ہوتی ہے وہاں ان کو جمہوریت نظر آتی ہے اور جہاں ان کے مفاد پر زد پڑتی ہے وہاں کوئی بھی طرز حکومت ہو، ان کو قبول نہیں ہے۔

دنیا میں اگر کوئی ملک ان کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتا ہے یا ان کے سامنے سر نہیں جھکاتا ہے تو ان کے خلاف تادیبی کارروائیاں شروع کردیتے ہیں، اس پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کرتے ہیں۔ اس کی اقتصادی ناکہ بندیاں کرتے ہیں۔ مثلاً سوڈان، ایران، لیبیا اور افغانستان وغیرہ۔

اور اسی طرح دنیا میں اگر کوئی اسلامی ملک اپنی فوجی قوت کو بڑھاتا ہے، اپنی دفاعی پوزیشن کو مضبوط بنانے میں کوشاں ہے، دور مار مہلک ہتھیاروں اور نیوکلیر بم بنانے کی کوشش کرتا ہے تو گلوبلائزیشن کے دعوے دار اس کا قافیہ تنگ کردیتے ہیں، اس کو اقتصاد اور قرضے وامداد کی طرح طرح کی دھمکیاں ملتی ہیں۔

اس کے برخلاف دنیا میں مختلف مذاہب وادیان کے ماننے والے نیوکلیر بم بناتے ہیں تو امریکہ اور اس کے حواری چپ سادھے بیٹھے رہتے ہیں مثلاً یہودی اسرائیل میں، ہندو ہندوستان میں، گوتم بدھ کے ماننے والے چین میں، آرتھوڈکس کے ماننے والے روس میں، رومن کیتھولک کے ماننے والے فرانس میں، پروٹیسٹنٹ کے ماننے والے امریکہ اور برطانیہ میں نیوکلیر بم کے مالک بنے بیٹھے رہیں تو کسی کی پیشانی پر بل نہیں آتا

ہے لیکن اگر کوئی اسلامی ملک مثلاً پاکستان نیوکلیر بم بنائے تو دنیا بھر کے کفار و مشرکین چیخ پڑتے ہیں، آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے ان کی زبانیں تھکتی نہیں ہیں کہ اسلامی بم دنیا کو برباد کر دے گا۔

دنیا بھر میں گلوبلائزیشن کے پرستاروں کی یہی سیاست رہی ہے کہ دوسروں کے حقوق کی پاسداری کی جائے۔ ان کو بڑھاوا دیا جائے اور مسلمانوں کے حقوق سے چشم پوشی اور سکوت اختیار کیا جائے۔ فلپین، چیچنیا، کشمیر، ایتھوپیا، اریٹریا، بوسنیا، افغانستان اور کوسوو وغیرہ اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

کوئی پوچھے کہ اے تہذیب انسانی کے استادو!
یہ ظلم آرائیاں تا کے یہ حشر انگیزیاں کب تک

کہاں تک لوگے ہم سے انتقام فتح ایوبی
دکھاؤ گے ہمیں جنگ صلیبی کا سماں کب تک!
(شبلی)

۲- اقتصادیات

دوسری جنگ عظیم (۱۹۲۹ء-۱۹۴۵ء) کے بعد سے امریکہ کا کنٹرول عالمی سرمایہ داری پر بھی رہا ہے۔ اس لئے کہ امریکہ پوری دنیا میں سب سے زیادہ ایکسپورٹ اور امپورٹ کرنے والا ملک رہا ہے اور دنیا میں سب سے بڑی مارکیٹ بھی اسی کی رہی ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں

۱- بین الاقوامی سیاست
۲- بین الاقوامی اقتصاد

۱۹۴۷ء میں (Breton Woods) بریٹن کانفرنس میں بین الاقوامی اقتصادی کمپنیاں قائم کی گئیں مثلاً انٹرنیشنل بنک، عالمی مالیاتی فنڈ اور گیٹ معاہدہ وغیرہ۔ ان

کمپنیوں پر امریکہ شروع سے ہی مسلط رہا ہے اور جنگ عظیم میں وسیع پیمانے پر بربادی کے بعد امریکہ کی معیشت ایک عالمی معیشت کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئی، اس کے بعد جرمنی اور جاپان کی مدد کے لئے بین الاقوامی سیاسی اور اقتصادی معاہدہ بھی کیا گیا جس کی قیادت امریکہ اپنی مضبوط اقتصادی پوزیشن کی بنیاد پر قاہرانہ اور جابرانہ قوت وطاقت کے ساتھ کررہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شروع سے ہی امریکہ کو سیاسی اور اقتصادی دونوں میدانوں میں تفوق اور برتری حاصل رہی ہے۔ (العرب والعولمۃ ص ۲۱۶۔۲۱۷)

اس صورت حال کے باوجود امریکہ دنیا کے زیادہ تر حصے پر اپنے نظام کو نافذ کرنے سے عاجز تھا اس لئے کہ روس اور اس کا نظریہ ابھی زندہ تھا جو امریکہ کے لئے ایک کھلا چیلنج تھا۔ البتہ روس کے زوال کے بعد پچھلے چند سالوں سے امریکہ اس لائق ہو گیا ہے کہ پچ پچ دنیا پر اجارہ داری اور سرمایہ داری کا عالمی نظام قائم کر سکے۔

چنانچہ سیاست کے بعد امریکہ کی نظر دنیا کی اقتصادیات پر گئی اور اس پر اجارہ داری قائم کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ عالمی منڈی میں اپنے اثر ورسوخ کو قائم اور نافذ کرنے کے لئے عالمی مالیاتی فنڈ، انٹرنیشنل بنک اور عالمی تجارتی تنظیم کے ذریعہ دباؤ ڈالنا شروع کر دیا اور اقوام متحدہ کے دوسرے ذیلی اداروں کو بھی اس کے لئے استعمال کرنے لگا۔

پھر اقتصادی میدان میں سب سے بری مصیبت یہ کھڑی ہو گئی کہ اخلاق اور عدل و انصاف کی تمام روایات کو پرے پھینک دیا گیا اور افراد، قوم، ملک تمام کی جدو جہد اور کوششوں کو اچک لے گیا۔ (المسلمون والعولمۃ ص ۲۷)

اس وقت میدان اقتصادیات میں ایسی ایسی چالیں چلی جارہی ہیں جن کا اندازہ لگانا کچھ آسان نہیں۔ نظریہ گلوبلائزیشن کے دلدادہ اور اس کے پرچارک تیسری دنیا کو ایسی ایسی دوائیں روانہ کرتے ہیں جو خود ان کے ملکوں میں بند ہیں اور ایسے ایسے سگریٹ بھیجتے ہیں جن کا استعمال ان کے ملکوں میں سخت منع ہے۔

گلوبلائزیشن کا مقصد پرانے سامراج کی اقتصادیات کو مزید بڑھانا اور تقویت دینا ہے۔ انھوں نے تیسری دنیا کو ایک کھلی مارکیٹ بنا رکھا ہے۔ وہ چیزوں کو بنائیں، پیدا کریں اور تیسری دنیا کے لوگ ان اشیاء کو صرف استعمال کریں یہاں تک کہ ان سے اپنی ضروریات زندگی بھی خرید کریں، مثال کے طور پر گیہوں اور چاول وغیرہ تاکہ تیسری دنیا کے لوگ ان کے تابعدار اور ان کی اقتصادیات کے خدمت گزار بنے رہیں۔ وہ ہم سے ہمارا خام مال، پٹرول اور روئی وغیرہ سستے داموں، پانی کے بھاؤ خریدتے رہیں اور پھر ہم سے ہی دس گنا زیادہ قیمت وصول کر کے فروخت بھی کرتے رہیں۔

(المسلمون والعولمۃ ص ۳۰)

بین الاقوامی سیاست کا ماہر استاذ بنجامن سوارٹز کہتا ہے:

''ہم پوری دینا کو ایک سپر مارکیٹ بنانا چاہتے ہیں جس میں ہر چیز پائی جائے اور ہم اس پر قابض رہیں۔''

آگے چل کر مزید کہتا ہے:

''پچاس سال سے امریکہ کے اقتصاد اور معیشت کی اسٹراٹیجی یہی رہی ہے کہ پوری دنیا کو ایک مارکیٹ بنا دیں جس پر ہمارا کنٹرول ہو، ہم جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں دے دیں۔''

یہی اقتصادی سیاست تھی کہ امریکہ نے جرمنی اور جاپان کی کروڑوں ڈالر سے مدد کی باوجود اس کے کہ دونوں ملک جرمن اور جاپان اپنے اپنے سدھار کے لئے اقتصادی و مالی طاقت رکھتے تھے، لیکن امریکہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ دونوں ملک اپنی اقتصادی مصلحت کی بنا پر اپنے آپ سے دفاع کرنے پر قادر ہوں اور اپنی قوتوں کو عالمی پیمانے پر بڑھا سکیں اور امریکہ کے مقابلے میں دو بڑے طاقتور ملک بن کر کھڑے ہوسکیں۔ (عولمۃ ام امرکۃ ص ۸۳)

۳- فوجی قوت

دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ اور روس (زوال سے قبل) دنیا کی دو بڑی عالمی طاقتیں شمار ہوتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا کے دوسرے ممالک ان دو بڑی طاقتوں سے اپنے سیاسی، سفارتی، سلامتی، اقتصادی اور ثقافتی روابط کو مربوط اور مضبوط کرتے تھے۔ اور تمام ممالک کسی ایک کے حلقۂ یاراں میں شمار ہونا فخر محسوس کرتے تھے۔

لیکن اب روس کے زوال کے بعد، سپر پاور کی حیثیت سے میدان میں صرف امریکہ رہ گیا ہے۔ امریکہ نے یورپ کے اندر اپنے ''مارشل پروگرام'' کو نافذ کیا اور مشرقی ایشیاء میں بے شمار دولت بہائی تا کہ اس کا پھل کھا سکے۔ اس طرح امریکہ نے اپنے مال اور عسکری قوت کا استعمال اپنے حلقوں کے واسطے کیا تا کہ ان پر بھر پور اعتماد کر سکے اور ان کے قوی تر تعلقات سے فائدہ اٹھا سکے۔

چنانچہ اس وقت امریکہ کی کل بری، بحری، فضائی افواج کی تعداد پچاس لاکھ کے لگ بھگ ہے جس کا سالانہ خرچہ دوسوستر کروڑ ڈالر ہے۔ امریکہ کی عسکری اسٹراٹیجی یہ ہے کہ اس کو عالمی کنٹرول حاصل رہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ کو جنگ کے وقت تمام بری، بحری اور فضائی میدانوں میں مکمل قدرت حاصل رہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ روس کے زوال کے بعد وہ دو اقلیمی جنگوں میں کامیاب رہا مثلاً عراق اور شمالی کوریا کی جنگ میں۔

اس وقت امریکہ کی فوج مغربی یورپ، جنوبی کوریا اور جاپان میں جا بجا موجود ہے اور کچھ فوجیں پناما، ہندوراس، مرمودا، آئی لینڈ، سعودی عربیہ، کویت، قطر، سنگاپور اور آسٹریلیا میں موجود ہیں۔

براعظم امریکہ میں وسطی جنوبی امریکہ پر اس کا کنٹرول انیسویں صدی سے ہی ہے کہ وہاں پر سیاسی، اقتصادی اور عسکری مداخلت برابر رہی ہے۔ اسی طرح تشیلی، ہندوراس اور نیکاراگوا میں مخالف تنظیموں کو ختم کر دینے کے بعد امریکی مداخلت برابر جاری ہے۔ اب لے دے کر صرف کیوبا ہے جو امریکی قوت کے لئے چیلنج بنا ہوا ہے اور جو امریکی

اقتصادی ناکہ بندی کے سامنے صرف اپنی بقا کے لئے سینہ سپر ہے۔ حالانکہ کیوبی عوام بھوک مری سے دوچار ہے۔

اسی طرح اب امریکہ کی یورپ میں بھی فوجی دوڑ کی شدت میں قدرے کمی آگئی ہے اور مشرقی ایشیا میں جاپان، تائیوان اور جنوبی کوریا کے ساتھ تعلقات بہت اچھے ہو چکے ہیں، بلکہ فوجی معاہدہ بھی ہو چکا ہے۔ چین سے بھی امریکہ تفاہم کرنے کی کوشش میں ہے اور چینی رہنما چیانگ زیمنگ کے دورۂ امریکہ سے اس میں بہتری بھی آئی ہے۔[1] اب مشرقی ایشیا میں صرف شمالی کوریا رہ جاتا ہے جو امریکی اثر ونفوذ کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہے، لیکن جنوب مشرقی ایشیا میں امریکہ اپنے پرانے تلخ اختلافات کو بھلا کر ویتنام، لاؤس اور کمبوڈیا کے ساتھ واضح طور پر تعاون کا ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ ہاں جنوب ایشیا میں ہندوستان جو سرد جنگ کے زمانے میں پاکستان سے اختلاف کی وجہ سے روس کے گن گاتا تھا، ماضی کے قبرستان میں دفن ہو چکا ہے اور ہندو پاک اپنے انھیں اختلاف کی بنا پر امریکہ سے قریب تر ہو چکے ہیں اور پکے ہوئے پھل کی طرح امریکی جھولی میں جا گرے ہیں۔

البتہ جہاں تک افریقہ کا تعلق ہے تو وہاں بھی امریکہ کے لئے کسی مزاحمت کا سوال نہیں اٹھتا ہے۔ تمام افریقی ممالک سے تعلقات اچھے ہیں اور وہاں سے فرانس کے اثر و نفوذ کو ختم کرنے کے لئے تمام طریقوں کو بروئے کار لایا جا رہا ہے۔

امریکہ کو اگر کہیں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ صرف عالم اسلام اور عالم عربی ہی ہے، لیکن امریکہ کے تعلقات مغرب، تونس، مصر، سعودی عربیہ اور خلیج کے دیگر چھوٹے چھوٹے ممالک سے نہایت مضبوط ہیں، پھر بھی عراق، ایران، لیبیا، سوریا اور ایک حد تک

---

[1] اگرچہ یکم اپریل ۲۰۰۱ء کو امریکی جاسوسی طیارہ p.3 کے چین کی حدود بحر الکاہل میں داخل ہونے کی وجہ سے دونوں ملکوں میں تنازع اٹھ کھڑا ہوا ہے اور دونوں ملکوں میں سرد جنگ جاری بھی ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ اس تنازع میں امریکہ کی ہزار دھمکیوں کے باوجود چین اپنے موقف پر اڑا رہا اور پھر سرخرو ہو کر نکلا اور امریکہ کو عالمی پیمانے پر ذلت اور رسوائی اٹھانی پڑی ہے۔ مگر اس صورت حال کے باوجود امریکہ چین سے اپنے اقتصادی اور تجارتی تعلقات کو ختم نہیں کرنا چاہتا ہے کیونکہ امریکہ کے وسیع تر معاشی مفاد چین سے وابستہ ہیں۔ (ماہنامہ شہادت مئی ۲۰۰۱ ص ۱۱-۱۲)

سوڈان کی قوتیں امریکہ کو کسی بھی وقت چیلنج کرسکتی ہیں۔

اور یہ اسلامی وعربی چیلنج امریکہ کے لئے دو اسباب کی بنا پر ہے۔

۱- اکیسویں صدی کے لئے احتیاطی پٹرول کا سب سے بڑا ذخیرہ اسی علاقہ میں پایا جاتا ہے اور جس کے پاس پٹرول ہوگا آنے والی صدی میں اقتصاد وقوت پر اسی کا کنٹرول ہوگا۔

۲- امریکہ کے لئے چیلنج دینی بیداری اور مضبوط دینی آئیڈیالوجی کی بنا پر ہوگا جس کی آواز بازگشت عالم اسلام کے چپے چپے اور گوشے گوشے میں سنائی دے رہی ہے خواہ افریقہ ہو، ایشیا ہو یا یورپ اور شمالی امریکہ کے وہ علاقے جہاں مسلمان دوسری جگہوں سے ہجرت کر کے آباد ہو چکے ہیں اور وہاں اسلامی معاشرتی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ اسلامی چیلنج اور اسلامی بیداری روس کے زوال اور اشترا کی افکار کو رد کردینے کے بعد سے مسلمانوں کی اکثریت مغربی ثقافت کی بالادستی کو نہایت سنجیدگی سے محسوس کررہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امریکی محقق ''سموئل ہن ٹنگ ٹن'' نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مستقبل میں امریکہ اور مغرب کو سب سے زیادہ جس چیز سے خطرہ ہے وہ یہی دینی رجحان کا خطرہ ہے۔

اور بعض امریکی اہل قلم جو اسٹراٹیجی امور میں عمیق نظر رکھتے ہیں نیز امریکہ کے امن وامان کے بارے میں خصوصی مہارت رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ امریکہ کے امن کو خطرہ اس علیحدگی پسند عمل سے بھی ہوسکتا ہے جو نیوکلیر بم، بیولوجی یا کیمیائی ہتھیاروں کی شکل میں کسی دشمن ملک میں پایا جاتا ہو یا کسی خفیہ عالمی تنظیم کے پاس موجود ہو اور امریکہ کے اندر خفیہ طریقے سے آجائے۔ اس خوف کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ روس کے اسلحہ خانے کی بربادی کے بعد کچھ چیزیں ان ممالک تک پہنچ چکی ہیں جن پر امریکہ کا کنٹرول نہیں ہے مثال کے طور پر عراق، ایران اور شمالی کوریا وغیرہ۔

اور یہی سبب ہے کہ امریکہ اپنے مصنوعی سیارہ (سٹلائٹ) کے ذریعہ نگرانی اور جاسوسی پر زیادہ سے زیادہ زور دے رہا ہے اور جو ممالک اس کے اثر ونفوذ سے باہر ہیں ان پر انتہائی قہرمانیت اور فرعونی انانیت کا دباؤ سیاسی اور اقتصادی طریقوں سے ڈال رہا ہے اور بوقت ضرورت فوجی وعسکری قوت کے استعمال سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔

بین الاقوامی اور عالمی سطح پر اگر چہ امریکہ کے امن وامان کو بعض معمولی قسم کے چیلنج اور خطرات درپیش ہیں، اس کے باوصف امریکی فوجی قوت کی پوزیشن ایسی ہوگئی ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ پہلی بار دو عالمی جنگوں اور سرد جنگ کے بعد امریکہ اس بات سے مطمئن ہو چکا ہے کہ کوئی اہم طاقت یا خطرہ موجود نہیں ہے جو اس کے امن وامان یا دنیا پر اس کے کنٹرول کو چیلنج کر سکے۔ جنگ خلیج میں نئے نئے الیکٹرانک اور کمپیوٹرائزڈ ہتھیاروں کو استعمال کر کے ثابت کر دیا ہے کہ دنیا میں اس کی فوجی قوت سب پر برتری اور تفوق رکھتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی پوری سیاسی اور عسکری قوت کے ساتھ اکیسویں صدی میں داخل ہو چکا ہے۔ (العرب والعولمۃ ص ۲۱۰ـ۲۱۶)

سابق امریکی صدر بل کلنٹن کے الفاظ میں:

> "یہ ایک حقیقت ہے کہ آج امریکہ ٹریننگ، تیاری، صلاحیت اور مسلح ہونے کی حیثیت سے پوری دنیا میں سب سے بہترین جنگجو فوج کا مالک ہے، اس کے باوجود ہم ڈپلومیسی اور سفارتی سیاست کو فوجی قوت سے بہتر جانتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے قومی مفادات، مصالح کے دفاع کے لئے فوجی قوت کی ضرورت پیش آئی تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں جیسا کہ ہم نے صدام حسین کی قوت کو توڑنے اور کچلنے کے لئے خلیج میں اپنی قوت کا مظاہرہ کیا ہے۔" (عولمۃ ام امرکۃ ص ۵۵)

اور اب ۷/ اکتوبر ۲۰۰۱ء سے دنیا کے ایک چھوٹے اسلامی ملک افغانستان پر بلا جواز اور بغیر کسی ثبوت کے اپنی بھرپور فوجی قوت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ جس کے لئے اب تک دنیا کے سامنے کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکا ہے اور افغانستان کو میزائیلوں سے کھنڈر بنا

رہا ہے۔ بزعم خویش اے تہذیب انسانی کے جھوٹے دعوے دارو! کیا تمہاری عدالت انصاف یہی کہتی ہے کہ "ملتی ہے یہاں سزا ہر خطا سے پہلے"۔

اور دیکھو یہ کیسی آگ ہے جو بھڑک اٹھی ہے اور کس طرح تمدن کی حسین و جمیل آبادیاں آگ اور دھویں کی ہولناکی کے اندر ویران ہو رہی ہیں۔

دنیا نے ٹیٹس کے قصے سنے ہیں جس نے یروشلم کو تباہ کر دیا۔ دنیا نے بخت نصر کو دیکھا ہے جو بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے بابل لے گیا۔ دنیا میں ایرانیوں کے قہر و استیلاء کے افسانے سنے گئے ہیں جنھوں نے بابل کو مسمار کر دیا تھا اور رومیوں کے عہد تسلط و عروج کے ایسے بہت سے فاتح خوں ریزوں کی روایتیں محفوظ رکھی گئی ہیں جنھوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوقوں کو بہت ستایا اور اس کی زمین پر بہت فساد کیا۔

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا﴾

(الانعام:۱۲۳/۶)

"اور اسی طرح ہم نے آبادی میں اس کے بڑے بڑے سرکش گنہگار پیدا کئے تاکہ وہ فتنہ و فساد پھیلائیں۔"

لیکن خون بہانے کی ایسی شیطانی قوتیں آگ برسانے کے ایسے جہنمی آلے اور موت و ہلاکت پھیلانے کی ایسی اشد شدید ابلیسیت تو کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ زمین کی پشت پر ہمیشہ درندوں نے بھٹ بنائے اور اژدہوں نے پھنکاریں ماریں، مگر نہ تو ایسی درندگی آج تک کسی میں تھی جیسی موجودہ متمدن اقوام کی قوتوں کو حاصل ہے اور نہ اب تک ایسا سانپ اور اژدہا پیدا ہوا جیسے کہ ان لڑنے والوں میں سے ہر فریق کے پاس ڈسنے، نگلنے اور چیرنے پھاڑنے کے لئے عجیب عجیب ہتھیار جمع ہیں۔ (الھلال ۱۹ تا ۲۶/ اگست ۱۹۱۴ص ۱)

نہ سطوت دارا دیکھی ہے نہ زعم سکندر دیکھا ہے
چنگیز و ہلاکو شرمائیں، وہ قہر کا لشکر دیکھا ہے

(وفا صدیقی)

۴- ثقافت

ثقافت سے کیا مراد ہے؟ ثقافت ایک قومی کشتی ہے جس میں ماضی کی حسین یادیں، عمدہ تصورات، بہترین اخلاق و عادات، مختلف قسم کی تعبیریں اور رموز، ایجادات و اختراعات اور قومی اُمنگیں سوار ہوتی ہیں۔

ثقافت قوموں کی تہذیبی اور تمدنی زندگی کی پہچان ہوتی ہے جس کے سبب قومیں تشکیل پاتی ہیں جس کے ذریعہ کسی قوم کی تاریخی خصوصیت واہمیت کی تشریح وتعبیر کی جاسکتی ہے۔

نظریۂ گلوبلائزیشن دنیا کی مختلف الانواع تہذیبوں اور ثقافتوں کو ختم کر کے صرف اپنا ہی آئیڈیالوجی قائم کرنا چاہتا ہے اس لئے کہ گلوبلائزیشن سرے سے ہی دوسری ثقافت کا منکر ہے وہ جملہ قومیت، وطنیت، مذہبیت پر شب خون مارنا چاہتا ہے۔

چنانچہ گلوبلائزیشن کا سب سے زیادہ دور رس، خطرناک اور تباہ کن نظریۂ ثقافت گلوبلائزیشن ہی ہے کہ ایک قوم کی تہذیب وثقافت کو دنیا کی تمام قوموں پر لاگو کردیا جائے یا طاقت ورقوم کی ثقافت کو ضعیف، کمزور، ناتواں اور مغلوب قوموں پر تھوپ دیا جائے، بلکہ اس سے بھی واضح تر الفاظ میں یہ ہے کہ امریکی ثقافت اور کلچر کو پوری دنیا پر بالجبر نافذ کردیا جائے چاہے وہ قوم مشرق کی ہو یا مغرب کی، مسلمان ہو یا مسیحی، توحید پرست ہو یا بت پرست، ملتزم ہو یا اباحیت پسند، اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ تمام آلات، سازوسامان اور وسائل وذرائع استعمال کئے جائیں جو ممکن ہیں، مثلاً فحش کتابیں، حیاسوز صحف ومجلّات، ریڈیو، ویڈیو کیسٹس، ٹیلیویژن اور انٹرنیٹ وغیرہ۔

(العرب والعولمۃ ص ۲۹۷، ۳۰۰، ۳۰۳، عولمۃ ام امرکۃ ص ۱۷، المسلمون والعولمۃ ص ۴۶)

ثقافت گلوبلائزیشن کے نظریات کس قدر مہلک اور خطرناک ہیں ان کا اندازہ ذیل کے چند نکات سے لگایا جاسکتا ہے۔

۱- نظریۂ گلوبلائزیشن چاہتا ہے کہ ہمارے درمیان امریکی اور یورپی پیداوار اور مصنوعات عام ہوجائیں مثلاً ماکولات، مشروبات، ملبوسات وغیرہ۔

۲- نظریۂ گلوبلائزیشن چاہتا ہے کہ ہمارے درمیان اباحیت زدہ ثقافت پھیل جائے وہ تمام منکرات جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور جو تمام آسمانی شریعتوں میں ممنوع رہی ہیں۔ نظریۂ گلوبلائزیشن کے حاملین چاہتے ہیں کہ کھلی ہوئی عریانیت عام ہو جائے اور حیاسوز کلب کھول دیئے جائیں۔

۳- نظریۂ گلوبلائزیشن چاہتا ہے کہ ہمارے درمیان جنسی آوارگی عام ہو جائے۔ مرد عورت سے، عورت مرد سے بلا شرعی قید و ربط کے لطف اندوز ہوں اور بالائے ستم یہ کہ مرد مرد کے ساتھ اور عورت عورت کے ساتھ شادیاں رچائیں اور عالمی کانفرنسوں اور انتخابی مہموں میں اس چیز کا پرچار کرتے ہیں ۔

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

۴- نظریۂ گلوبلائزیشن کا خیال ہے کہ اسقاط حمل کا رواج عام ہو جائے۔ اس لئے کہ آزادئ نسواں کے علمبردار کہتے ہیں کہ بچہ عورت کے جسم کا ایک حصہ ہے اور عورت اپنے جسم میں تصرف کرنے کی مختار و مجاز ہے۔ حالانکہ وہ بھول جاتے ہیں کہ بچہ ایک ذی روح مخلوق ہے والدین کو حق نہیں کہ اس کو قتل کریں، ورنہ یہ تو دور جاہلیت کا ہی قتل ہے جس کوئی شکل دے دی گئی ہے۔ العیاذ باللہ۔

۵- نظریۂ گلوبلائزیشن اپنی خود ساختہ ثقافت امن کا شور اُٹھا کر یہ چاہتا ہے کہ اسرائیل امریکہ کی مکمل حمایت کے ساتھ ساتھ اپنی شرطوں کے مطابق اور اپنی عسکری و فوجی قوت کے ذریعے اپنے مفادات، مصالح اور امن و امان کو مسلمانوں سے منوا لے۔

۶- نظریۂ ثقافت گلوبلائزیشن ایک قابل برداشت سوسائٹی بنانا چاہتا ہے تا کہ ہم اپنی اسلامی تاریخ اور اپنی اسلامی روایات کو بھول جائیں حتیٰ کہ گلوبلائزیشن کے پرستار چاہتے ہیں کہ ہم ان قرآنی آیات سے خاموشی اختیار کر لیں جو اللہ اور اس کے انبیاء و رسل کے سلسلے میں یہود و بنی اسرائیل کی قبیح خصلتوں، ناپاک عادتوں، مذموم اور گھناونی سازشوں کے متعلق خبر دیتی ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ ہم اپنا اسلوب تعلیم اور نہج تربیت

بھی بدل لیں۔ معرکہ حطین اور قادسیہ کا ذکر نہ کریں، صلاح الدین ایوبیؒ اور نور الدین زنگیؒ کو فراموش کر دیں۔

یہ ہیں ثقافت گلوبلائزیشن کے خطرناک عزائم اور پروگرام جو کہ گلوبلائزیشن کے حاملین دنیا کی تمام قوموں خاص کر امت مسلمہ پر لاگو کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جب تک ہم اس ریلے کا مقابلہ نہیں کر سکتے، آنے والے اقتصادی ریلے کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ثقافت کا ریلا ہماری ہر چیز کو اپنی لہروں کے ساتھ بہا لے جائے گا۔

گلوبلائزیشن کا ارادہ ہے کہ ہمارے جسموں سے ہماری کھالوں کو اتار لے، ہمارا تشخص اور ہماری پہچان چھین لے، ہمارے درمیان اپنے اباحیت پسند اور تباہ کن افکار و نظریات کو رواج دے دے۔

کیا بحیثیت مسلمان ہونے کے ہم ان نظریات کو قبول کر سکتے ہیں یا ان کو سننے کے لئے ہمارے کان کھل سکتے ہیں؟ ان کے لئے ہماری آنکھیں اور ہمارے دل وا ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! تو اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم ہر اس چیز کی تردید اور اس کا انکار کریں جو ہمارے نیک ارادوں، ہمارے تہواروں، ہمارے عقائد، ہماری شریعت، ہمارے دین، اخلاق و عادات، اعلیٰ اقتدار، قومی اور ملی سرمایہ، موروثی ثقافت نیز ہماری حقیقی مصلحت سے ٹکرائے۔ اور ہم اپنے دین و ایمان کی حفاظت کریں اور صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں۔ (المسلمون والعولمۃ ص ۴۶۔۴۸)

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں، محفل انجم بھی نہیں
(اقبال)

☆☆☆

گلوبلائزیشن اور عورت

ہماری تہذیب وثقافت اور ہمارے دین میں عورت کو ایک خاص مقام عطا کیا گیا ہے، اس لئے کہ خاندانی قلعہ کا حصار، بقا اور استقامت، معاشرے کا سدھار اور بچوں کی تربیت کا انحصار اسی پر ہے۔ اس کی گود تہذیب وثقافت کا گہوارہ ہے۔

مشہور تاریخی ناول نویس نسیم حجازی کے الفاظ میں:

"میں تمہاری غیرت ہوں، تم میری عصمت کی قسم کھا سکتے ہو۔
میں وہ بہن ہوں جس کی پکار نے دمشق کے ایوانوں پر لرزہ طاری کر دیا تھا۔
محمد بن قاسمؒ کی تلوار کو میں نے بے نیام کیا تھا۔
سندھ میری خاطر فتح ہوا تھا۔
میں وہ ماں ہوں جس نے صلاح الدین ایوبیؒ اور محمود غزنویؒ کو دودھ پلایا تھا۔
جنگ حطین اور قادسیہ میں لڑنے والے مجاہدوں کو میں نے لوریاں دی تھی۔
میں وہ بیٹی ہوں جس کی رگوں میں تیمور کا خون ہے۔
لال قلعہ میرے لئے تعمیر ہوا تھا۔
میں نے اس زمین پر صدیوں تیری فتح ونصرت کے گیت گائے ہیں۔
اے قوم! دیکھ میں کون ہوں؟"

عورت ایک صالح خاندان کے لئے مضبوط رکن کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سامراج کی ہمیشہ خاندانی منصوبہ بندی پر خصوصی نظر رہی ہے اور جہاں تک ممکن ہوسکا ہے مسلم خاندان اور مسلم معاشرے کو برباد کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔

یورپ کی نظر میں شروع سے ہی مسلم عورتوں کا پردہ کھٹکتا رہا ہے اور ہر دور میں

مسلم عورتوں کے حجاب کو تار تار کرنے کی تدبیریں کرتا رہا ہے۔ آج بھی گلوبلائزیشن کے علمبرداروں کے نزدیک عورت ایک اہم شکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ یورپ کا خیال ہے کہ ہم عورت کو شکار کر کے پورے مسلم معاشرے کو تہس نہس کر دیں گے۔ اس لئے یورپ جہاں جمہوریت، حقوق انسانی، سرمایہ داری اور عالمی امن و آشتی کا شور مچاتا ہے وہیں آزادیٔ نسواں اور حقوق نسواں کے لئے بھی چیختا اور چلاتا رہتا ہے۔ عورتوں کو شکار کرنے کے لئے یہودی سازشی ذہن نے ایسی ایسی چیزیں تیار کر دی ہیں کہ کبھی عورتوں کے حاشیۂ خیال میں بھی وہ باتیں نہیں آسکتی تھیں۔ مثلاً بیوٹی پارلر کلچر، سیکس ایجوکیشن کلچر، پورنو کلچر، مانع حمل کلچر، کلچر شو کلچر، بیوٹی کونٹیسٹ کلچر، ملبوسات کلچر وغیرہ وغیرہ۔[1]

ایک طویل تجربہ کے بعد امریکہ اور یورپ نے یہ اندازہ لگایا کہ تیسری دنیا خاص کر عالم اسلام کو عسکری قوت سے ہم فتح نہیں کر سکتے ہیں تو پھر انھوں نے اختلاف و انتشار کا راستہ اختیار کیا۔ عالم اسلام میں انتشار کے بیج بونا شروع کیا۔ اس پر بھی جب ان کو مکمل کامیابی نہ مل سکی اور یہ دیکھ دیکھ کر کڑھتے رہے کہ مسلم معاشرہ دن بدن ترقی پذیر ہے، اس میں صالح معاشرہ کی خصوصیات، امتیازات، اعلیٰ مذہبی اقدار و روایات بدستور پائی جارہی ہیں جن کی بنا پر مسلم معاشرے کی بنیادیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جارہی ہیں اور یہ تمام چیزیں گلوبلائزیشن کے حصول مقاصد کے راستے میں کانٹے کی طرح بچھی ہوئی ہیں جن پر نظریہ گلوبلائزیشن اثر انداز نہیں ہوسکتا ہے۔

لہٰذا طویل نقاش، بحث و مباحثہ اور گہری سوچ بچار کے بعد انھوں نے فیصلہ کیا کہ ایک ایسی مارکیٹ کا وجود ہونا چاہئے جس میں تمام لوگ بلا حدود و قیود کے شامل ہوں۔ ایک اچھے معاشرے کی اولین اینٹ عورت ہوتی ہے، اس لئے نئے عالمی نظام گلوبلائزیشن نے اپنی تمام تر توجہ عورت کے استحصال اور استغلال پر مرکوز کر دی ہے۔ چونکہ یورپ اور

[1] ان تمام کلچروں کی تفصیلات عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال ص ۲۶۲۔۲۶۶۔ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

امریکہ میں آزادئ نسواں کی تحریک ان کے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ گئی ہے، اس لئے تمام یورپی بلاک بشمول امریکہ یہ چاہتا ہے کہ مسلم معاشرے کو بھی دیوالیہ اور کھوکھلا پن کا شکار بنادیں۔ اس لئے گلوبلائزیشن کے پرستار ہر جگہ عالمی اور بین الاقوامی ثقافت کو رواج دے رہے ہیں اور نئی تہذیبی دنیا میں ان کا نیا نام عالمی بستی (Globol Village) رکھا ہے۔ عالمی بستی کی جنسی آوارگی، عریانیت، اباحیت پسندی، اختلاط مردوزن، حیا سوز اور ہوش ربا مناظر دیکھئے تو دل ودماغ ٹھکانے لگ جاتے ہیں، اور پھر ایک ہوش وخرد کا مالک باشعور انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ کیا یہ انسانوں کا مجمع ہے جو حیوانوں سے بھی بدتر اور گئے گزرے ہیں۔

قرآن عزیز نے ایسے حیوانوں نما انسانوں کی تصویر اپنے نہایت بلیغ انداز میں یوں کھینچی ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ، ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ﴾ [التین:۹۵/۴-۵]

''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا پھر اسے نیچوں سے نیچا کردیا''۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿أُولَـٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَـٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ [الاعراف:۷/۱۷۹]

''یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی لوگ غافل ہیں''۔

مسلمان عورت کتنی محترم اور لطیف شے ہے اس کی تصویر اُردو زبان کے ایک بلند پایہ شاعر نے اپنے لطیف احساسات میں یوں کھینچی ہے:

ہے تری نسوانیت کا بانکپن شرم و حیا
رنگ بن کر وقت کے سیمیں دریچوں پر نہ جھول

مانگتی ہے مغربی تہذیب سے تو روشنی
ظلمت شب سے نہیں ممکن اجالے کا حصول
یہ کلب، یہ رقص گاہیں یہ لب ساحل یہ پارک
سارے چم خم ہیں یہ افرنگی تمدن کے فضول
عشق بے باک اور خود سر، حسن عریانی پسند
اس جنوں کی بھیڑ میں تو اپنے دامن کو ٹٹول
تو چراغ خانہ تھی اب رونق محفل ہوئی
دے کے گوہر کرلئے تونے خزف ریزے قبول
اس قدر ارزاں نہ کر خود کو تو ہے ایسی متاع
سہل ہے جس کی طلب، دشوار ہے جس کا حصول
عفت و ناموس کا گہوارہ ہے تیرا وجود
تو ہے اک خاتون مشرق اس حقیقت کو نہ بھول
تجھ سے ہے سازینۂ ہستی میں پیدا زیر وبم
تجھ سے سیکھے فصل گل نے رنگ ونکہت کے اصول
اک تبسم ہے ترا روح نشاط آب و گل
تو ہو افسردہ تو فطرت بھی نظر آئے ملول
ہے ترے دم سے توازن میں نظام کائنات
تو اگر ہو مضطرب کونین کی ہل جائے چول
سادگی و عفت و ایثار کا پیکر ہے تو
تیرے دامن پر ہے انوار سعادت کا نزول
چشم حوران بہشتی کے لئے سرمہ بنی
کیا کہوں کیا شے ہے ترے نازنیں قدموں کی دھول

تیرے ماتھے کا پسینہ ہے کہ کوثر سلسبیل
ہے بہار خلد و طوبیٰ! یا ترے آنچل کا پھول
پھوٹ نکلی ایڑیوں کی ضرب سے زمزم کی سوت
عرش سے پایا دعاؤں نے تری حسن قبول
زینب و مریم تری آغوش کے اجلے کنول
رابعہ بصری، تری تقدیس کے گلشن کے پھول
گود تیری تربیت گاہ جنید و بایزید
ہیں ترے فانوس کی شمعیں پیمبر اور رسول
اس حقیقت سے نہیں شاید ابھی آگاہ تو
تجھ میں کوئی عائشہ ہے اور کوئی زہرا بتول

(فضا ابن فیضی)

مقابلۂ حسن

عورت جو پہلے چراغ خانہ تھی اب رونق محفل بنی ہوئی ہے۔ اہل یورپ نے بازار حسن قائم کر کے ایک تیر سے دو شکار کیا ہے۔ ایک مقصد جلب منفعت اور حصول مال ہے۔ اور دوسرا مقصد اس قسم کی چیزوں کو عالم اسلام میں برآمد کرنا ہے تا کہ مسلم معاشرہ جوان چیزوں سے نا آشنا ہے آشنا ہو جائے اور وہ تمام خرابیاں جو مغربی معاشرے میں پائی جاتی ہیں مسلم دنیا کو منتقل کر دی جائیں۔ اور جو قلق و اضطراب مغرب میں پایا جاتا ہے مسلم دنیا میں بھی پایا جائے۔ وہ عورتیں اور دوشیزائیں جو حسن و جمال سے خالی ہیں، احساس کمتری کا شکار ہوں اور زیب و زینت، آرائش و زیبائش کی اشیاء خرید کر اپنے حسن کو نکھارنے اور بڑھانے کی کوشش کریں۔ کروڑوں ڈالر خرچ کریں، نفسیاتی اور جذباتی عوامل ان کے اندر کام کرتے رہیں تا کہ اپنے حسن کو نکھار کر غیر مردوں کے سامنے پیش کرتی رہیں اور نفسیاتی بیماریوں کا شکار بن جائیں۔

یورپ میں زیب وزینت کے لئے بڑی بڑی کمپنیاں قائم کی گئی ہیں جو زیبائش و آرائش کی اشیاء بناتی ہیں، عالم اسلام کو برآمد کرتی ہیں اور کروڑہا ڈالر کماتی ہیں۔ان کے اعلانات اس انداز کے ہوتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں میں ہیجانی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ دونوں جنسوں میں حیوانی جبلت پرورش پانے لگتی ہے۔شہوانی احساسات اور جذبات ابھرنے اور اُمڈنے لگتے ہیں اور پھر نوجوانوں کو غیر شرعی اور غیر اخلاقی حرکات پر برانگیختہ کرنے لگتے ہیں۔

یہ ہے ثقافت گلوبلائزیشن کا ایک منظر جس کی دعوت امریکہ اور اس کے حواری مواری دے رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ مشرق کی ثقافت مغرب کی ثقافت سے، فسق وفجور اور الحاد پسندوں کی ثقافت، اہل مذہب اور اہل دین کی ثقافت سے، اہل کتاب کی ثقافت بت پرستوں کی ثقافت سے، مسلمانوں کی ثقافت غیر مسلموں کی ثقافت سے، عرب کی ثقافت عجم کی ثقافت سے، شہر کی ثقافت دیہات کی ثقافت سے جدا اور مختلف ہے۔ پھر بھی گلوبلائزیشن کے پرستار یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تمام دنیا میں صرف ایک ہی ثقافت رہے۔ باقی تمام ثقافتیں امریکی ثقافت میں مدغم ہو جائیں اور تمام بنی نوع انسان مائیکل جیکسن اور ہولیوڈ کی ثقافت کو اپنالیں کہ اس میں روحانی اور مادی ترقی کا راز مضمر ہے۔(المسلمون والعولمة ص۷۰) وااسفاه!

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً، الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعاً﴾

[الکہف:۱۸/۱۰۳-۱۰۴]

”کہہ دیجئے کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتادوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہوگئیں اور وہ اس گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔“

گلوبلائزیشن اور مذاہب عالم

گلوبلائزیشن کا شور مچانے اور علم اٹھانے والوں نے گلوبلائزیشن کے پروگراموں میں علانیہ طور پر مذہب کو شامل نہیں کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر علانیہ مذہب کو شامل کر لیتے تو دنیا کے مختلف الخیال مذاہب کے ماننے والوں کے جذبات واحساسات کو ٹھیس پہنچتی اور پوری دنیا میں مسائل کھڑے ہو جاتے، پھر ہر جگہ گلوبلائزیشن کو اپنے پروگراموں کو بروئے کار لانے اور منزل مقصود تک پہنچانے میں مزاحمت اور دشواری کا سامنا کرنا پڑتا، بلکہ بہت سارے ملکوں سے گلوبلائزیشن کو دیس نکالا دے دیا جاتا۔ اس لئے بظاہر گلوبلائزیشن کے خوشنما چہروں کے پیچھے نہایت مکروہ چہرے چھپے ہوئے ہیں اور دبیز پردوں کی آڑ میں اپنا کام کر رہے ہیں۔ وہ ثقافت گلوبلائزیشن کے تحت چاہتے ہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب مٹ جائیں صرف عیسائی مذہب باقی رہ جائے۔ اس لئے کہ ان کی نظر میں عیسائی مذہب ہی امن وسلامتی اور آشتی کا پاسبان اور پیغام رساں ہے۔ ذیل میں ہم اس بات کا ذرا تفصیل سے جائزہ لیں گے۔

نصرانیت کی تبلیغ

آج دنیا بھر میں جس بڑے پیمانے پر انجیل کے ماننے والے دونوں گروہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں اور دنیا بھر میں ان کی مشنریوں کا جال بچھا ہوا ہے، اسی ایک بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گلوبلائزیشن کا ہدف اور نشانہ مذہب بھی ہے اور پوری دنیا کو مسیحی دنیا بنانا چاہتے ہیں۔

مغرب کے جب پرانے استعماری حربے سیاسی اور عسکری اپنا کام نہ کر سکے تو

اب وہ نئے ہتھیار سے لیس ہو کر میدان میں اترے ہیں، تاکہ پوری دنیا کو نصرانیت کے جھنڈے تلے جمع کر سکیں۔ وہ پوری کوشش میں ہیں کہ پوری دنیا کو مسیحی دنیا میں تبدیل کردیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہر ہتھیار خواہ اقتصادی ہو یا سیاسی، ٹکنالوجی ہو یا میڈیائی، اتصلاتی ہو یا معلوماتی وہ پورے زور وشور کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں۔ افغانستان میں آٹھ مسیحی مبلغین کی گرفتاری اس کی ایک معمولی کڑی ہے۔[1]

چنانچہ ۱۹۷۷ء میں پوری دنیا سے عیسائی مبلغین سوئیزرلینڈ کے شہر ''باسل'' میں اکٹھا ہوئے اور اس اجتماع میں پوری گفتگو صرف ایک نکتہ پر گردش کرتی رہی۔ وہ نکتہ یہ تھا کہ پوری دنیا کو مسیحی دنیا کیسے بنایا جائے؟ آج پوری دنیا میں عیسائی مشنریوں کے مراکز کی تعداد 171 ہے جب کہ صرف ہندوستان میں ان کے 78 مراکز پائے جاتے ہیں۔ عیسائی مشنریاں ان ممالک میں زیادہ سرگرم عمل ہیں جن کی اقتصادی پوزیشن کمزور اور ابتر ہے۔ عوام قلت خوراک اور بھوک مری کے شکار ہیں۔ عیسائی مشنریاں انسانی ہمدردی اور انسانی حقوق کے نام پر خوراک، ادویات اور ملبوسات کی ترسیل اور امداد ضرور کرتی ہیں مگر اسی امداد اور ہمدردی کی آڑ میں عیسائیت کی بھرپور تبلیغ کرتی ہیں۔

عیسائی افریقہ اور ایشیاء میں اپنے اس مقصد میں بہت حد تک کامیاب نظر آتے ہیں۔ عالم عربی اور عالم اسلام میں اگرچہ ان کو اس میدان میں خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی ہے تاہم وہ اپنے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے ایمان اور اسلام کو متزلزل کر رہے ہیں۔ نصف صدی سے عالم اسلام کے سب سے بڑے اسٹیٹ انڈونیشیا کو مسیحی اسٹیٹ بنانے کی کوشش میں سرگرداں ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام پر نصرانیت غالب آجائے۔ بعض حصوں میں جزوی طور پر کامیاب بھی ہوئے ہیں مثلاً مشرقی تیمور کا حصہ وغیرہ۔

اللہ جزاء خیر دے ڈاکٹر محمد ناصر (سابق انڈونیشی وزیر اعظم) اور ان کے انصار و اعوان کو جو عیسائی محاذ کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں اور اپنی بساط بھر اس کا توڑ کر رہے ہیں

[1] یہ اس وقت کی بات ہے جب افغانستان میں طالبان کی حکومت تھی۔

ورنہ اب تک پورا انڈونیشیا نصرانیت کے جھنڈے تلے آچکا ہوتا۔[1]

عیسائی مشنریاں پوری دنیا میں اور خاص کر عالم اسلام میں اسلام کے خلاف کس قدر سرگرم عمل ہیں اس کا اندازہ کنیڈا سے شائع ہونے والے میگزین ''کرینٹ'' کے ذیل کے مضمون سے لگایا جا سکتا ہے۔

''عیسائی مشنری کے ذریعہ عیسائی بنانے کا پروگرام دنیا کے تمام ممالک میں زیر عمل ہے۔ مگر خصوصی طور پر اسلامی مملکت میں پوری توانائی، بیدار مغزی اور دوررس پروگراموں اور اسکیموں کے تحت جاری وساری ہے۔ دنیا صرف اور صرف اس وقت ہی امن کا گہوارہ بن سکتی ہے جب دنیا کی پوری آبادی عیسائی مذہب کو اختیار کرلے۔ اس مقدس مقصد کے حصول کے لئے جو کہ ہمارا سب سے بڑا مقصد حیات ہے، مختلف پروگرام بروئے کار لائے جارہے ہیں جس کی ایک کڑی انڈونیشیا میں عیسائی اور اس کے اتحاد کے پروگرام سے شروع ہوتی ہے۔ اس مقصد عظیم کے لئے امریکہ اور دیگر مغربی ممالک دل کھول کر مدد کررہے ہیں اور اس کی ذیلی بے شمار ایجنسیاں مختلف اسلامی ممالک میں مختلف ناموں سے مصروف عمل ہیں۔ کہیں وہ مشنریوں کے بھیس میں اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں اور کہیں وہ مائننگ اکسپرٹ کی حیثیت سے مصروف کار ہیں۔ یہ سب ایجنسیاں سی آئی اے کی ذیلی نمائندہ ہیں۔ انڈونیشیا کی عیسائی امہ کو باخبر رہنا چاہئے کہ ہم سب امریکی حکومت کے خیر خواہ ہیں۔ مزید برآں اپنے ٹارگیٹ تعلیمی شعبہ کے ذریعہ اور کہیں امریکی ایڈ اور آرمی میں مختلف نام نہاد خیر خواہانہ طرز عمل کے ذریعہ حاصل کرنے کی سعی میں مصروف عمل ہیں۔ انڈونیشیا کی عیسائی امہ کو باخبر رہنا چاہئے کہ حکومت انڈونیشیا خصوصی اسباب کی بنا پر امریکی حکومت اور سی آئی اے کے

[1] المسلمون والعولمۃ ص ۷۴، ۷۵۔ روزنامہ انقلاب ممبئی ص ۲ جمعہ ۴ ستمبر ۲۰۰۱ء

زیر اثر ہے جس کی بدولت دھڑا دھڑ عیسائی امہ مسلمانوں کو عیسائی بناتی چلی جارہی ہے۔ ہماری اور یہاں کے سب عیسائی امہ کی اولین ضرورت یہ ہے کہ مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم ہونے کے اسباب مہیا کرتے رہنا ہے۔ آپس میں مسلمانوں کے اتفاق اور اتحاد کو بکھیر دینے کی ہر پالیسی پر عمل پیرا ہو کر اس مقدس مشن کے لئے سرگرم عمل رہنا ہے۔" (ماہنامہ مجلہ الدعوۃ ص ۱۷ فروری ۱۹۹۳ء)

سوئزرلینڈ کانفرنس ۱۹۷۷ء کے بعد ۱۹۷۸ء میں امریکی شہر کلوراڈو میں ایک سو پچاس مسیحی مبلغین کی کانفرنس صرف اس لئے بلائی گئی کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کو کیسے عیسائی بنایا جائے۔ اس کانفرنس میں باقاعدہ اس مقصد کا اعلان بھی کیا گیا۔ اس کانفرنس میں اسلام اور مسیحیت کے متعلق چالیس نکات پر بحث جاری رہی کہ کون سا نیا پروگرام اور نیا طریقۂ کار اور نئی تدبیریں اختیار کی جائیں تاکہ مسلمانوں کو نصرانیت میں تبدیل کیا جاسکے۔

چنانچہ اس پروگرام کے تحت ایک معہد کا قیام عمل میں آیا جس کا نام "معہد زویمر"[1] رکھا گیا جس کا خاص مقصد یہ طے پایا کہ مسیحی ماہرین مبلغین کی کھیپ تیار کی جائے اور ان کے اندر مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔ کانفرنس میں شریک مسیحی مبلغین نے نہایت قلیل مدت میں اس ناپاک مقصد کے لئے ایک ہزار ملین ڈالر جمع کرلیا ہے۔ (المسلمون والعولمۃ ص ۷۶)

عصر حاضر میں امت مسلمہ کو جن خارجی چیلنجوں کا سامنا ہے عیسائیت اس میں سرفہرست ہے۔ اسلام اور عیسائیت کی یہ سرد جنگ کثیر جہتی ہے اور کئی محاذوں پر لڑی جارہی ہے، انھیں میں سے ایک محاذ "مشنریوں" کا بھی ہے۔ لیکن یہ مشنریاں اسلام کے درپے

---

[1] "زویمر" وہ خبیث یہودی شخص ہے جس نے بیسویں صدی کے شروع میں ۱۹۰۶ء میں قاہرہ کے اندر مسیحی تبشیری کانفرنس کی صدارت کی تھی اور بحرین میں رہائش پذیر تھا اس کی یادگار میں یہ معہد قائم کیا گیا ہے۔ (الموسوعۃ المیسرۃ ۱۶۳)

کیوں ہیں؟ جواب یہ ہے کہ ان کا واحد مقصد چونکہ عیسائیت کی بقا اور غلبہ ہے اور اسلام اپنی انفرادیت اور جامعیت کے سبب ان کی راہ میں حائل ہے اس لئے دونوں میں ٹکراؤ ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشنریاں کسی طرح بھی اسلام کے حق میں مخلص نہیں ہوسکتیں۔

اس سلسلے میں ایک امریکی مجلہ لکھتا ہے:

''مسلمان پانچ سو سال تک سوتے رہے لیکن اب وہ حرکت میں آرہے ہیں اور غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لئے سازشیں اور رات دن کی سرگرمیاں ضروری ہیں تاکہ اسلامی بیداری نہ آسکے اور اسلام کمزور و غیر متحرک ہی رہے۔''

اسی طرح ایک عیسائی مشنری کہتی ہے:

''اسلام عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔''

صموئیل زویمر نے قدس کانفرس میں مشنریوں کو مخاطب کر کے کہا تھا:

''تم لوگوں کا مشن یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام سے نکال دو تاکہ یہ لوگ ایک خدانا آشنا مخلوق اور بداخلاق قوم بن جائیں حالانکہ قومیں اعلیٰ اخلاق کی بنا پر زندہ رہتی ہیں۔ اپنے عمل کی بنا پر تم لوگ اسلامی ممالک میں سامراجی طاقتوں کی فتح کا پیش خیمہ ثابت ہوگے۔'' (عیسائی مشنریاں ص ۱۱۔۱۳)

اس اقتباس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بنیادی طور پر مشنریوں کے پیش نظر تین مقاصد ہوتے ہیں۔

۱- عیسائیت کی تبلیغ اور پوری دنیا کو عیسائی بنانا۔

۲- غیر عیسائیوں کی دینی روح کو مردہ کرنا کیوں کہ اس کے بغیر پہلا مقصد حاصل ہی نہیں ہوسکتا۔

۳- سامراجی قوتوں کے ساتھ تعاون۔

(عیسائی مشنریاں اور ہندوستان میں ان کا طریقہ کار ص ۱۳)

مشنریاں اور عالمی کانفرنسیں

عیسائی مشنریاں مختلف اوقات میں مختلف عالمی کانفرنسیں منعقد کرتی رہی ہیں جن کی قدرے تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

- قاہرہ کانفرنس ۱۹۰۶ء۔ جس میں ۶۲ اشخاص شریک ہوئے۔
- اڈنبرگ کانفرنس ۱۹۱۰ء۔ جس میں ۱۵۹ مندوب شریک ہوئے۔
- لکھنؤ کانفرنس ۱۹۱۱ء
- بیروت کانفرنس ۱۹۱۱ء
- قدس کانفرنس ۱۹۲۴ء، ۱۹۲۸ء
- ۱۹۳۵ء جس میں ۱۲۰۰ مندوب شریک ہوئے۔
- مدراس کانفرنس انڈیا ۱۹۳۸ء
- دہلی کانفرنس انڈیا ۱۹۳۸ء
- لوزان کانفرنس سوئزرلینڈ ۱۹۷۴ء
- کولریڈو کانفرنس امریکہ ۱۹۷۸ء

اس کانفرس میں ایک سو پچاس مندوب شریک ہوئے تھے اور اس کی کارروائی دو ہفتے تک بند کمرے میں ہوتی رہی جس میں مسلمانوں کو نصرانی بنانے کے لئے نہایت خطرناک حکمت عملی وضع کی گئی اور اس کو خفیہ بھی رکھا گیا۔

- سویڈن کانفرنس ۱۹۸۱ء

اس کانفرنس میں لوزان اور کولریڈو کانفرنسوں کے نتائج کا جائزہ لیا گیا اور تیسری دنیا کو نصرانی جھنڈے تلے لانے کے لئے ایک نیا لائحۂ عمل تیار کیا گیا۔

اسی طرح استنبول کانفرنس، حلوان مصر کانفرنس، لبنان کانفرنس، بغداد کانفرنس،

شیکا گو امریکہ کانفرنس وغیرہ اور بل ٹیمور کانفرنس امریکہ ۱۹۴۲ء جو نہایت خطرناک کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں ابن گوریون یہودی بھی شامل تھا اور پھر دوسری جنگ عظیم کے بعد مشنریوں نے نیا منصوبہ بنایا جس کے تحت ہر چھ سات سال کے بعد اپنی عالمی کانفرنسیں منعقد کرتی رہی ہیں۔ مثلاً

- امسٹرڈام کانفرنس ہالینڈ ۱۹۴۸ء
- ایونسٹون کانفرنس امریکہ ۱۹۵۴ء
- نئی دہلی کانفرنس ہندوستان ۱۹۶۱ء
- اونٹالا کانفرنس یورپ ۱۹۶۷ء
- جکارتا کانفرنس انڈونیشیا ۱۹۷۵ء

اس کانفرنس میں ۳۰۰۰ مسیحی مبلغین نے شرکت کی تھی۔ مشنریاں ان کانفرنسوں میں اپنی سابقہ سرگرمیوں اور کارکردگی کا جائزہ لیتی ہیں اور مستقبل کے لئے لائحۂ عمل اور منصوبہ بناتی ہیں۔

''چنانچہ ۱۴۰۵ھ میں کرائے گئے ایک سروے کے مطابق انڈونیشیا میں دومدرسے (کروکل)، تیرہ تنظیمیں اور سات لاکھ کارکن سرگرم عمل ہیں۔ بنگلہ دیش میں دوسو پچاس تنظیمیں کام کررہی ہیں۔ افریقہ میں ۱۶۶۷۱ مشن اسکول اور ۱۰۴۰۰۰۰ کارکن سرگرم ہیں۔ کلیساؤں کے تحت چلنے والی یونیورسٹیوں کی تعداد پانچ سو ہے۔ افریقہ میں مشنریوں کی ان سرگرمیوں پر امریکہ سالانہ ۶۰۰ ملین ڈالر خرچ کرتا ہے۔[1]

اب اگر گلوبلائزیشن کے پیش نظر اور اس کے پروگرام میں مذہب شامل نہیں ہے تو پھر امریکہ ان مشنریوں پر سالانہ چھ سو ملین ڈاکر کیوں خرچ کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مشنریاں سامراجی قوتوں کا آلۂ کار ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے لئے خفیہ معلومات مہیا

---

[1] الموسوعة الميسرة ص۱٦۳، ۱٦٤، التنصير خطة لغزو العالم الاسلامی ص ٥۱۱، ٥۱۲
عیسائی مشنریاں ص ۱۱، ۱۲

کرتی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے لئے ان کی سرگرمیاں نہایت خطرناک ہیں، فتنہ وفساد اور جنگوں پر ابھارتی ہیں۔ نسلی اور قومی بغض وعداوت اور اضطرابات کو ہوا دیتی ہیں[1]۔ مثلاً فرعونیت کو مصر میں، فینیقیت کو شام، فلسطین اور لبنان میں، آشوریت کو عراق میں، بربریت کو شمالی افریقہ میں اور اس سے ان کا مقصد مسلمانوں کی قوت کو کمزور کرنا ہے۔

ہندوستان کے سابق وزیراعظم راجیو گاندھی نے ''فرقہ پرستی'' کے خلاف ایک روزہ کنونشن کی اپنی افتتاحی تقریب میں یورپ، امریکہ اور مسیحیت پر بے لاگ اور جرأت مندانہ تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

> ''ہم مغربی خیالات سے بہت زیادہ متاثر ہیں حالانکہ یہ مسیحی تصورحیات کے سوا اور کچھ نہیں ہیں۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ امریکہ اور یورپ کے باشندے انتہائی سیکولر ہوتے ہیں' میں ان سے اتفاق نہیں رکھتا۔ ان ممالک کے لوگ مسیحیت کے علاوہ کسی اور نظریہ کو آسانی سے قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ سلمان رشدی کی کتاب پر جو ہنگامہ ہوا وہ دراصل مسیحی اور مسلم نظریات کا ٹکراؤ تھا۔
>
> یورپ میں سوشلزم کا زوال ایک طرح سے مسیحیت کی فتح ہے۔ اس معرکے کی تیاری دوسری جنگ عظیم سے ہی کی جارہی تھی۔ اس کا دوسرا دور مسلم بنیاد پرستی کے خلاف ہوگا۔''

(روزنامہ ہندوستان ٹائمز مورخہ ۱۲ر مئی ۱۹۹۰ء بحوالہ ماہنامہ التوعیہ نئی دہلی اگست ۱۹۹۰ء)

وزیراعظم راجیو گاندھی کی یہ بات کوئی سطحی یا اخباری تجزیہ نہیں ہے بلکہ ان کی یہ تقریر ایک طویل ترین مشاہدہ، گہرے اور ہمہ گیر سیاسی تجربات کی آئینہ دار کہی جاسکتی ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے اپنی زندگی کے تقریباً تیس سال عالمی سیاست کی گہما گہمی اور ہنگامہ خیزی میں گزارا تھا۔ ملکی اور عالمی سیاست ان کے گھر کی لونڈی تھی۔ ان کے نانا جواہر لال نہرو کا

شمار دنیا کے عظیم ترین سیاست دانوں میں ہوتا تھا اور ان کی والدہ اندرا گاندھی کا عالمی سیاست میں ایک خاص مقام تھا۔ راجیو گاندھی کی اس تقریر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امریکہ اور یورپ کے قول و فعل میں کتنا تضاد ہے اور ان کے دل و دماغ سیکولر نہیں بلکہ مسیحی ہوتے ہیں اور پوری دنیا کو مسیحیت کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہی ان کا مقصد حیات ہے۔

راجیو گاندھی کی یہ بات کہ "اس کا دوسرا دور مسلم بنیاد پرستی کے خلاف ہوگا۔" ڈاکٹر صمویل[1] کی اس بات "اشتراکیت کا خاتمہ عالمی مشکلات کا آخری حل نہیں ہے بلکہ اسلام ہی مغربی تہذیب کا دشمن نمبر ایک اور اس کے لئے حقیقی خطرہ ہے" [2] سے کس قدر ہم آہنگ ہے۔

جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں اسلام ہے
(اقبال)

☆☆☆

[1] اس شخص نے "تہذیبوں کے ٹکراؤ" کا نظریہ وضع کیا ہے۔
[2] عولمۃ ام امرکۃ ص ٦٧

گلوبلائزیشن اور صیہونیت

گلوبلائزیشن کا دینی پہلو اور نظریہ یہ ہے کہ پوری دنیا کو نصرانی دنیا بنایا جائے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ وہی گلوبلائزیشن عالمی یہودی مفاد کے لئے کام کرتا ہے یعنی صیہونیت اور حکومت اسرائیل کے لئے گلوبلائزیشن سرگرم عمل ہے۔ گلوبلائزیشن کی جتنی بھی قسمیں ہوسکتی ہیں؛ سیاسی، اقتصادی، ثقافتی اور دینی؛ امریکہ کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر وضع کی جاتی ہیں اور وجود میں آتی ہیں اور ضمناً مغربی دنیا بھی پیش نظر ہوتی ہے لیکن اخیر میں سب سے زیادہ جس کو فائدہ پہنچتا ہے وہ اسرائیلی حکومت ہی ہے۔

ایک طرف گلوبلائزیشن کے علم برداروں کا یہ اعلان ہے کہ دنیا اسی وقت امن وامان اور صلح وآشتی کا گہوارہ بن سکتی ہے جب کہ پوری دنیا مسیحیت ونصرانیت کے جھنڈے تلے جمع ہوجائے۔ پھر آخر وہ کون سی بات ہے کہ آخری مرحلہ پر پوری مسیحی دنیا اسرائیل کے سامنے سرنگوں ہوجاتی ہے بالعموم مغرب میں اور بالخصوص امریکہ میں جو بھی تحریک اٹھتی ہے یا جو بھی نظام وجود میں آتا ہے اس کے پس منظر میں یہودی ذہن ہی کارفرما ہوتا ہے اور جو بھی پروگرام بنتا ہے اسرائیل کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر بنایا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ پورا یورپ اور پورا امریکہ یہودیوں کے مضبوط شکنجوں میں جکڑا ہوا ہے جس سے نکلنا ممکن نہیں ہے۔ اور جو بھی نظریہ امریکہ ویورپ سے اٹھتا ہے وہ در اصل مسیحی نہیں بلکہ یہودی نظریہ ہی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تقریباً ۸۰ سال قبل اقبال نے صورت حال کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے جو اپنا سیاسی تجزیہ پیش کیا تھا کل بھی صحیح تھا اور آج بھی اپنی جگہ پر اٹل ہے کہ:

فرنگ کی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے

(اقبال)

اور ڈاکٹر جلال امین نے بڑی قیمتی بات کہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''کوئی بھی (مغربی) فکر پہلے یورپین ہوتی ہے پھر امریکن اور آخر میں اسرائیلی۔'' (المسلمون والعولمۃ-ص ۱۷)

آج جب کہ پوری دنیا میں تخفیف اسلحہ اور دور مار ہتھیار کے عدم پھیلاؤ پر زور دیا جارہا ہے، دنیا کے بہت سارے ممالک اپنی فوج اور فوجی اخراجات میں کمی کررہے ہیں یا کمی کرنے کے بارے میں معاہدے کررہے ہیں، مگر اسرائیل اپنی فوجی قوت کو بڑھارہا ہے اور اس سے اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہورہا ہے۔ دنیا بھر کے ممالک، بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور انٹرنیشنل بنک سے توجیہات وتعلیمات جاری ہوتی ہیں جن پر دنیا کے تمام ممالک کو عمل کرنا ضروری ہوتا ہے لیکن حکومت اسرائیل کے لئے یا تو سرے سے تعلیمات جاری ہی نہیں ہوتی ہیں اور اگر سوئے اتفاق کبھی جاری بھی ہوئی ہیں تو حکومت اسرائیل ان تعلیمات کو خاطر میں لائی ہی نہیں ہے۔ اسرائیل کے پاس گلوبلائزیشن کے سلسلے میں ایک خاص تصور پایا جاتا ہے جس کو اسرائیل اپنے آس پاس کے ممالک پر لاگو کرنا چاہتا ہے۔ یہ سرائیلی تصور میڈل ایسٹ (مشرق وسطیٰ) کا تصور ہے جس کو اسرئیل رواج دے رہا ہے۔ یہ چھوٹا گلوبلائزیشن ہے اور جو باتیں گلوبلائزیشن کے دفاع میں کہی جارہی ہیں، وہ ساری کی ساری باتیں اسرائیل کے دفاع میں کہی جارہی ہیں مثلاً فوجی قوت کا توازن، امن وشانتی کا پیغام، قدیم قومی اور وطنی روایات ونظریات سے دست برداری۔ کھلی ہوئی مارکیٹ کا وجود، بلا قیود وحدود ایک دوسرے سے تعامل وتفاعل اور تعاون وغیرہ وغیرہ۔ (العرب والعولمۃ-ص ۱۶۳)

یہی مذکورہ باتیں مشرق وسطیٰ کے دفاع میں بھی کہی جاتی ہیں۔ جنگ وجدال کی بربادیاں اور گلوبلائزیشن کی تعریف بھی یہی ہے۔ لیکن عین اسی وقت حکومت اسرائیل اس کے برعکس کرتی ہے، اپنے نظریات پر قائم ہے۔ اور مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے۔ کھلی ہوئی

مارکیٹ کی منکر ہے اور اقتصادی قدروں کو پائمال کرتی ہے اور اپنی قدیم قومی اور وطنی روایات ونظریات پر جمی ہوئی ہے اور مسلسل فلسطینیوں کے خلاف جنگ جاری رکھے ہوئے ہے۔ اور یہ سب امریکیوں کی شہ پر ہو رہا ہے کیونکہ "یہودیوں نے صدیوں سے یہ پروپیگنڈہ کر رکھا ہے کہ حضرت مسیح کی دوبارہ آمد اسی صورت میں ہوگی جب تمام یہودی اپنے اصل وطن فلسطین واپس چلے جائیں گے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصل میں یہودی ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اللہ کی رحمت امریکیوں پر اس وقت تک رہے گی جب تک کہ وہ یہودیوں کی حمایت وتائید کرتے رہیں گے۔" (مغربی میڈیا اور اس کے اثرات ص ۳۷)

حشر کب ہوگا؟ یہی تو حشر کے آثار ہیں

☆☆☆

باب (۲)

گلوبلائزیشن کے وسائل تنفیذ

۱- اقوام متحدہ
۲- عالمی بینک گروپ
۳- عالمی مالیاتی فنڈ
۴- عالمی تجارتی تنظیم

امریکہ اور مغربی ممالک نصف صدی سے تیسری دنیا اور خاص کر اسلام پر ظلم وستم روا رکھنے کے لئے انہیں اداروں کو استعمال کرتے آرہے ہیں۔ آج گلوبلائزیشن کے علمبرداروں نے کسی نئے ہتھیار کو آزمانے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ انہیں اداروں کو ازسرنو حرکت میں لے آئے ہیں۔ اور ان کی حرکت وعمل میں ذرا تیزی پیدا کردی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی ادارے گلوبلائزیشن کے خدمت گزار ہیں اور گلوبلائزیشن کے نفاذ میں پیش پیش رہتے ہیں۔

اقوام متحدہ کا قیام

اعلان لندن ۱۲/جون ۱۹۴۱ء، میثاق اوقیانوس ۱۴/اگست ۱۹۴۱ء، وائٹ ہاؤس کانفرنس یکم جنوری ۱۹۴۲ء، ماسکو کانفرنس اکتوبر ۱۹۴۳ء، تہران کانفرنس دسمبر ۱۹۴۳ء، ڈمبارٹن اوکس کانفرنس دسمبر ۱۹۴۴ء مالٹا کانفرنس ۱۱/فروری ۱۹۴۵ء اور سان فرانسسکو کانفرنس اپریل ۱۹۴۵ء کے بعد اقوام متحدہ کا مکمل خاکہ تیار ہوا، اور اس خاکے میں رنگ بھرنے کے لئے دو عالمی دماغ کام کررہے تھے ایک تھا روزفلٹ امریکی صدر، اور دوسرا چرچل تھا، برطانیہ کا وزیر اعظم۔

چنانچہ ۲۵/اپریل ۱۹۴۵ء کو امریکہ کے شہر سان فرانسسکو میں پچاس ملکوں کے

نمائندوں پر مشتمل کانفرنس منعقد ہوئی اور اسی کانفرنس میں اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی گئی۔ پھر اقوام متحدہ کا ایک منشور تیار کیا گیا جس کو آج ہم یو این او کے چارٹر سے جانتے ہیں۔ اس چارٹر پر پچاس ملکوں کے نمائندوں نے ۲۶/ جون ۱۹۴۵ء کو دستخط کیے۔ پھر ۲۴/ اکتوبر ۱۹۴۵ء سے اس (یہودی) ادارہ نے باقاعدہ اپنے کام کا آغاز کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال ۲۴/ اکتوبر کو یوم اقوام متحدہ کی حیثیت سے منایا جاتا ہے۔ [1]

اقوام متحدہ کے مقاصد

۱- بین الاقوامی امن قائم کرنا اور نسلوں کو جنگ کی تباہ کاریوں سے بچانا۔

۲- لوگوں کو مساوی حقوق دلانا۔ دنیا سے جہالت، غربت اور بیماری کو دور کرنا۔

۳- جملہ ممالک کے درمیان دوستانہ تعلقات بڑھانا۔

۴- بین الاقوامی اقتصادی، سماجی، تمدنی اور دوسری انسانی الجھنوں کو سلجھانے میں مدد دینا۔

۵- انسانی حقوق کے بارے میں قوم، مذہب، زبان اور مرد و عورت کے فرق کے بغیر احساس تعلیم پیدا کرنا۔

۶- بین الاقوامی قوانین مرتب کر کے قوموں کے باہمی تنازعات کو انہیں قوانین کے ذریعہ حل کرنا۔

۷- پرانے اور نئے مسائل کو گفت و شنید کے ذریعہ حل کرنا تاکہ عالمی امن و انصاف پر کسی قسم کی آنچ نہ آنے پائے۔

۸- ان اصولوں کی تکمیل کے لئے تمام ملکوں کے کام میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی

[1] الغنیمی فی التنظیم الدولی ص ۵۴۳۔ ۵۴۷ ایضاً حاضر العالم الاسلامی ص۱۴۳۔ ۱۴۵ ایضاً الامم المتحدہ ص۹۔۱۳ ایضاً بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل ص۳۸۵ ۳۸۶ ایضاً مجلۃ الدعوۃ ص۱۵ ستمبر ۲۰۰۰ء۔

خاطر جہد و سعی کرنا۔[1]

اقوام متحدہ کے اہم ادارے

اس عالمی ادارے کا انتظام مختلف شعبوں کے سپرد ہے اور منشور کے مطابق چھ بڑے ادارے قائم کئے گئے ہیں۔

۱- **جنرل اسمبلی**: یہ انجمن اقوام متحدہ کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ تمام ممالک جو اقوام متحدہ کے ممبر ہیں اس کے رکن ہوتے ہیں۔ ہر ملک اپنی مرضی سے زیادہ سے زیادہ پانچ مندوب نمائندگی کے لئے بھیج سکتا ہے۔ لیکن اسے صرف ایک ووٹ دینے کا حق ہوتا ہے۔ جنرل اسمبلی کا اجلاس ہر سال ستمبر میں ہوتا ہے۔ اس ادارے میں ہر مسئلے پر بحث ہوسکتی ہے جو چارٹر کے دائرۂ اختیار میں ہو۔ اسمبلی اجلاس میں فیصلے ۲/۳ کی اکثریت رائے سے ہوتے ہیں۔

فرائض واختیارات

(۱) عالمی امن وسلامتی کو برقرار رکھنے کے لئے تعاون کے اصولوں پر تبادلۂ خیال کرنا۔ سفارشات پیش کرنا۔ ان میں تخفیف اسلحہ سے متعلق اصولوں اور ترمیموں کے ضابطے شامل ہیں۔

(۲) عالمی امن اور سلامتی پر اثر انداز ہونے والے کسی بھی مسئلے پر غور کرنا اور اس کے بارے میں سفارشیں پیش کرنا ہے۔ البتہ ان میں وہ حالات اور مسائل شامل نہیں ہوں گے جو اس وقت سلامتی کونسل میں زیر غور ہوں۔

(۳) منشور کے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے ایسے معاملے کے بارے میں سفارشیں کرسکتی ہے جس سے اقوام متحدہ کے کسی دوسرے ادارے کے اختیارات وفرائض پر اثر

---

[1] حاضر العالم الاسلامی ص ۱٤٥ ایضاً اردو انسائیکلوپیڈیا ص ۱۰٤ ایضاً بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل ص ۳۸۷ ایضا مجلة الدعوة ص ۱۵ ستمبر ۲۰۰۰ء

پڑتا ہے۔

(۴) عالمی سیاسی تعاون، بین الاقوامی قانون کی تدوین، انسانی حقوق، بنیادی آزادیوں کے حصول، معاشی، سماجی، ثقافتی، تعلیمی اور مختلف شعبوں میں عالمی تعاون بڑھانے کی تدابیر کرنا اور سفارشیں کرنا۔

(۵) ہر ایسے معاملے کے پرامن تصفیہ کے لئے سفارشیں کرنا جس سے ریاستوں کے درمیان دوستانہ تعلقات خراب ہونے کا اندیشہ ہو، یہ معاملہ کسی بھی قسم کا ہوسکتا ہے۔

(۶) اقوام متحدہ کے تمام اداروں کی رپورٹیں حاصل کر کے ان پر تبادلۂ خیال کرنا۔

(۷) خصوصی اہمیت کے حامل علاقوں کے سوا تمام علاقوں کے لئے امانتی معاہدوں پر عمل درآمد کرانے کے لئے امانتی کونسل کے ذریعہ نگرانی کرنا۔

(۸) اقوام متحدہ کے بجٹ پر تبادلۂ خیال کرنے کے بعد اس کی منظوری دینا، ممبران کے درمیان حصہ رسدی کا تعین کرنا اور خصوصی اداروں کے بجٹوں کی جانچ پڑتال کرنا۔

(۹) سلامتی کونسل کے غیر مستقل ممبروں، اقتصادی وسماجی کونسل اور امانتی کونسل کے ان ممبروں کا انتخاب کرنا جو منتخب کئے جاتے ہیں۔ بین الاقوامی عدالت انصاف کے ججوں کے انتخاب میں سلامتی کونسل کی سفارش پر سکریٹری جنرل کا تقرر کرنا۔[1]

۲- سلامتی کونسل: سلامتی کونسل کی رکنیت جنرل اسمبلی کی طرح اقوام متحدہ کے تمام اراکین کو نہیں دی جاتی۔ بلکہ سلامتی کونسل کے صرف پندرہ اراکین ہوتے ہیں جن میں پانچ ممالک امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور چین مستقل ممبر ہیں۔ اور دس ممالک غیر مستقل ممبران ہیں جن کا انتخاب دو سال کے لئے جنرل اسمبلی کرتی ہے سلامتی کونسل کا اجلاس کسی وقت بھی طلب کیا جاسکتا ہے۔ اس کا صدر انگریزی حروف تہجی کے اعتبار سے ہر ماہ مقرر کیا جاتا ہے تاکہ تمام ممبران کو سلامتی کونسل کی صدارت کا موقع مل

[1] اردو انسائیکلوپیڈیا ص ۱۰۵ ایضاً بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل ص ۳۹۱۔۳۹۲ ایضاً مجلۃ الدعوۃ ستمبر ۲۰۰۰ ایضاً حاضر العلوم الاسلامی ص ۱۴۵۔

جائے۔ سلامتی کونسل جنرل اسمبلی کے مقابلے میں ایک مختصر جماعت ہے۔ اگر ہم جنرل اسمبلی کو مقننہ سے تشبیہ دیں تو سلامتی کونسل کی حیثیت عاملہ کی سی ہو جاتی ہے۔ یہ جنرل اسمبلی کی پالیسیوں کو عملی جامہ پہناتی ہے اور اقوام متحدہ کا سب سے اہم اور طاقتور شعبہ یہی سلامتی کونسل ہے۔ سلامتی کونسل ہر اس مسئلے میں مداخلت کرسکتی ہے جس سے علاقائی یا بین الاقوامی امن کو خطرہ لاحق ہو۔

فرائض واختیارات

۱- اقوام متحدہ کے اصولوں کے مطابق عالمی امن وسلامتی برقرار رکھنا۔

۲- ہر ایسے تنازعہ یا صورت حال کی تحقیقات کرنا جس سے عالمی کشیدگی پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔

۳- تنازعات کو طے کرنے کے طریقوں اور شرائط کی سفارشیں کرنا۔

۴- اسلحہ بندی میں باقاعدگی پیدا کرنے کی غرض سے ایک نظام قائم کرنے کے لئے منصوبہ تیار کرنا۔

۵- نقض امن کے اندیشے اور جارحیت کی نشان دہی کرنا اور اس کے لئے مناسب اقدامات کرنا۔

۶- حملہ آور کو روکنے کے لئے اقتصادی پابندیاں عائد کرنا اور طاقت کے استعمال کو روکنے کا مشورہ دینا۔

۷- جارحیت کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف فوجی کارروائی کرنا۔

۸- نئے ممبران کے داخلے کی سفارش کرنا اور ان شرائط کا تعین کرنا جس کے تحت یہ بین الاقوامی عدالت انصاف کے فریق بن سکتے ہیں۔

۹- خصوصی اہمیت کے حامل علاقوں میں اقوام متحدہ کی طرف سے امانتی فرائض کو عملی جامہ پہنانا۔

۱۰- جنرل اسمبلی کو سکریٹری جنرل کے تقرر کے سلسلے میں مشورہ دینا۔ اور جنرل اسمبلی کے اشتراک سے بین الاقوامی عدالت انصاف کے ججوں کو منتخب کرنا۔

۱۱- جنرل اسمبلی کے سامنے سالانہ اور خصوصی رپورٹیں پیش کرنا۔

۱۲- سلامتی کونسل اقوام متحدہ کے تمام ممبروں کی جانب سے کام کرتی ہے، تمام ممبران اس پر رضامند ہیں کہ وہ کونسل کے مسائل پر عمل کریں گے۔ بوقت ضرورت کونسل کی درخواست پر مسلح افواج امداد اور دیگر ایسی سہولتیں مہیا کریں گے جو بین الاقوامی امن و سلامتی کے لئے ضروری ہوں۔

۱۳- سلامتی کونسل کی تشکیل اس طرح کی گئی ہے کہ مسلسل اپنے فرائض منصبی سر انجام دیتی رہے اس کے ممبر ممالک کا ایک نمائندہ ہر وقت اقوام متحدہ کے ہیڈ کواٹر میں موجود رہتا ہے۔ کونسل اگر مناسب سمجھے تو ہیڈ کواٹر کے علاوہ کہیں اور بھی اجلاس بلا سکتی ہے۔

۱۴- ایسے ممالک جو سلامتی کونسل کے ممبر نہ ہوں اور اگر کونسل کسی معاملے کے سلسلے میں ان کی بحث یا مشورے کو ضروری خیال کرے تو چند شرائط کا تعین کر کے ان کو بحث میں حصہ لینے کی اجازت دیتی ہے۔ [1]

☆☆☆

---

[1] اردو انسائیکلو پیڈیا ص ۱۰۵ ایضاً بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل ص ۳۹۵۔۳۹۶ ماہنامہ مجلۃ الدعوۃ ستمبر ۲۰۰۰ ص ۱۶، ایضاً حاضر العلوم الاسلامی ص ۱۴۶۔

''ویٹو پاور'' ایک ظالمانہ قانون

گلوبلائزیشن کے نفاذ میں سب سے نمایاں کردار اقوام متحدہ کا ہی رہا ہے اور اس کا سب سے زیادہ فائدہ روس، امریکہ اور اسرائیل کو پہنچتا رہا ہے۔ اقوام متحدہ کے قانون کے مطابق سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ممبروں کو ویٹو کا حق حاصل ہے۔ یہ پانچ بڑے طاغوتی ممالک ہیں یعنی امریکہ، برطانیہ، روس، فرانس اور چین۔ (VETO) ویٹو کا مطلب یہ ہے کہ کسی فیصلے، تجویز یا قانون کو نامنظور کرنے کا حق یعنی حق استرداد۔ دوسرے لفظوں میں ویٹو کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دنیا کی تمام قومیں کسی مسئلے پر متفقہ فیصلہ کر لیتی ہیں لیکن اگر ان پانچ ممالک میں سے کسی ایک ملک نے انکار کر دیا تو پھر وہ فیصلہ ناقابل قبول ہوگا اور مسترد کر دیا جائے گا۔ اب اس کا صاف اور واضح تر الفاظ میں یہ معنی نکلا کہ اقوام متحدہ پر صرف اور صرف پانچ ملکوں کا قبضہ ہے اور پوری دنیا پر انہی کی حکمرانی ہے۔ وہ دنیا کے تمام ممالک کی قسمتوں کے فیصل ہیں اور پوری دنیا ان کے تابع اور یرغمال ہے۔ اب ان طاغوتوں کو یہاں نہ تو مساوات، عدل اور نہ ہی جمہوریت نظر آتی ہے جس کی زندگی بھر وہ دہائی دیتے چلے آرہے ہیں۔ بتاؤ تو سہی کہاں ہے تمہاری انسانی دوستی کا بھرم؟ یہی نہیں بلکہ ہمیشہ ''ویٹو'' کا استعمال اسلامی ممالک کے خلاف ہی کرتے آرہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی اسلامی ملک یا مسلمانوں کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے سیاسی مسائل میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا رہا ہے۔

''ویٹو پاور'' کا حق اتنا ظالمانہ اور اس قدر وحشیانہ ہے کہ اس نے سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ کے تمام اداروں کو عملاً مفلوج اور حقیقۃً ہائی جیک کر رکھا ہے۔ ورنہ آج فلسطین،

لبنان، قبرص، کشمیر، چیچنیا، تبت، ویتنام، اریٹما، کوریا اور تخفیف اسلحہ جیسے مسائل جوں کے توں نہ رہتے۔ ع

مساوات واخوت، عالمی امن واماں کیا ہے
ہے سب دھوکہ غلط اندازۂ اہل جہاں نکلا
(عزیز)

اور اقوام متحدہ کی خدمت وکارکردگی پر تبصرہ کرتے ہوئے انڈونیشیا کے ایک سابق صدر ڈاکٹر احمد سوئیکارتو نے ٹھیک ہی کہا تھا۔

''اقوام متحدہ چند بڑی اور مفاد پرست طاقتوں کا مشترکہ اڈہ ہے۔ یہاں غریب اور ترقی پذیر اقوام کو لوٹنے، استحصال کرنے اور ان پر اقتدار قائم کرنے کے باہمی سمجھوتے ہوتے رہتے ہیں۔ یہ ادارہ دراصل بڑے ڈاکوؤں کے مفادات کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ جہاں انصاف کرنے والے کو دھتکارا جاتا ہے، ان کے خلاف سازشیں کی جاتی ہیں اور انہیں دور جدید کی غلامی کے طریقوں پر طاقت کے ذریعہ مجبور کیا جاتا ہے''۔

(بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل ص ۲۲۰)

۳- **اقتصادی وسماجی کونسل** :دنیا کی معاشی ومعاشرتی حالت کو سنوارنے اور بہتر بنانے نیز ان ممالک کی مدد کرنے کے لئے جو اقتصادی اور سماجی طور پر پس ماندہ ہوں، اقوام متحدہ نے اقتصادی وسماجی کونسل کی تشکیل کی ہے۔ یہ کونسل ۵۴ ارکان پر مشتمل ہے جنہیں جنرل اسمبلی تین سال کے لئے منتخب کرتی ہے۔ مگر اس ترتیب سے کہ ہر سال ایک تہائی حصہ ممبران کی میعاد رکنیت ختم جاتی ہے۔ ان کی جگہ جنرل اسمبلی نئے ارکان کا انتخاب کرتی ہے۔ یہ کونسل اقوام متحدہ کے تمام معاشی وسماجی مسائل پر غور کرتی ہے اور اپنی تجاویز پیش کرتی ہے۔ اس کونسل نے انتظامی مدارج سے نکل کر مختلف کمیشنوں، سب کمیشنوں اور خصوصی ایجنسیوں سے گفتگو کر کے، نیز اقوام متحدہ کی کارگزاریوں کا

مطالعہ کر کے اپنی ایک علیحدہ حیثیت بنوالی ہے۔ دوسرے مسائل مثلاً حفظان صحت، پناہ گزینوں اور مہاجرین کا مسئلہ، بچوں کی امداد، انسانی حقوق اور آزادی کے احترام وغیرہ کو اپنے دائرۂ اختیار میں شامل کرلیا ہے، اس کونسل کی ۲۳ خصوصی ایجنسیاں ہیں ہر ایجنسی اپنی جگہ مستقل اور اہم ہے لیکن ان میں تین ایجنسیاں عالمی بینک، بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور معاہدہ برائے محصول وتجارت[1] سب سے زیادہ اہم، بااثر اور شہرت پذیر ہیں۔

ہم ان پر گفتگو آئندہ صفحات میں الگ الگ عنوان کے ساتھ کریں گے۔ ان شاءاللہ

فرائض واختیارات

۱- اقوام متحدہ کی معاشی وسماجی سرگرمیوں کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا۔

۲- بین الاقوامی اقتصادی، سماجی، ثقافتی، تعلیمی، صحت کے مسائل اور متعلقہ امور کا مطالعہ کرنا، رپورٹیں تیار کرنا اور سفارش کرنا۔

۳- عالمگیر انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کا اہتمام کرنا اور اس جذبہ کو فروغ دینا۔

۴- عالمی کانفرنسیں منعقد کرنا اور کونسل کے متعلقہ امور کی رپورٹیں مرتب کر کے جنرل اسمبلی کو بھیجنا۔

۵- مخصوص اداروں کے ساتھ معاہدے کرنا اور اقوام متحدہ کے ساتھ ان کے تعلقات کا تعین کرنا۔

۶- معاشی ترقی کے لئے اقوام متحدہ اور مخصوص اداروں کی سرگرمیوں کے مابین رابطہ پیدا کرنا۔

۷- جنرل اسمبلی کی طرف سے منظور کردہ خدمات اقوام متحدہ کے ممبران کے لئے مہیا کرنا اور مخصوص اداروں کی درخواست پر انہیں خدمات بہم پہنچانا۔

۸- کونسل کے متعلق امور کے بارے میں غیر سرکاری تنظیموں اور اداروں سے

---

[1] اب اس تجارتی تنظیم کا نیا نام "عالمی تجارتی تنظیم" WTO رکھا گیا ہے۔

صلاح ومشورہ کرنا۔

۴- **تولیتی کونسل** : یہ کونسل ان علاقوں کے انتظام کی ذمہ دار ہوتی ہے جن کو ممبر ممالک نے اپنی تولیت یا نگرانی میں لے رکھا ہے۔ اور تولیتی علاقوں کا انتظام چلانے والے ممالک اس کونسل کو جواب دہ ہوتے ہیں۔ تولیتی علاقے عام طور پر وہ ہیں جو دوسری جنگ عظیم سے قبل بڑی طاقتوں کے انتداب میں تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد فرانس اور برطانیہ جیسی اقوام ان پر اپنا انتداب قائم رکھنے میں ناکام رہیں، جس کی وجہ سے انہیں اقوام متحدہ کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ اس کا مقصد علاقوں کو ترقی دے کر انہیں آزاد کرنا تھا۔

یہ کونسل اب اپنا مقصد ایک حد تک پورا کر چکی ہے، گیارہ کے گیارہ تولیتی علاقے خود مختار حیثیت اختیار کر چکے ہیں یا قرب و جوار کے آزاد ممالک میں شامل ہو چکے ہیں۔ ان علاقوں میں سب سے آخر میں یکم اکتوبر ۱۹۹۴ء کو بحرالکاہل کا جزیرہ پالاؤ آئس لینڈ (PALAU ISLAND) آزاد ہوا۔ اس کا نظم و نسق امریکہ چلا رہا تھا۔

اراکین: ۲۶ مارچ ۱۹۴۵ء کو تولیتی کونسل اپنے پہلے اجلاس میں آٹھ اراکین پر مشتمل تھی اور جوں جوں تولیتی علاقے آزاد ہوتے گئے کونسل کا سائز بھی چھوٹا ہوتا گیا۔ اب صرف سلامتی کونسل کے پانچ مستقل اراکین، امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس اور چین اس کے اراکین ہیں۔

فرائض واختیارات:

۱- تولیتی علاقوں اور نظم و نسق چلانے والوں کی رپورٹوں کا جائزہ لینا۔

۲- نظم و نسق چلانے والوں کے مشورے سے پروگرام طے کر کے معائنے کے لئے وقتاً فوقتاً دورے کرنا۔

۳- تولیتی علاقوں کے باشندوں کی سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور تعلیمی ترقی کے بارے میں ایک سوالنامہ مرتب کرنا جس کی بنیادوں پر نظم و نسق چلانے والی حکومتیں

سالانہ رپورٹیں تیار کریں۔

۴- تولیتی کونسل میں فیصلہ محض اکثریت رائے سے ہوتا ہے اور ہر رکن کا صرف ایک ووٹ ہوتا ہے۔[1]

۵- **سیکریٹریٹ:** جنرل اسمبلی، سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ کے دیگر اداروں کا انتظام سنبھالنے کی ذمہ داری سکریٹریٹ کی ہے، جو ایک سیکریٹری جنرل کی نگرانی میں اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے، سکریٹری جنرل کا تقرر سلامتی کونسل کی سفارش پر جنرل اسمبلی پانچ سال کے لئے کرتی ہے۔

اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل

۱- مسٹر ٹرگوے لی (ناروے) یکم فروری ۱۹۴۶ء تا ستمبر ۱۹۵۲ء

۲- مسٹر ڈاگ ہیمر شولڈ (سویڈن) ۱۰/ اپریل ۱۹۵۳ء تا ۱۷/ ستمبر ۱۹۶۱ء

۳- مسٹر اوتھانٹ (برما) نومبر ۱۹۶۱ء تا/ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۱ء

۴- مسٹر والڈ ہائیم (آسٹریا) یکم جنوری ۱۹۷۲ء تا ۳۱/ دسمبر ۱۹۸۱ء

۵- مسٹر سیریز ڈی کویار (پیرو) یکم جنوری ۱۹۸۲ء تا ۳۱/ دسمبر ۱۹۹۹۱ء

۶- مسٹر پطروس غالی (مصر) یکم جنوری ۱۹۹۹۲ء تا/ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۶ء

۷- مسٹر کوفی عنان (گھانا) یکم جنوری ۱۹۹۷ء تا ۲۰۰۶ء

۸- بانکی مون (ساؤتھ کوریا) ۲۰۰۷ء تا حال

سکریٹری جنرل کے فرائض

۱- اقوام متحدہ کے ناظم الامور کی حیثیت سے فرائض سرانجام دینا۔

۲- سلامتی کونسل کو ایسے معاملات کی اطلاع دینا جو امن وسلامتی کے لئے خطرے کا باعث ہوں۔

[1] بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل ص ۴۰۷، الدعوۃ ستمبر ۲۰۰۰ ص ۱۶

۳- اقوام متحدہ کی جملہ کارگزاریوں سے متعلقہ جنرل اسمبلی کے سامنے مختلف اور ضمنی رپورٹ پیش کرنا۔[1]

۶- **بین الاقوامی عدالت انصاف:** بین الاقوامی عدالت انصاف کو 'مجلس اقوام' (لیگ آف نیشنز) کے میثاق کے تحت ۱۹۴۱ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اور ۱۹۴۵ء میں اسے اقوام متحدہ کے قیام کے بعد اقوام متحدہ کا عدالتی ادارہ بنا دیا گیا۔ اقوام متحدہ کے جملہ اراکین ممالک اپنے مقدمات اس عدالت کے سامنے پیش کر سکتے ہیں، تاہم اقوام متحدہ کے غیر رکن ممالک بھی جنرل اسمبلی کی طرف سے عائد کردہ کچھ مخصوص شرائط کے ساتھ اس عدالت سے رجوع کر سکتے ہیں۔

عدالت کی تنظیم اور صدر مقام

یہ عالمی اور بین الاقوامی ادارہ پندرہ ججوں پر مشتمل ہوتا ہے جن کا انتخاب سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی نو سال کے لئے کرتی ہے اور ملک سے ایک وقت میں ایک سے زیادہ جج نہیں بن سکتے۔

بین الاقوامی عدالت انصاف کا صدر مقام ہالینڈ کا شہر ''ہیگ'' ہے۔

فیصلے کا طریقۂ کار

کورم کے لئے نو ججوں کا ہونا ضروری ہے اور ججوں کی اکثریت سے فیصلہ عمل میں آتا ہے۔ اگر کسی مقدمے کے فیصلے کے بارے میں ججوں کی رائے میں اختلاف ہو اور دونوں طرف ججوں کی تعداد برابر ہو تو پھر مقدمے کا فیصلہ عدالت اپنی رائے اور صواب دید سے کرتی ہے

عدالت کے قانونی ماخذ

بین الاقوامی عدالت انصاف کوئی فیصلہ کرتے وقت مندرجہ ذیل قانونی ماخذ

[1] بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل ص ۴۱۳

استعمال کرتی ہے۔

۱- بین الاقوامی قواعد وضوابط جنہیں فریقین ریاستیں منضبط قوانین کے طور پر تسلیم کر چکی ہوں۔

۲- بین الاقوامی رواج، دستور اور ضابطے جو قانونی طور پر تسلیم کئے جا چکے ہوں۔

۳- قانون کے عام اصول جنہیں متمدن ریاستیں تسلیم کر چکی ہوں۔

۴- قانون ساز معاہدوں کے اصول۔

۵- عدالتوں کے فیصلے اور نظائر۔

۶- ماہرین قانون کی رائے اور ان کی درسی تصانیف۔

عدالت کی سرکاری زبانیں

عدالت کی دو سرکاری زبانیں ہیں، فرانسیسی اور انگریزی، البتہ عدالت کی اجازت سے فریقین کوئی تیسری زبان بھی استعمال کر سکتے ہیں۔مگر فیصلہ صرف فرانسیسی اور انگریزی میں ہی صادر کیا جاتا ہے۔

عدالت کا دستور

عالمی عدالت انصاف کا تحریری دستور ۷۰ دفعات پر مشتمل ہے۔جس میں عدالت انصاف کے جملہ کوائف درج ہیں۔دستور میں ترمیم اس ضابطے سے عمل میں آتی ہے جو اقوام متحدہ کے منشور میں ترمیم کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

عدالت انصاف کا مستقبل

بین الاقوامی عدالت انصاف کے بارے میں چیف جسٹس چھاگلہ نے اپنی کتاب ''قانون آزادی اور زندگی'' میں لکھا ہے۔

''بین الاقوامی عدالت انصاف اقوام متحدہ کا ایک انتہائی اہم ادارہ ہے لیکن یہ کسی

طرح مکمل نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کو کوئی اختیار یا قوت حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح عدالت کو ہر حال میں آزاد اور غیر جانبدار ہونا چاہئے۔

موجودہ بین الاقوامی عدالت انصاف کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں قوت نافذہ کا فقدان ہے، یہ اپنے فیصلے پولس فورس کے ذریعہ نہیں منوا سکتی کیونکہ اس کے پاس پولس فورس نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر چھوٹی بڑی مملکت دل و جان سے عدالت کے دستور کا احترام کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس دنیا میں ہمہ گیر امن قائم نہ ہو۔

آج دنیا کے مسائل میں افغانستان کا بحران، کمبوڈیا کا بحران، چیچنیا اور کشمیر کے مسائل، مشرق وسطیٰ کا تنازعہ، فلسطین ولبنان میں اسرائیلی جارحیت، غیبیا کے خلاف جنوبی افریقہ کی نسل پرست اور گوری اقلیتی حکومت کے مظالم، اریٹریا کی محاذ آراؤں کی جدوجہد اور ان پر حبشہ اور سوویت فوجوں کے مظالم اور ایک بین الاقوامی اقتصادی نظام کا قیام وغیرہ شامل ہے۔ لیکن ان مسائل کے حل کے لئے ضروری ہے کہ بین الاقوامی عدالت انصاف کی پشت پناہی کوئی غیر جانبدار اور فعال قوت کر رہی ہو۔

(بین الاقوامی تعلقات ص ۴۰۸، ۴۰۹، الامم المتحدۃ ص ۱۷۸-۱۸۱)

امن عالم اور اقوام متحدہ کا کردار

گزشتہ صفحات میں ''اقوام متحدہ'' اور اس کے چند اہم اداروں کے دستور، منشور اور دفعات پر روشنی ڈالی گئی ہے، جو نہایت خوبصورت الفاظ، بامعانی دفعات، بلند بانگ دعوے، رواداری، مساوات، آزادی رائے اور انسانی ہمدردیوں سے بھرپور ہیں۔

لیکن آیئے اب اختصار کے ساتھ اقوام متحدہ کے اصل مشن اور عظیم مقصد، رواداری، مساوات، آزادی رائے، انسانی حقوق اور بین الاقوامی عدل وانصاف کا تماشا بھی دیکھتے چلیں، تاکہ اس کے اصلی مقاصد تک رسائی حاصل کرسکیں اور پھر اندازہ لگا سکیں کہ ان خوبصورت دفعات ومنشورات میں کتنے خطرناک عزائم، گھناؤنے پروگرام،

ذلیل ارادے اور مکروہ چہرے چھپے ہوئے ہیں۔

مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ اقوام متحدہ نے چند اچھے کام بھی کیے ہیں، ان کے پس پردہ مقاصد کچھ بھی رہے ہوں لیکن بہر حال وہ اچھے کام ہیں، البتہ اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ ''إثمهما أكبر من نفعهما'' کے مصداق رہے ہیں۔

چنانچہ ''اقوام متحدہ'' کے چارٹر اور منشور میں جتنی دفعات ہیں ان کے معانی اور مفاہیم میں ہمیشہ دوہرا معیار اختیار کیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق تمام بنی نوع انسان مساوی حقوق[1] رکھتے ہیں۔ یہ ادارہ بین الاقوامی امن کے قیام کا دعویدار ہے جنگ کی تباہ کاریوں سے بچانے کا مدعی ہے۔ رنگ ونسل اور مذہب کے اختلافات کو مٹانا چاہتا ہے۔ قوموں کی آزادی اور حریت کا خواہاں ہے۔ لیکن یہ باتیں اس وقت کیوں نظر انداز کردی جاتی ہیں جب معاملہ مسلمانوں کے ساتھ پیش آتا ہے۔ کئی سال سے ''اقوام متحدہ'' کو عراق میں اپنی قراردادوں کی خلاف ورزیاں نظر آتی ہیں مگر فلسطین، بوسنیا، کوسوو، چیچنیا، کشمیر، قبرص اور اریٹریا میں کیوں نہیں نظر آتیں؟ عراق کے خلاف پاس کردہ قراردادوں پر فوری طور پر عمل کیا گیا اور آج تک عمل ہو رہا ہے۔ آج بارہ سال سے اس پر مسلسل حملے جاری ہیں اور پابندیاں لگتی رہی ہیں، جن کے سبب باشندگان عراق کی زندگیاں اجیرن بن گئی ہیں، امریکہ اور اس کے ساتھ مغربی بلاک جن ایٹمی اور جراثیمی ہتھیاروں کی بنا پر عراق کے اوپر بمباری کرتے رہے ہیں اور آج تک کر رہے ہیں اور مستقبل میں کرنے کا پلان اور ناپاک ارادہ بھی رکھتے ہیں وہی ایٹمی ہتھیار اسرائیل کے پاس بھی موجود ہیں پھر آخر اسرائیل پر پابندیاں اور بمباری کیوں نہیں؟ اسرائیلی حکومت

---

[1] یہ فکر فقط اسلام کی دین ہے مغرب مساوی حقوق کا دعویٰ اور پروپیگنڈہ ضرور کرتا ہے مگر آج تک عمل نہیں کیا ہے تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

''اقوام متحدہ'' کی قراردادوں کی خلاف ورزیاں کرے، فلسطینی علاقوں میں نئی یہودی بستیاں تعمیر کرے، فلسطینیوں پر بے انتہا ظلم وستم ڈھائے اور ''سلامتی کونسل'' خاموش تماشائی بنی بیٹھی رہے۔ آخر ایسا کیوں؟ بوسنیا، ہرزے گوینا اور کوسوو میں جو کچھ ہوا کیا اس کے لئے اقوام متحدہ کا چارٹر اور منشور موجود نہیں تھا۔ اگر تھا تو اس پر عمل کیوں نہیں کیا گیا؟ چیچنیا میں روسی درندگی اور بہیمیت کی روک تھام کے لئے کیا اقوام متحدہ کے چارٹر پر کوئی دفعہ موجود نہیں ہے؟

''اقوام متحدہ'' کے اغراض و مقاصد میں اس بات کی بنیادی اور اساسی اہمیت حاصل ہے کہ بین الاقوامی قانون کا احترام اور پاس ولحاظ کرتے ہوئے تمام چھوٹی بڑی اقوام کی سالمیت اور قومی سلامتی کا احترام کیا جائے گا۔

ابتدا ہی سے اسرائیل جو کچھ فلسطین میں کر رہا ہے، کیا یہ اس کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ اسرائیل کا وزیر اعظم ایریل شیرون جواب تک فلسطینیوں کے حق میں ایک قصائی کا کردار ادا کرتا رہا ہے اور اس کا گھناؤنا کردار پوری دنیا میں آفتاب نصف النہار کی طرح عیاں ہے اور پوری انسانیت کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس کے باوجود امریکہ کے صدر ڈبلو جارج بش کے الفاظ ہیں:

''ایریل شیرون امن پسند وسلامتی کا علمبردار شخص ہے۔''

امریکی صدر کے اس بیان پر اس سے زیادہ کیا کہا جا سکتا ہے ع

شرم تم کو مگر نہیں آتی

(غالبؔ)

اگر ایریل شیرون جیسا ظالم اور قصاب شخص امن پسند اور سلامتی وشانتی کا علمبردار کہا جا سکتا ہے تو پھر نہ تو دنیا میں کوئی شخص ظالم ہوگا اور نہ ہی ظلم کا وجود پایا جائے گا۔ اگر ایریل شیرون امن پسند ہے تو پھر نام نہاد ''اقوام متحدہ'' کی معائنہ ٹیم کو جنین کے کیمپوں میں معائنہ

کے لئے جانے کی اجازت کیوں نہیں دی؟ اور سلامتی کونسل کے فیصلوں کو کیوں ٹھکرا دیا؟[1]

کیا اب سلامتی کونسل اپاہج ہو چکی ہے؟ عراق کی طرح اسرائیل پر فوجی کارروائی کیوں نہیں کرتی ہے؟ اور کیا اقوام متحدہ کے جنرل سکریٹری عزت مآب کوفی عنان سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ امریکہ پر ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کے حملے کو آپ پوری انسانیت پر حملہ قرار دے رہے تھے۔[2] لیکن آج فلسطین میں اسرائیل جو کچھ کر رہا ہے اس کے لئے آپ کی زبان کیوں بند ہے؟ کیا آپ کی زبان گنگ ہو چکی ہے؟ اور رب العالمین نے قوت گویائی چھین لی ہے؟

اقوام متحدہ کس چیز کا نام ہے؟ سلامتی کونسل کسے کہتے ہیں؟ اور وہ کہاں چلی گئی؟ امریکہ اور روس کی امن پالیسی اور دفاعی دستور کس دن کے لئے ہے؟ انسانیت کے نجات دہندہ کہاں چلے گئے؟[3]

۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ میں انسان مر رہے تھے، فلسطین میں کون مر رہا ہے؟ ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں بہنے والا خون انسانوں کا تھا اور فلسطین میں کیا پانی بہہ رہا ہے؟ وہ خون نہیں ہے؟ کیا یہی ہیں تمہارے امن منصوبے؟ اور کیا یہی ہے تمہاری رواداری؟[4]

ایسا نہ ہو یہ درد بنے درد لادوا
ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوا نہ کرسکو

کیا کوئی سلامتی کونسل کے مستقل ظالم ممبروں سے پوچھ سکتا ہے؟ کہ جنوبی افریقہ اور امریکہ میں نسلی امتیاز و برتری کی پالیسی کیا حق و انصاف اور آزادی پر مبنی ہے؟ کیا قبرص کے ترک مسلمانوں پر یونان کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد، عدل و انصاف اور آزادی

---

[1] نشریہ بی بی سی لندن ۳۰/۴/۲۰۰۲ء صبح ۵ بج کر ۳۰ منٹ پر۔
[2] نشریہ بی بی سی لندن ۱/۱۰/۲۰۰۱ء۔
[3] اقوام متحدہ ایک بین الاقوامی یہودی سازش ص ۷۸
[4] رواداری پر تفصیلی گفتگو آئندہ صفحات میں آئے گی (ان شاء اللہ)

کا منھ نہیں چڑھا رہے ہیں؟ کیا کشمیری مسلمانوں کے لئے اقوام متحدہ کے چارٹر پر کوئی انصاف کی دفعہ نہیں ہے؟ کیا بیت المقدس پر اسرائیل کا قبضہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کر رہا ہے؟ کیا کوئی اقوام متحدہ سے پوچھ سکتا ہے کہ ویتنام میں سپر امریکہ کی ظالمانہ اور وحشیانہ کارروائی انصاف پر مبنی تھی؟ کل تک روس افغانستان میں کیا کرتا رہا اور آج روس، چیچنیا اور امریکہ افغانستان میں کیا کر رہا ہے؟ کیا یہ سب امن وشانتی اور عدل و انصاف کا برتاؤ ہے؟ عراق پر امریکہ اور مغربی بلاک نے کیا کیا مظالم نہیں ڈھائے کہ ان پر آج انسانیت شرمارہی ہے۔ آخر ''اقوام متحدہ'' کی انسانی ہمدردی کا چارٹر کہاں دفن کر دیا گیا ہے؟ کیا سلامتی کونسل کے مستقل ممبران ابدی نیند سو چکے ہیں؟ چھوٹی اقوام اور خاص کر مسلمانوں کے ساتھ یہ امتیازی برتاؤ اور نادر اسلوک کیوں؟

مجلس ''اقوام متحدہ'' ان سوالوں کا جواب دینے سے قاصر ہے اور تا قیامت قاصر رہے گی، اس لئے کہ اس کا وجود ظلم کو روکنے کے لئے نہیں بلکہ ظلم وتعدی کو بڑھاوا دینے کے لئے ہوا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس کی تاریخ اتنی شرمناک کیوں ہے؟ اگر عراق ''اقوام متحدہ'' کی قراردادوں سے سرتابی کرے، تو بدترین سزا کا مستحق ٹھہرے اور اسرائیل ''اقوام متحدہ'' کی قراردادوں کو پیر کی ٹھوکروں سے اڑائے تو داد وتحسین کا حق دار بن جائے۔[1]

کیا یہی اقوام متحدہ کی انسان دوستی[2] اور مساوات ہے؟

یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات
(اقبال)

سچ پوچھئے تو دنیا میں جہاں بھی فتنہ وفساد اور خون خرابہ ہو رہا ہے ریاستی وحکومتی تشدد

---

[1] تفصیل ''اقوام متحدہ ایک بین الاقوامی یہودی سازش'' میں دیکھئے۔
[2] مغرب کی انسان دوستی پر گفتگو آئندہ صفحات میں آئے گی۔ ان شاء اللہ

اور دہشت گردی ہو رہی ہے مسلم اُمہ سے بغض و عناد کا سیلاب اُمڈ آیا ہے اور امت مسلمہ کو طرح طرح کے مسائل میں الجھا دیا گیا ہے۔ ان تمام مسائل کا اصل ذمہ دار ادارہ ''اقوام متحدہ'' ہی ہے۔ اور اس کا اصل سبب اس ادارے کی دورخی پالیسی اور دوغلا پن رہا ہے۔ اس کے باوجود اقوام متحدہ کو دعویٰ ہے کہ وہ انصاف کی دیوی ہے۔ کلیم عاجز نے سچ کہا ہے۔ ع

جدا جب تک تری زلفوں سے پیچ وخم نہیں ہوں گے
ستم دنیا میں بڑھتے ہی رہیں گے کم نہیں ہوں گے

(عاجز)

☆☆☆

باب سوم

عالمی بینک گروپ (W.B.G.)

بر ٹین وڈس کانفرنس ۱۹۴۴ء کے تحت اس عالمی ادارے کے قیام کا فیصلہ ہوا۔ پھر ۲۷/ دسمبر ۱۹۴۵ء کو یہ بینک وجود میں آ گیا۔ یہ بینک اقوام متحدہ کی اقتصادی وسماجی کونسل کے ڈھانچے سے مکمل طور پر مربوط ہے۔ اس کے تحت تین ادارے کام کر رہے ہیں جن میں اہم ''عالمی تعمیر نو اور ترقیاتی بینک'' ہے۔

مقاصد عالمی بینک

تعمیر نو اور ترقی میں مدد دینا۔ پرائیویٹ فارن سرمایہ کاری کو فروغ دینا۔

مقاصد اصلی

دنیا کے تمام ملکوں کی ترقی، خوش حالی، تنزلی اور بدحالی کے میکانزم کو مرتکز کر کے اور متعلقہ ملکوں کو بے اختیار کر کے اسے یکجا کر لینا اور ان کی قسمت کا بلاشرکت غیر مالک بن جانا۔

عالمی مالیاتی فنڈ (I.M.F)

(INTERNATIONAL MONETRY FUND)

بر ٹین وڈس اگریمنٹ ۱۹۴۴ء کے تحت ایک عالمی مالیاتی فنڈ کے قیام کا جو فیصلہ ہوا۔ اس کے تحت یہ فنڈ ۲۷/ دسمبر ۱۹۴۵ء کو قائم ہوا۔

مقاصد

عالمی مالیاتی تعاون کو فروغ دینا۔ بین الاقوامی تجارت کو وسعت دینا۔ متوازن ارتقاء کو آسان بنانا۔ زرمبادلہ کی استواری کو ترقی دینا۔ ممبر ممالک کے درمیان مبادلے کے انتظامات میں باقاعدگی پیدا کرنا۔ مالیات کے اعتبار سے اعتماد بحال کرنا۔ ایسے مقابلے سے باز رکھنا جو شرح مبادلہ میں تخفیف کا باعث ہو۔

اصلی مقاصد

مندرجہ بالا تمام امور میں تمام آزاد ملکوں کے اختیار اپنے پاس مرتکز کر کے حکومتوں کی حکومت بن جانا۔ [1]

عالمی تجارتی تنظیم (W.T.O.)

(WORLD TRADE ORGANISATION)

اس تنظیم سے قبل اس کی جگہ گیٹ (GAT) نامی تنظیم کام کر رہی تھی جو یکم جنوری ۱۹۴۸ء میں بنائی گئی تھی۔ جس کو اب ۱۹۹۵ء کے شروع میں ختم کر کے .W.T.O میں ضم کر دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ دونوں کے مقاصد ایک ہی تھے اور اس کے بعد ہی امریکی قیادت و سیاست اور کنٹرول کے آغاز کا اعلان بھی کر دیا گیا۔

سابق امریکی صدر بل کلنٹن کے الفاظ میں:

”امریکہ اب تینوں اداروں آئی .ایم. ایف، ورلڈ بینک اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے ذریعہ پوری قیادت کا اہل بن چکا ہے۔“

(الجات والتبعية الثقافية ص7)

---

[1] بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل صفحہ ۴۰۲۔۴۰۳ ایضاً ماہنامہ میثاق فروری مارچ ۱۹۹۵ء ص ۳۷۔۳۸ ایضاً ادارۃ العولمۃ ص ۲۲۔۲۳۔۲۴۔ ایضاً الجات والتبعية الثقافية ص ۱۴

W.T.O. کے مقاصد:

بین الاقوامی تجارت کو فروغ دینا۔ بین الاقوامی ثقافتی تعاون واتحاد کو پروان چڑھانا۔ حقیقی آمدنی اور موثر طلب کو بڑھاوا دینا۔ صنعتی اور عام ترقی کو مدد دینا۔ تمام ملکوں کے لئے بازار، پیداوار، اور پیداواری سہولتوں کی فراہمی کو یقینی بنانا۔ محصول اور دیگر پابندیوں کو ختم کرنا، ان عوامل کا خاتمہ کرنا جو تجارت اور پیداوار اور معاشی ترقی میں حارج ہوتے ہیں۔

اصلی مقصد:

عالمی یہودی نظام کی راہوں کی تمام رکاوٹوں کو دور کرنا اور غیر یہودی قوتوں کی اجارہ داری کا خاتمہ کرنا، یا کم از کم یہودی نظام کا مقابلہ کرنے والوں کی قوت کو محدود رکھنا۔[1]

''اقوام متحدہ'' کے ان اہم اور کلیدی اداروں کے علاوہ بیسیوں ادارے ایسے بھی ہیں جو مختلف جہات میں اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔ درحقیقت یہ تمام ادارے مختلف طریقوں سے مسلم دنیا کو اپنے گھیرے میں لینے کی تدبیریں کررہے ہیں بلکہ کر چکے ہیں۔ اوران کا اس قدر پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ دل ودماغ ان کے ہی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ ان تمام کا مقصد وحید مسلم دنیا اور مسلم حکومتوں کو اپاہج کردینا ہے۔ ان اداروں کا اگر سروے کیا جائے تو ہر جگہ آپ کو صرف یہودی نظر آئیں گے۔ اور یہودیوں کو غیر یہودیوں نیز انسانیت سے کتنی ہمدردی ہے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے اور نہ ہی تفصیل طلب ہے۔ اب وہ گلوبلائزیشن کا شور کر کے پوری دنیا کو ہی تہس نہس کردینا چاہتے ہیں ۔لا سمح اللہ ۔ اب تو ہر یہودی کی زبان پر یہی ہے۔

کوئی دن گر زندگانی اور ہے
اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے
(غالب)

---

[1] منظمة التجارة العالمية واقتصاديات الدول النامية ص۲۸۔۲۹ ایضاً الجات والتبعية الثقافية ص۱۴ ایضاً بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل ص۴۰۴ ایضاً ماہنامہ میثاق لاہور فروری، مارچ ۱۹۹۵ء ص ۳۸۔۳۹۔

باب چہارم

امریکی قوت نافذہ اور گلوبلائزیشن

وہی حیلے ہیں پرویزی

امریکہ گلوبلائزیشن اور نیو ورلڈ آرڈر کا دعوے دار کیوں کر بنا؟ ایک نئے عالمی نظام کے نفاذ کا اعلان کیوں کر ہوا؟ اس کی قوت کے اصلی راز اور منبع کیا ہیں؟ ان سوالوں کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ روس کے بکھراؤ اور انتشار کے بعد امریکہ نے محسوس کیا کہ اب میدان میں تنہا وہی رہ گیا ہے۔ اس کا مدمقابل کوئی نہیں ہے۔ اس لئے اس نے سوچا کہ اب پوری دنیا میں اپنا نظام نافذ کیا جائے۔ حالانکہ یہ بالواسطہ یہودی نظام کا ہی نفاذ ہے۔[1] اور اب چونکہ امریکہ کو ایک قطبی اور واحد سپر پاور کی حیثیت مل چکی ہے اس لئے سامنے امریکہ کو ہی لایا جا رہا ہے۔ یہاں ہم امریکی قوت کے اسباب کا جائزہ ذرا تفصیل سے لیں گے تاکہ گلوبلائزیشن کی حقیقی قوت کا اندازہ لگایا جا سکے۔

ارسطو کے بقول ''انسان سماجی حیوان ہے'' جس کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تعامل وتعاون کا ہونا ضروری قرار پاتا ہے۔

چنانچہ امریکی قوت کی خاکوں میں رنگ بھرنے کے لئے امریکہ کو سب سے بہترین موقع اس وقت ہاتھ آیا، جب دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد پورا یورپ جنگ کی تباہ

---

[1] امریکہ پر یہودی کنٹرول کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ''ڈالر کو جاری کرنے والے ادارے ریزرو بینک آف امریکہ کی نصف سے زائد ملکیت یہود کے پاس ہے چنانچہ عملاً وہی بااختیار ہیں اور بینک کے بنیادی خد وخال اور پالیسی کے حوالے سے حکومت امریکہ کے نامزد کردہ گورنر کی حیثیت ربر اسٹیمپ سے زیادہ نہیں ہوتی'' (اقوام متحدہ ایک بین الاقوامی یہودی سازش ص ۵۴)

کاریوں سے تھک چکا تھا۔ اور اس کی اقتصادی پوزیشن بری طرح برباد ہو چکی تھی۔ یورپ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے اور اپنی اقتصادی پوزیشن کو سدھارنے کے لئے کسی دوسرے ملک کے تعاون کا ضرورت مند تھا۔ اور اس کی اس ضرورت کو صرف امریکہ ہی پورا کرسکتا تھا، کیونکہ امریکہ ہی دنیا بھر میں سب سے زیادہ اقتصادی طور پر مضبوط تھا اور عالمی مارکیٹوں پر کنٹرول رکھنے کی صلاحیت بھی رکھتا تھا۔ اس لئے کہ امریکہ ہی وہ واحد ملک تھا جو داخلی اور خارجی ہر اعتبار سے قوی تر تھا۔

چنانچہ امریکی قوت کے تین اسباب ہیں جو گلوبلائزیشن کے نفاذ میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔

(۱) عالمی مارکیٹ پر کنٹرول۔

(۲) اقتصادی امداد اور قرضے۔

(۳) اقتصادی پابندیاں۔

۱- عالمی مارکیٹ پر کنٹرول

افراد اور قوموں کی زندگیوں میں اقتصاد اور معیشت کی بڑی اہمیت ہے اور دنیاوی زندگی کا تمام تر انحصار اسی پر ہے۔ اسلام نے اس کے لئے مکمل ایک نظام وضع کیا ہے اور اعلیٰ نصب العین کا تعین کیا ہے کہ اگر انسان اس کو اپنی زندگی میں برت لے تو کراہتی ہوئی دنیا کے تمام مسائل رفع دفع ہو جائیں گے اور پوری انسانیت سکون وراحت کا سانس لے سکے گی۔ یہ مقام اسلامی معیشت کی تفصیل میں جانے کا نہیں ہے۔ یہاں صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ دوسری عالمی جنگ کے بعد امریکہ اقتصاد اور معیشت کو بنیادی اہمیت دے کر آج دنیا کی تمام مارکیٹ پر قابض ہو چکا ہے اور خاص کر عالم اسلام کو داخلی اور خارجی دونوں ناحیوں سے کمزور سے کمزور تر کر چکا ہے۔ اس کی قدرے تفصیل 'گلوبلائزیشن کا میدان عمل' کے عنوان ''اقتصادیات'' کے تحت آچکی ہے اور مزید تفصیل اقتصادی امداد اور

قرضے کے عنوان کے تحت آگے آئے گی؛ ان شاءاللہ۔

سرے دست یہاں صرف امریکی ماہر سیاسیات کے قول پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

چنانچہ بین الاقوامی سیاست کے ماہر امریکی استاد بنجامین سوارٹز کا کہنا ہے۔[1]

''ہم پوری دنیا کو ایک سپر مارکیٹ بنانا چاہتے ہیں جس میں ہر چیز پائی جائے اور ہم اس پر قابض رہیں۔''

''پچاس سال سے امریکہ کے اقتصاد اور اکنامکس کی استراتیجی (حکمت عملی) یہی رہی ہے کہ پوری دنیا کو ایک مارکیٹ بنا دیں جس پر ہمارا کنٹرول رہے۔ ہم جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں نہ دیں۔'' (عولمۃ ام امرکۃ ص ۸۳)

امریکہ شروع سے ہی عالمی مارکیٹ پر کنٹرول ''انٹرنیشنل بینک'' ''بین الاقوامی مالیاتی فنڈ'' اور عالمی تجارتی تنظیم کے ذریعے کرتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کی بڑی بڑی کمپنیوں کو بھی اپنے دام تزویر وفریب میں رکھ کر ان سے کام لیتا رہا ہے۔

۲- اقتصادی امداد اور قرضے

امریکہ پوری دنیا کو مالی امداد کیوں دیتا ہے؟ دوسری عالمی جنگ کے بعد مارشل پلان[2]

---

[1] یہ اقوال ''اقتصادیات'' کے عنوان کے تحت پیش کئے جا چکے ہیں یہاں موضوع کی مناسبت سے دوبارہ پیش کئے جا رہے ہیں۔

[2] ۵/جون ۱۹۴۷ء کو ہارورڈ یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے امریکی وزیر خارجہ جارج مارشل نے کہا کہ:
''آئندہ تین چار برسوں کے دوران خوراک اور دوسری بنیادی ضروریات زندگی کے حصول میں یورپی ممالک کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یورپ کی معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی بحالی میں سرمائے اور وسائل کی شدید قلت کے باعث انہیں امریکہ کے تعاون کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے امریکی حکومت وعوام کو دنیا کے اقتصادی بحران پر قابو پانے اور معاشرتی زندگی کی بحالی میں ہر ممکن تعاون وامداد فراہم کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس کے بغیر دنیا میں سیاسی حالات میں عدم استحکام کے باعث امن وامان قائم رہنا مشکل ہو جائے گا تاہم ایسا پروگرام جس پر عمل درآمد کے لئے امریکہ دوستانہ امداد وتعاون فراہم کرے وہ متفقہ ہو یا کم از کم یورپی ممالک میں اکثریت اس کی تشکیل کی منصوبہ بندی سے ہم آہنگ ہو''۔
امریکی وزیر خارجہ ''جارج مارشل'' کے اسی تاریخی اعلان وتجویز کو سیاسی زبان میں امریکی امداد کو ''مارشل پلان'' کا نام دیا گیا ہے۔ (بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل ص ۴۴۹)

کے تحت مغربی یورپ کو امداد کیوں دی؟ نیز ''ڈاوز پلان''[1] کے تحت جاپان کو اقتصادی امداد دینے کا اعلان کیوں کر کیا؟

ان سوالوں کو جواب بھی سوارٹز دیتا ہے اور کہتا ہے کہ:

''ہم ان کی مدد اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ کھلی ہوئی مارکیٹ کا ایک حصہ بن جائیں۔ مجھے خوف ہے کہ دوسروں کے لئے اپنا دروازہ بند نہ کرلیں اور اقتصادی بلاک بن جائیں، جب کہ عسکری شکست خوردہ بلاک بن چکے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جاپانی فیکٹریاں ترقی پذیر ہوں اور پوری دنیا میں جاپانی سامان کو پہنچانے کے لئے بڑے بڑے جہاز نقل وحرکت میں رہیں۔

اور یاد رہے کہ جاپان ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے اور بڑے بڑے بحری جہازوں کے ہم مالک ہیں اور ہمارے یہی جہاز جاپانی سامان بردار اور خام مال بردار جہازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔'' (عولمۃ ام امرکۃ ص ۸۳-۸۴)

امریکی امداد، امریکی خارجہ پالیسی کا ایک حصہ ہے اگرچہ امریکہ شروع سے ہی یہ اعلان کرتا رہا ہے کہ ایہ امداد اور تعاون انسانی ہمدردی اور اخلاص کی بنیاد پر دیا جاتا ہے، مگر امداد کے بعد امریکہ کا جو رویہ سامنے آتا ہے اس سے امریکی انسان دوستی اور ہمدردی کی قلعی کھل جاتی ہے۔ چنانچہ امریکی امداد کے ہمیشہ بین الاقوامی سیاسی اور اقتصادی مقاصد رہے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے بلکہ امریکہ انسانی ہمدردی کے تحت ہی امداد دیتا ہے تو پھر ''۴۷ افریقی ممالک جو پوری دنیا کی آبادی کا ۱۵٪ فیصد ہیں۔

---

[1] دوسری جنگ عظیم کے بعد جب یورپ معاشی طور پر بری طرح تباہ ہو چکا تھا، یورپ کی معیشت کو سہارا دینے کے لئے اتحادیوں کی طرف سے مختلف پلان مثلاً ''مارشل پلان'' ''ڈاوز پلان اور ''ینگ پلان تیار کئے گئے'' ''ڈاوز پلان'' میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی اور جرمنی کے دو دو نمائندے شامل تھے۔ اس کے مقاصد جرمن کرنسی کی گرتی ہوئی قدر کو روکنا، اندرونی اور بیرونی سرمایہ کاری کا حساب لگانا اور جرمن معیشت کو مستحکم کرنا تھا۔ پھر اس ''ڈاوز پلان'' کے تحت جاپان کو بھی قرضے دیئے گئے اور اقتصادی مدد کی گئی۔ ۱۹۲۴ء کو اس پلان کی منظوری امریکی سکریٹری آف اسٹیٹ چارلس، اے ہکس نے دی'' (بین الاقوامی تعلقات دو عالمگیر جنگوں کے مابین ص ۴۸)

''اور دنیا کی ۲۰ فیصد زمین ان کے پاس ہے مگر امریکہ ان کو سال میں بطور امداد ۶۳۰ ملین ڈالر ہی دیتا ہے اس کے برعکس اسرائیل کو ۲،۳ ملیار ڈالر بطور امداد دیا جاتا ہے۔''

(عولمۃ ام امرکۃ ص ۸۴)

اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کا تعاون اور مالی امداد اس کی خارجہ پالیسی کا ایک نمایاں حصہ ہے۔ اسی لئے اسرائیل کو امداد زیادہ سے زیادہ دی جاتی ہے اور افریقی ممالک کو وسیع وعریض اور کثیر آبادی کے باوجود ایک اسراتیجی (مبنی برحکمت) مصلحت ہے جسے امریکہ باقی رکھنا چاہتا ہے۔

مگر امریکہ بقول ''رابرٹ ڈول'' امریکی مفاد اور مصالح کے لئے ثانوی درجہ رکھتا ہے اور بس۔ (عولمۃ ام امرکۃ ص ۸۴، ۸۵)

امریکہ کی ہمیشہ سے یہ خارجہ پالیسی رہی ہے کہ جب بھی وہ کسی ملک کی مدد کرتا ہے تو وہ مشروط ہوتی ہے۔ سوائے اسرائیل کے۔ اسرائیل کی مدد غیر مشروط ہوتی ہے۔

امریکہ جب بھی کسی ملک کی مدد کرتا ہے تو وہ اس ملک کو یہ حق اور اختیار نہیں دیتا ہے کہ وہ ملک اپنی مرضی کے مطابق اس امداد سے فیکٹریوں اور صنعتی کمپنیاں قائم کرے تاکہ وہ ملک ترقی کر سکے، اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے، اپنے ہم وطنوں کی ضروریات واحتیاجات زندگی پوری کر سکے، بلکہ امداد اس شرط کی بنیاد پر دی جاتی ہے کہ وہ ملک اپنے یہاں تحدید نسل پر زور دے، کیوں کہ امریکیوں کے بقول: ملک کی تمام پریشانیوں کا سبب کثرت آبادی اور ازدیاد سکانی ہے جو ملک کی ترقی میں مانع وحارج اور اقتصادی ابتری کا سبب ہے۔ ''إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ۔'' (الانفال: ۹/ ۳۶)

بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں۔

یہی وجہ ہے کہ ضرورت مند ملکوں کی مدد ایک خاص مصلحت کی بنا پر کی جاتی ہے۔ چاہے وہ مصلحت پوشیدہ ہو یا علانیہ۔

اور جو ملک امریکی امداد کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کو اختیار ہے، جیسا چاہیں کریں، مگر امریکی مصالح اور امریکی مفاد کو نہ چیلنج کریں اور نہ ہی اس کے لئے خطرہ بنیں۔

اور کچھ ممالک ایسے بھی ہیں جو ان دونوں راستوں کے بین بین ہیں۔ اور عروج و ترقی کے راستے پر گامزن ہیں۔ تو امریکہ ظالم ان کے لئے ایک تیسرا راستہ اختیار کرتا ہے اور وہ راستہ ہے اقتصادی پابندیاں۔ (عولمۃ ام امرکۃ ص ۸۵)

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

عالم اسلام اور غیر ملکی قرضوں کا بوجھ

عالم اسلام کے بعض ممالک پر خارجی اور غیر ملکی قرضوں کا بوجھ کتنا ہے ذیل کی تفصیلات سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ملک	مبلغ ڈالر میں ۱۹۷۰ء	کل قومی پیداوار %	مبلغ ڈالر میں ۱۹۸۰ء	کل قومی پیداوار %
افغانستان	۵۴۴ ملین ڈالر	-	۱۰۹۴ ملین ڈالر	-
پاکستان	۳۰۵۹ ملین ڈالر	۳۰،۵%	۸۸۷۵ ملین ڈالر	۳۴،۷%
سوڈان	۳۰۸ ملین ڈالر	۱۵،۳%	۳۰۹۷ ملین ڈالر[۱]	۳۷،۲%
انڈونیشیا	۲۴۴۳ ملین ڈالر	۲۷،۱%	۹۴۴۰ ملین ڈالر[۲]	
موریتانیہ	۲۷ ملین ڈالر	۱۶،۸%	۷۱۴ ملین ڈالر	۳۹،۷%
ترکیا	۷۴ ملین ڈالر (۱۹۷۳ء)	-	۵ء۷ ملیار ڈالر[۳]	-

[۱] ۱۹۸۲ء میں سوڈان پر غیر ملکی قرض ۸۷۰۰ ملین ڈالر تھا۔ اور ۱۹۸۵ء میں ۹ ملیار ڈالر ہو گیا۔ یہ قرض اس کے علاوہ ہے جو ۱۹۸۴ء تک ۷۴ ملین ڈالر بالاقساط مختلف ملکوں مثلاً اسپین، فرانس، بلجیکا، ہولینڈ، ڈنمارک، سویڈن، کنیڈا، برطانیہ، نمسا، اٹلی، سوئزرلینڈ مغربی جرمنی اور امریکہ کو ادا کرنے تھے۔

[۲] ۱۹۶۶ تک ۴،۱۹،۷ ملین ڈالر تھا اور ۱۹۸۲ء میں ۲۵،۰۰۰ ملین ڈالر ہو گیا۔

[۳] ۱۹۸۷ء میں ۳۲ ملیار ڈالر ہو گیا۔

مصر	۱۶۴۴ملین ڈالر	۲۳،۸%	۱۳۰۵۴ملین ڈالر [1]	۵۱،۷%
مراکش	۱۱۷ملین ڈالر	۱۸%	۷۰۹۸ملین ڈالر	۳۸،۶%
نائیجیریا	۸۷۴ملین ڈالر	۶،۴%	۴۹۹۷ملین ڈالر [2]	۵،۵%
تونس	۵۴۱ملین ڈالر	۳۸،۲%	۲۹۵۵ملین ڈالر	۳۳،۹%
سوریا (شام)	۲۳۲ملین ڈالر	۱۲،۸%	۲۴۹۳ملین ڈالر [3]	۲۰،۱%
الجزائر	۹۳۷ملین ڈالر	۱۹،۳%	۱۵۰۷۳ملین ڈالر	۳۸،۷%
سینگال	۹۸ملین ڈالر	۱۱،۶%	۹۰۶ملین ڈالر	۳۴،۹%

یہ اسلامی ممالک کے قرضوں کی ایک معمولی جھلک ہے۔ اگر پورے عالم اسلام کے قرضوں کی فہرست پیش کر دی جائے تو آپ سر پکڑ کر بیٹھ جائیں گے۔ پھر بھی ان ممالک کو یہ زعم باطل ہے کہ ہم بااختیار ہیں، خودمختار ہیں، آزاد ہیں۔

یارب! یہ جہان گزراں خوب ہے لیکن
کیوں خوار ہیں مردان صفا کیش و ہنر مند
(اقبال)

افسوس! مسلمان جس طرح دوسرے میدان میں دنیا سے پیچھے چلے گئے۔ اسی طرح اسلام کے نظام اقتصاد کو پس پشت ڈال کر اقتصادی میدان میں بھی پیچھے رہ گئے۔ مسلمانوں نے اسلام کے نظام معیشت کو چھوڑ کر، کفار و مشرکین کے بنائے ہوئے نظام معیشت کی تقلید شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دن بدن ان کی معیشت ترقی پذیر

---

[1] ۱۹۸۲ء میں ۱۹۲۰۰ملین ڈالر تھا، یہ تعداد انٹرنیشنل بینک برائے تعمیر و ترقی نے جاری کیا تھا۔ اور ۱۹۸۸ء میں ۴۵ ملیار ڈالر ہو گیا۔

[2] ۱۹۸۴ء کے اخیر تک ۱۷،۵ ملیار ڈالر تھا۔ اور ۱۹۸۵ء میں ۲۰ ملیار ڈالر ہو گیا۔ یہ تو خارجی اور غیر ملکی قرضہ تھا۔ داخلی قرضہ ۸ ملیار ڈالر تھا۔ خارجی قرضے نے ملک کی ۴۵٪ فیصد پیداوار کو بری طرح چوس کر رکھ دیا ہے۔

[3] ۱۹۸۱ء تک ۳۹۰۰ ملین ڈالر ہو گیا تھا۔ (حاضر العالم الاسلامی وقضایاه المعاصرة ج۱ص۲۵۱-۲۵۲)

ہونے کے بجائے زوال پذیر ہوتی چلی گئی۔ پھر اسلامی ممالک کی حالت اتنی ابتر ہوگئی کہ انہوں نے دوسروں سے قرضے لینے شروع کر دیئے۔ اور وہ بھی سود در سود کے اصولوں پر۔ جس کا بدیہی نتیجہ یہی نکلتا تھا کہ ان کے فقر میں اضافہ ہی ہوتا رہے اور وہ دوسری قوموں کے دست نگر ہی بنتے چلے جائیں۔

آج عالم اسلام کے پاس خام مال اور خام پیداوار کی شکل میں بے انتہا دولت ہے۔ جس کی طرف یورپ اور امریکہ للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں اور اس دولت کو ہتھیانے کے لئے ہر وہ حربہ استعمال کرتے ہیں جو بنی اسرائیل (یہود و نصاریٰ) کے ذہن کا اختراع اور پیداوار ہے۔ اور اس کے ذریعہ ہی عالم اسلام کی تمام زرعی اور خام مال کو اپنے یہاں امپورٹ کرنا چاہتے ہیں اور عملی طور پر کر بھی رہے ہیں۔

حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ ایک اسلامی ملک جس کا شمار دنیا کے چند مالدار ترین ملکوں میں ہوتا ہے۔ اس کی اقتصادی پوزیشن اب اتنی کمزور ہو چکی ہے اور صحرائی طوفان کے بعد، اس پر غیر ملکی قرضوں کا اتنا بوجھ آچکا ہے کہ اس کی کمر دہری ہوگئی ہے۔ اور وہ اپنا قرض آئندہ پچاس سال میں ادا کر سکے گا۔ بالائے ستم یہ کہ سود در سود اس پر مستزاد۔

امریکہ اور یورپ نے جس طرح عالم اسلام کو سیاسی اور عسکری میدان میں شکست دے رکھی ہے وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی دنیا کو اقتصادی میدان میں بھی محتاج اور فقیر بنا کر چھوڑ دیں۔ اور وہ اس کے لئے ہر جتن کر رہے ہیں۔

شیخ ولید الحداد (کویت) حفظ اللہ کے الفاظ میں:

''سامراجی طاقتیں ہمیشہ مسلمانوں، ان کی زمینوں نیز ان کی قدرتی پیداوار کے استحصال میں مصروف کار رہتی ہیں۔ تا کہ مسلمانوں میں فاقہ کشی اور مفلوک الحالی کی کیفیت اپنی جگہ باقی رہے اور اس کے لئے بڑی طاقتیں مختلف وسائل و ذرائع کو کام میں لاتی رہی ہیں۔ ان میں ایک بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (I.M.F.) اور دوسرا انٹرنیشنل بینک برائے تعمیر و ترقی ہے۔ ان دونوں بینکوں

نے اسلامی ممالک کو قرضوں کے بوجھ تلے دبا رکھا ہے جو کہ اربوں ڈالر تک ہے۔ حد تو یہ ہے کہ دسیوں سال تک اسلامی ممالک کا بجٹ انہی کمپنیوں کے قرضوں پر چلتا ہے بلکہ مبالغہ نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ مسلمان ممالک کی اگر یہی سیاست رہی تو اپنی زندگی کی آخری سانس تک مقروض رہیں گے۔

اور پھر انہی بڑی کمپنیوں کے ذریعہ طاقتیں اپنی سیاسی اور اقتصادی پالیسیاں اسلامی ممالک پر تھوپتی رہی ہے۔ اور ان میں سب سے اہم پالیسی یہ ہے کہ مسلمانوں کو بھوکا، فاقہ کش اور فقیر بنائے رکھا جائے اور جہاں تک ممکن ہو اسلامی ملکوں کو ایک لمبی مدت تک قرضوں کے نیچے دبائے رکھا جائے۔“

(الفرقان ستمبر ۱۹۸۹ء ص ۳۵)

بڑی طاقتوں کے تعاون و امداد کی قراردادوں کے پس پردہ گھناؤنے ارادے اور ناپاک مقاصد مخفی ہوتے ہیں۔ اگرچہ بڑی طاقتیں بڑے زور و شور سے اعلان کرتی ہیں کہ ہم قرضے اور امداد انسانی ہمدردی اور خلوص کی بنیاد پر دیتے ہیں، لیکن وہ ہمدردیاں کیا ہیں؟...... قوموں کو غلام بنانا، اور وہ خلوص کیا ہے......؟ قوموں کو لوٹنا، محتاج اور دست نگر بنانا۔ ع

بہشت بھی یہ بت دیں تو اعتبار نہ کر

اور

زبان خاص میں ولسن[1] نے جانسن[2] سے کہا
قرار داد کا مفہوم آشکار نہ کر
(شورش)

---

[1] ولسن (تومام ۱۹۵۶ـ۱۹۲۴ء) سابق امریکی صدر ۱۹۱۳ تا ۱۹۱۲ء مراد ہے۔ یا ولسن (ہارولڈ) برطانوی لیبر پارٹی کا قائد، برطانیہ کا سابق وزیراعظم ۱۹۶۴ تا ۱۹۷۰ء مراد ہے (اور یہی ہے جس نے جانسن کا زمانہ پایا ہے)۔

[2] سابق امریکی صدر (۱۹۰۸ـ۱۹۷۳ء) یہ امریکہ کا صدر ۱۹۶۳ تا ۱۹۶۸ء تھا۔

عالم اسلام کی ہر میدان میں محتاجی، فقر اور غیر ملکی قرضوں کے لین دین پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں:

''جب تک عالم اسلامی علم وسیاست، صنعت وتجارت میں مغرب کا محتاج رہے گا مغرب اس کا خون چوستا رہے گا، اسی کی زمین کا آب حیات نکالے گا۔ اس کا سامان تجارت اور مصنوعات ہر روز اس کی منڈیوں، بازاروں اور جیبوں پر چھاپہ مارا کریں گی اور اس کی ہر چیز پر ہاتھ صاف کرتی رہیں گی۔ جب تک عالم اسلامی مغرب سے قرض لیتا رہے گا اور اپنی حکومت کا انتظام کرنے، اہم اور کلیدی عہدوں کو پر کرنے، اپنی فوج کو ٹریننگ دینے کے لئے مغرب کے آدمیوں کا رہین منت رہے گا، وہاں کا سامان تجارت وصنعت منگائے گا اور اس کو اپنا اتالیق اور استاد، مربی اور سرپرست، حاکم اور سردار سمجھے گا، اس کے حکم اور اس کی رائے کے بغیر کوئی کام نہیں کرے گا اس وقت تک وہ مغرب سے مقابلہ کرنا تو درکنار اس سے آنکھیں بھی نہیں ملا سکتا۔''

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص ۳۵۰)

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے
(اقبال)

غیر ملکی امداد کے اثرات

ذیل کی سطور میں ہم اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے کہ امداد دینے والے ممالک اور امداد لینے والے ممالک کی داخلہ اور خارجہ پالیسیوں پر اس امداد وتعاون کے کیا اچھے اور برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ا۔امداد دینے والے ملک کوسب سے اہم فائدہ یہ ہوتا ہے کہ امداد لینے والے ملک کی داخلہ اور خارجہ پالیسی پر بہت حد تک اثر انداز ہوتا ہے اور عموماً ترقی پذیر ممالک کی خارجہ پالیسیاں امداد دینے والے ممالک کے بتائے ہوئے خطوط پرعمل میں لائی جاتی ہیں اور ہر حال میں امداد دینے والے ممالک کے مقاصد واہداف کو پیش نظر رکھ کرہی ترتیب دی جاتی ہیں۔ یہ بات بالکل ویسے ہی ہے کہ جس طرح ہمارے یہاں ایک زمیندار۔ ایک چودھری، اپنی چودھراہٹ کے بل بوتے پر اپنی برتری اور انفرادیت کو منواتے ہوئے غریب آدمی کی خودی بھی ختم کردیتا ہے، یہاں تک کہ غریب آدمی اپنی مرضی سے سوچ بھی نہیں سکتا۔ٹھیک یہی پوزیشن اور حیثیت ان ممالک کی ہوتی ہے جو بیرونی اور غیرملکی امداد اور قرضوں پرگزارہ کرتے ہیں۔

اب مذکورہ بات کی روشنی میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد پاکستان کو دی جانے والی ایڈ۔امداد اور قرضے اپنے اندر کتنے دوررس برے اثرات اور نتائج رکھتے ہیں۔کیا کوئی پاکستان کے خودساختہ،نومولود صدر عزت مآب جناب پرویز مشرف صاحب اوران کے وزیر خارجہ جناب عبدالستار خاں اور وزیرداخلہ جناب معین الدین حیدر صاحبان سے پوچھ سکتا ہے کہ امریکہ اور آئی ایم ایف نیز انٹرنیشنل بینک برائے تعمیر وترقی کی طرف سے دی جانے والی ایڈ اور قرض کس خوشی میں ہے؟ یہ مسیحی اور یہودی ادارے اور تنظیمیں ایک اسلامی ملک اور آنجناب پر اتنے محسن، شفیق اور اس قدر مہربان کیوں ہیں؟

”وَلَن تَرْضَى عَنكَ الْيَهُودُ وَلاَ النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ“ (البقرة:۲/۱۲۰)

”یہود اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو۔“

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے الفاظ میں:

”مسلمان ممالک کے قائدین اور اہل اقتدار سے کچھ بعید نہیں کہ وہ کبھی اپنے

کسی حقیر فائدہ یا لذت وخواہش کے ماتحت اپنے ملک کو رہن رکھ دیں۔ یا اس کا بیعنامہ کر دیں۔ یا اپنی قوم کو بھیڑ بکری کی طرح فروخت کر دیں۔"

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص ۳۴۳)

۲۔ امداد دینے والے ملک کو معاشی میدان میں بے شمار فائدے حاصل ہوتے ہیں مثلاً اس کو اپنی مصنوعات اور خام مال کی کھپت کے لئے ایک بڑی منڈی مل جاتی ہے جس سے معاشی مفادات کی حفاظت، بیرونی لین دین اور تجارت میں فروغ، محفوظات میں کثرت اور زیادتی، سرمایہ کاری میں توسیع اور ملکی اقتصاد ومعیشت کو پائیداری اور قوت حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ ڈیفنس کے اعتبار سے امداد دینے والے ملک کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ عموماً وہ ملک براہ راست جنگ میں شریک نہیں ہوتا بلکہ اکثر وبیشتر ترقی پذیر ممالک جنگ میں ملوث ہوتے ہیں جو سرمایہ دار اور بڑے ممالک سے تعاون اور امداد حاصل کر رہے ہوتے ہیں مثلاً کوریا کی جنگ ۱۹۵۰ء میں امریکہ جنوبی کوریا اور روس شمالی کوریا کو امداد دے رہا تھا۔
غریب ممالک کو بڑی مقدار میں ادھار اسلحہ فراہم کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی پائیداری، استحکام اور قومی سلامتی کے ہی چکر میں پڑے رہیں اور معاشی میدان میں ترقی نہ کر سکیں۔ بلکہ ہمیشہ بڑی طاقتوں اور یورپی ممالک کے دست نگر ہی بنے رہیں۔ برسوں سے ہندوستان کو روس اور پاکستان کو امریکہ جو اسلحہ فراہم کر رہے ہیں وہ اسی سلسلے کی نمایاں کڑیاں ہیں۔

۴۔ بیرونی تعاون وامداد کا ایک اور بھی مقصد ہوتا ہے اور وہ ہے اپنے حلقۂ اثر میں وسعت اور توسیع پیدا کرنا۔ زمانۂ قدیم سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جب بھی کوئی بڑی طاقت کسی ملک پر اپنی چودھراہٹ قائم کرتی ہے تو اس ملک پر اپنے خیالات، نظریات، تہذیب وتمدن، نظام معاشرت ومعیشت اور طریقۂ زندگی کو بھی تھوپنا شروع کر دیتی ہے۔ کبھی کبھی بڑی طاقتیں بیرونی امداد کے ذریعہ اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ مل کر حکومتوں

کے تخت بھی الٹ دیتی ہیں۔

مثال کے طور پر انگولا، ایتھوپیا، جنوبی یمن، لاؤس، کمبوڈیا اور جنوبی ویتنام میں کل تک روس جو کچھ کرتا رہا اب وہ تاریخ کا ایک حصہ اور قصۂ پارینہ بن چکے ہیں۔ اسی طرح آج کل امریکہ ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ میں جو کچھ کر رہا ہے وہ سب اقتصادی امداد اور قرضہ جات کے سنہرے خواب کا ہی حصہ ہیں۔

غرض کہ امداد دینے والے ممالک کی پالیسیوں پر ان کے حق میں بے شمار ایجابی اور مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان کی آزادی اور قومی خود مختاری پروان چڑھتی ہے، ان کی شان وشوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسروں پر ان کا دبدبہ طاری رہتا ہے اور غیروں پر ان کی عظمت و وقار کا سکہ بیٹھ جاتا ہے۔ ان کی معیشت اور اقتصاد کو فروغ ملتا ہے، ان کی تہذیب وثقافت اور تمدن کو پھلنے پھولنے کے مواقع میسر ہوتے ہیں۔ اور یہی چیزیں قومی مقاصد کے لئے درکار اور ضروری ہوتی ہیں۔

اس کے برعکس تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ امداد لینے والے ممالک کی قومی پالیسیوں پر کئی سلبی اور منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان کے سیاسی نظام کا ڈھانچہ کبھی بھی مستحکم بنیادوں پر استوار نہیں ہوتا۔ یہ ممالک امداد دینے والے ممالک کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ جس سے ان ممالک کی قومی انفرادیت اور خودداری ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ کبھی کبھی بعض ایسی اقوام سے دشمنی پیدا ہو جاتی ہے جن سے کسی قسم کے مفاد کا ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ (بین الاقوامی تعلقات ص ۴۵۳۔۴۵۵)

تنک بخشی کو استغناء سے پیغام خجالت دے
نہ رہ منت کش شبنم نگو جام وسبو کر لے
نہیں یہ شان خودداری چمن سے توڑ کر مجھ کو
کوئی دستار میں رکھ لے کوئی زیب گلو کر لے
(اقبال)

(۳) اقتصادی پابندیاں

امریکی قوت نافذہ گلوبلائزیشن کے تین اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ جن میں سے دو کا ذکر پوری شرح وبسط کے ساتھ گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ ان تین اسباب میں سے یہ "اقتصادی پابندیاں" سب سے قوی تر سبب ہے جس کی بنیاد پر امریکہ ہر جگہ اپنی قوت کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے۔ اقتصادی پابندی اس قدر قوی تر اسلحہ ہے کہ اس کی وجہ سے قوموں کی زندگیاں مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں۔ معیشت برباد ہو جاتی ہے۔ درآمدات اور برآمدات پر پابندیوں کی وجہ سے سارے ملک پر بھوک مری، فاقہ کشی اور محتاجی کا راج ہو جاتا ہے۔ تجارت اور کاروبار زندگی ٹھپ پڑ جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امریکیوں نے اپنے مخالفین کے خلاف ہر جگہ اسی ہتھیار کو آزمانے کی کوشش کی ہے۔ جس کی زندہ مثالیں شمالی کوریا، کیوبا اور عراق ہیں

دراصل امریکی انٹرنیشنل بنک "اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ" جیسی عالمی اقتصادی تنظیمیں قائم کرنے میں کامیاب رہے اور انہی کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل کرتے رہے اور ان کے سفید وسیاہ کے مالک بھی بنے رہے۔ تاکہ اختلاف کی صورت میں امریکہ کے مفاد اور مصالح کی حفاظت ہو سکے۔

چنانچہ امداد اور قرضے، اصلاحی، اقتصادی پروگراموں کے لئے ان بین الاقوامی اقتصادی کمپنیوں کے اصول وضوابط کو بھی مرتب کیا اور پھر ان کمپنیوں کو بین الاقوامی حیثیت بھی دے دی تاکہ ہر موڑ پر امریکہ دوسروں کی لعن طعن اور ملامت سے اپنے آپ کو بچا سکے۔ اور پھر ان تنظیموں کی رپورٹس کو بین الاقوامی آفیشل معیار قرار دے دیا گیا، تاکہ تمام ممالک کو ان پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہوا اور جو ملک بھی ان سے انفرادیت یا علیحدگی اختیار کرے گا گویا کہ وہ ملک بین الاقوامی قانون سے علیحدگی اختیار کر رہا ہے۔ پھر وہ ملک سیاسی اور اقتصادی سزا کا مستحق ہوگا اور یہ سزا بھی دوسری (امریکی) تنظیمیں ہی تجویز کریں

گی۔ مثلاً اقوام متحدہ "سلامتی کونسل" وغیرہ۔

اگر کوئی ایسی تجویز یا قرارداد پاس بھی ہوئی جس کو امریکہ اچھا نہیں سمجھتا ہے تو وہ اس تجویز اور قرارداد کو "ویٹو" کے ذریعہ ختم کر دیتا ہے۔ پھر آخر اقوام متحدہ کے ان اراکین اور ممبران کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جنہوں نے ووٹنگ کے ذریعہ اس قرارداد کو پاس کیا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تمام بین الاقوامی تنظیموں پر صرف امریکہ کا ہولڈ اور کنٹرول ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ پھر آخر دنیا کے تمام ممالک کو ان تنظیموں کے ممبر بنے رہنے سے کیا حاصل ہو رہا ہے۔

بلکہ امریکہ یک طرفہ دوسری پابندیاں بھی عائد کرتا رہتا ہے تو گویا کہ جو چیز بین الاقوامی ہے وہی امریکہ ہے اور جو امریکہ ہے وہی بین الاقوامی ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (عولمۃ ام امرکۃ ص ۸۶)

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
(اقبال)

☆☆☆

باب پنجم

پابندیاں اور ان کے اسباب

امریکہ ہمیشہ انسانی عدل و مساوات، انسانی غم خواری و ہمدردی، انسانی عقل وعواطف اور حریت کے احترام کی باتیں کرتا ہے، اس لئے پابندیوں کو عائد کرنے سے قبل وہ کچھ حیلے، بہانے اور اسباب وعلل کو تلاش کرتا ہے۔ تاکہ کوئی دوسرا اس پر تنقید نہ کر سکے۔

چنانچہ امریکہ جب بھی کسی ملک پر پابندیاں عائد کرتا ہے تو چار وجوہ واسباب میں سے کوئی ایک سبب ضرور بیان کرتا ہے اور وہ چار اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱) جمہوریت اور انسانی حقوق کی پاسداری

(۲) دہشت گردی کا خاتمہ

(۳) نیوکلیر تجربات کا عدم پھیلاؤ

(۴) ماحولیات، تحفظ حقوق عمال، نیز نشہ آور چیزوں کے خلاف جنگ

ان مذکورہ چاروں اسباب کا جائزہ ہم قدرے تفصیل سے لیں گے۔ ان شاء اللہ

۱- جمہوریت اور انسانی حقوق کی پاسداری

ہم یہاں پر صرف اس بات کا جائزہ لیں گے کہ امریکہ جمہوریت پسند ہے یا آمریت پسند؟ اور وہ اپنے دعوی جمہوریت میں صادق ہے یا کاذب؟ رہی بات انسانی حقوق اور انسانی مساوات کے متعلق تو ہم اس کا جائزہ آئندہ صفحات میں مستقل عنوان کے تحت لیں گے؛ ان شاء اللہ۔

امریکیوں نے جمہوری پروگرام اور جمہوریت کی بحالی کے لئے ۲۲ تدبیریں اختیار کی ہیں اور تقریباً ۲۳ ممالک کے خلاف قرارداد پاس کی گئی ہے۔ مثلاً بوسنیا، ہرزیگوین،

برما، بورنڈی، انجولا، چین، کروواٹیا، کیوبا، نائیجریا، ہیٹی وغیرہ وغیرہ۔ (عولمۃ ام امرکۃ ص ۸۸)

امریکہ اور گلوبلائزیشن کے علم برداروں کا کہنا ہے کہ ان ممالک میں جمہوریت کا خون ہورہا ہے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہورہی ہیں، اس لئے ان ممالک کے خلاف اقتصادی پابندیاں لگانا ضروری ہے۔

آیئے اب امریکہ چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ امریکہ جمہوریت پسند ہے یا آمریت پسند؟

ایک وقت کی بات ہے کہ امریکہ میں پاکستان کی سابقہ سفیر عابدہ حسین کی امریکہ کے چیف آف اسٹاف جنرل پاول سے ملاقات ہوئی تو جنرل نے پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ کبھی ایٹم بم استعمال کرسکتے ہیں۔ ظاہر ہے جواب نفی میں تھا۔ جنرل نے پوچھا کہ پھر آپ اسے بنانے پر تلے ہوئے کیوں ہیں؟ پاکستانی سفیر نے بڑی ذہانت سے جواب دیا کہ کیا امریکہ کبھی ایٹم بم استعمال کرے گا۔[1] انہیں، تو پھر وہ ان بموں کا اتنا بڑا اسلحہ خانہ کیوں رکھے ہوئے ہے؟ جواب میں جنرل نے کہا کہ ہم کم کررہے ہیں۔ پاکستانی سفیر نے جھٹ سے جواب دیا کتنا کم کررہے ہیں اور ہمارے پاس بقول آپ کے ہے ہی کیا۔ اس پر جنرل نے اپنے مخصوص امریکی لہجہ میں جواب دیا کہ سفیر محترمہ! میں اخلاقیات (Morality) کی بات نہیں کررہا Reality بتانا چاہتا ہوں اور وہ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اس لئے ایٹمی اسلحہ خانہ رکھ سکتا ہے کہ وہ امریکہ ہے اور آپ اس لئے ایک آدھ بم بھی نہیں بناسکتے کہ آپ پاکستان ہیں۔ اسی طرح مصر کے صدر حسنی مبارک نے سوڈان کے جنرل بشیر کو سمجھایا کہ اگر تم گندم میں خود کفالت حاصل کرنے کی کوشش کروگے تو امریکہ تمہارے پیچھے پڑ جائے گا۔ غور کریں کہ گندم میں خود کفالت اور امریکہ سے دشمنی کا کیا تعلق ہے؟ خیال رہے کہ یہ وہی سوڈان ہے جو آج کل دہشت گرد، بنیاد پرست اور

---

[1] امریکہ ۶ راگست ۱۹۴۵ء کو جاپانی شہر ہیروشیما اور ۹ راگست ۱۹۴۵ء کو ناگاساکی پر ایٹم بم استعمال کرچکا ہے اسی طرح امریکہ کچھ بھی دعویٰ کرے لیکن اگر اس نے ضرورت محسوس کی تو کبھی بھی ایٹم بم استعمال کرسکتا ہے امریکیوں میں انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے ان کو صرف اپنا مفاد پیارا ہوتا ہے اور ان کی انانیت ہٹلرازم سے بھی بدتر ہے۔

جانے کیا کیا ہے۔ (رواداری اور مغرب ص ۱۱۸)

کیا اسی کا نام جمہوریت ہے کہ تم ایک چیز کو اپنے لئے جائز رکھو اور دوسرے کے لئے ناجائز، اور اگر کوئی خود کفیل بننا چاہے تو اس کو خود کفیل بھی نہ بننے دو۔ یہ آمریت پسندی ہوئی یا جمہوریت پسندی؟ ع

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

(غالب)

آیئے! اب الجزائر چلتے ہیں اور وہاں امریکہ اور مغربی دنیا کی جمہوریت پسندی کا تماشا دیکھتے ہیں۔

"۱۹۹۲ء الجزائر میں انتخابات کے انعقاد کا برس تھا جس میں بقیہ صدی کے لئے الجزائر کی قسمت کا فیصلہ متوقع تھا اور انتخابات کے پہلے راؤنڈ میں اسلام پسندوں نے زبردست کامیابی حاصل کی، جس سے بوکھلا کر فوجی آمر نے دوسرے راؤنڈ کا انتخاب ہی نہیں ہونے دیا۔ فرانسیسی حکومت الجزائر کے فوجی آمر کے اس فیصلہ کی حمایت کی اور باقی ماندہ مغربی دنیا نے فرانس کے اس موقف کی تائید کی جس کے نتیجہ میں الجزائر میں بغاوت اور مغرب سے نفرت کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔" (رواداری اور مغرب ص ۱۱۸)

اے امریکہ اور یورپ کے آمرو! ظالمو! اور انسانیت کے قاتلو! کیا تمہارے نزدیک جمہوریت یہی ہے کہ جو انتخابات میں زبردست کامیابی حاصل کرے اس کو بنیاد پرست کہہ کر پیچھے ڈھکیل دیا جائے اور ایک فوجی آمر کی پیٹھ ٹھونک کر اس ملک کو داخلی خانہ جنگی میں تبدیل کر دیا جائے۔ آخر کب تک انصاف کا مذاق اُڑاتے رہو گے؟ کیا تمہارا یوم الحساب کبھی نہیں آئے گا؟ ع

پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات!

(اقبال)

آ یئے ایک بار پھر امریکہ چلتے ہیں اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی جمہوریت کا جائزہ لیتے ہیں کہ آخر جمہوریت سرپرست کس قدر جمہوریت کا خون کرتے ہیں۔ جمہوریت کا خون پیتے ہیں اور اس کی دھجیاں بکھیرتے ہیں۔

''امریکہ، برطانیہ اور فرانس دنیا بھر میں حق بالغ رائے دہی اور آزادی رائے کی آڑ میں جمہوری سیاسی نظام کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ جس ملک میں جمہوریت نہ ہو، امریکی بلاک انسانی حقوق کی پامالی کا واویلا مچانا شروع کر دیتا ہے۔ بعض اوقات اقوام متحدہ کی فوج کی نگرانی میں انتخابات کرائے جاتے ہیں جب کہ خود اقوام متحدہ کا اہم ادارہ ''عالمی سلامتی کونسل'' کا ڈھانچہ جمہوری اصولوں کی نفی کرتا ہے۔

(۱) جمہوری نظام میں ہر بالغ شہری کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے لیکن عالمی سلامتی جیسے اہم مسائل کے حل کے لئے اقوام متحدہ کے ۱۸۴ ارکان میں سے سلامتی کونسل کے ۱۵ ارکان کو منتخب کر کے باقی ارکان کو کیوں محروم کیا گیا؟

(۲) جمہوری نظام میں عالم و جاہل کی رائے میں کوئی فرق نہیں۔ سب کے ووٹ کی قدر و قیمت یکساں ہے۔ اس اصول کو مدنظر رکھ کر دنیا کے تمام ممالک کے ووٹ کی قدر و قیمت برابر نہیں، کیوں؟

(۳) جمہوری اصولوں کے مطابق کثرت رائے کی بنیاد پر فیصلے ہوتے ہیں لیکن سلامتی کونسل کے فیصلے ان پانچ غاصبوں کی صواب دید پر ہوتے ہیں۔ کیوں؟

(۴) سلامتی کونسل کے پانچ ارکان کی حیثیت مستقل ہے جب کہ باقی ۱۰ ارکان ان کی مرضی سے صرف دو سال کے لئے منتخب ہوتے ہیں۔ یہ تضاد کیوں؟

امریکہ و برطانیہ دوسرے ملکوں کو جمہوری نظام کی دعوت دیتے ہیں لیکن اقوام

متحدہ میں ان جمہوری اصولوں پر عمل کیوں نہیں کرتے؟''

(رواداری اور مغرب ص ۱۴۳، ۱۴۴)

یہ چند مثالیں اس لئے پیش کردی گئی ہیں تاکہ ان کے قول وفعل کا تضاد واضح ہو سکے۔ ان کے علاوہ صحیفۂ عالم میں بے شمار مثالیں ثبت ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ترک کیا جارہا ہے۔

آپ نے دیکھا یہ ہیں جمہوریت کے جھوٹے ٹھیکیدار اور یہ ہے ادارہ اقوام متحدہ جس کو بقول (امریکہ ویورپ) دنیا میں امن وامان اور جمہوریت کی بحالی کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ لیکن نصف صدی سے اقوام متحدہ کا کردار پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ قوام متحدہ میں جمہوریت سرے سے پائی ہی نہیں جاتی ہے۔ اور دوسری طرف عالم یہ ہے کہ دنیا بھر میں جمہوریت کا علم اٹھائے پھرتے ہیں اور جس ملک میں جمہوریت بحال نہیں ہوتی ہے اس کے خلاف اقتصادی اور سیاسی پابندیاں عائد کرتے ہیں۔

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ولیم بیلم کے الفاظ میں:

''امریکیوں کی تاریخی کتابوں میں شہنشاہیت کب کی ختم ہوچکی ہے مگر کیا شہنشاہیت کی کوئی اور تعریف ہے؟ کیا امریکہ جو کچھ کررہا ہے وہ شہنشاہیت کی عملی شکل نہیں؟ دنیا بھر پر سیاسی، معاشی اور فوجی برتری، اپنی طاقت اور شان و شوکت کا واضح اظہار، اگر یہ شہنشاہیت نہیں تو پھر شہنشاہیت کیا ہے؟''

(روگ اسٹیٹ مترجم ص ۴۶، ۴۷)

شاعر مشرق سر اقبال نے بالکل سچ کہا۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر
(اقبال)

مغرب اور حقوق انسانی

اب تک آپ لوگ امریکی اور مغربی جمہوریت کا داغ دار چہرہ دیکھ رہے تھے۔ آیئے اب ان کی انسان دوستی اور انسانی حقوق کا مکروہ اور سیاہ چہرہ بھی دیکھتے چلیں، تا کہ ان انسان نما درندوں کی اصلیت کا پتہ چل سکے۔ اور معلوم ہو کہ ہاتھی کی طرح ان کے کھانے کے دانت اور ہیں، دکھانے کے اور۔ ع

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا
(اقبال)

بنیادی انسانی حقوق کا مفہوم:

برصغیر کے ممتاز صحافی اور ''تکبیر'' کراچی کے سابق ایڈیٹر جناب محمد صلاح الدینؒ کے الفاظ میں:

''یورپ میں بنیادی حقوق کی اصطلاح کو رائج ہوئے تین ساڑھے تین سو سال سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ یہ درحقیقت فطری حقوق (Natural Rights) کے اس قدیم نظریہ ہی کا دوسرا نام ہے جسے سب سے پہلے یونانی مفکر زینو (Zeno) نے پیش کیا تھا۔ اور پھر روم کے مشہور مقنن سسرو (Cecero) نے قانونی اور دستوری زبان میں مزید واضح کیا۔''

ڈبلو فریڈمین کا کہنا ہے:

''ایک شہری کے متعین حقوق پر مبنی معاشرہ کا تصور نسبتاً جدید تصور ہے جو اولاً قرون وسطی کے معاشرتی نظام کے خلاف اور ثانیاً سترہویں اور اٹھارہویں صدی کی جدید ریاست کی آمرانہ حکومت کے خلاف ردعمل سے ابھرا ہے۔ اس کا نمایاں اظہار لاک (Locke) کے فلسفہ' قانون فرانس کے اعلان

انسانی حقوق اور امریکی دستور میں ہوا۔''

''بنیادی حقوق کی اصطلاح یورپ کے مخصوص تاریخی پس منظر میں ابھری ہے۔ ہزار سالہ خانہ جنگی، بادشاہوں کی مطلق العنانی، جاگیردارانہ جبر و استحصال، انفرادی زندگی پر کلیسا کے ناقابل برداشت تسلط، اختلاف عقیدہ کی بنا پر ہونے والی خونریزی، نیشنلزم اور اس کی پیدا کردہ ہوس ملک گیری نے یورپ میں جس طرح انسان کی عزت نفس کو مجروح کیا، اس کے جان و مال اور آبرو کو پامال کیا اور جابر و قاہر ریاست کے مقابلے میں فرد کو بالکل بے بس و بے اختیار بنا کر رکھ دیا، اس نے انسانیت کا درد رکھنے والے لوگوں کے ضمیر کو جھنجوڑا اور انھیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ انسان کو تذلیل و تحقیر سے بچانے اور اس کی تعظیم کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور مطلق العنان بادشاہوں اور آمروں کو احترام آدمیت کی راہ کس طرح دکھائی جائے۔ یہ حالات تھے جن میں فطری حقوق (Natural Rights) کے نظریہ نے اپنے عملی اطلاق کی منزل آتے آتے بنیادی حقوق (Fundamental Rights) کا روپ دھارا، اور پورے یورپ میں فرد کے لئے متعین حقوق اور ان کے آئینی تحفظ کی تحریک زور پکڑتی چلی گئی۔ نوآبادیاتی دور کے مظالم اور پھر دو عالمی جنگوں میں آتشی اسلحہ اور ایٹم بم کے استعمال سے جب پورا کرۂ ارض جہنم بنا دیا گیا اور اس کے بھڑکتے ہوئے شعلوں نے پورے عالم انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، تو یورپ میں گونجنے والی بنیادی حقوق کی آواز ایک عالم گیر مطالعہ بن گئی، جس کے نتیجہ میں منشور اقوام متحدہ اور منشور انسانی حقوق وجود میں آئے۔ یوں وہ اصطلاح جو جبر و استبداد کے مخصوص ماحول میں ابھری تھی اس جبر و استبداد کے عالمگیر پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ دنیا کے گوشے گوشے میں جا پہنچی۔'' (سہ روزہ دعوت دہلی ۲۸ر جولائی ۱۹۹۵ص ۵، ۶ بنیادی حقوق ص ۲۶۔۲۹)

انسانی حقوق کے شعوری ارتقا کی تاریخ پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے یوں روشنی ڈالی ہے:

''(۱) انگلستان میں کنگ جان نے ۱۲۱۵ء میں جو میگنا کارٹا جاری کیا تھا وہ دراصل اس کے امراء کے دباؤ کا نتیجہ تھا۔ اس کی حیثیت بادشاہ اور امراء کے درمیان ایک قرارداد کی سی تھی، اور زیادہ تر امراء ہی کے مفاد میں وہ مرتب کیا گیا تھا۔ عوام الناس کے حقوق کا اس میں کوئی سوال نہ تھا۔ بعد کے لوگوں نے اس کے اندر وہ معنی پڑھے جو اس کے اصل لکھنے والوں کے سامنے بیان ہوتے تو وہ حیران رہ جاتے، سترھویں صدی کے قانون پیشہ لوگوں نے اس میں یہ پڑھا کہ تحقیق جرم روبروئے مجلس قضا حبسِ بے جا کے خلاف دادرسی اور ٹیکس لگانے کے اختیارات پر کنٹرول کے حقوق انگلینڈ کے باشندوں کو اس میں دیئے گئے ہیں۔

(۲) ٹام پین (TOM PAINE) ۱۷۳۷ء تا ۱۸۰۹ء کے پمفلٹ ''حقوق انسانی'' (RIGHTS OF MAN) نے اہل مغرب کے خیالات پر بہت بڑا انقلابی اثر ڈالا اور اسی کے پمفلٹ (۱۷۹۱ء) نے مغربی ممالک میں حقوق انسانی کے تصور کی عام اشاعت کی۔ یہ شخص الہامی مذہب کا قائل نہ تھا اور ویسے بھی وہ دور الہامی مذہب سے بغاوت کا دور تھا، اس لئے مغربی عوام نے یہ سمجھا کہ الہامی مذہب حقوق انسانی کے تصور سے خالی ہے۔

(۳) انقلاب فرانس کی داستان کا اہم ترین ورق منشور حقوقِ انسانی (DECLARATION OF THE RIGHTS OF MAN) ہے جو ۱۷۸۹ء میں نمودار ہوا۔ یہ اٹھارہویں صدی کے اجتماعی فلسفے اور خصوصاً روسو کے نظریۂ عمرانی (SOCIAL CONTRACT THEORY) کا ثمرہ تھا۔

اس میں قوم کی حاکمیت، آزادی، مساوات اور ملکیت کے فطری حقوق کا اثبات کیا گیا تھا۔

(۴) امریکہ کی دس ترامیم میں بڑی حد تک وہ تمام حقوق گنوائے گئے ہیں جو برطانوی فلسفۂ جمہوریت پر مبنی ہو سکتے تھے۔

(۵) انسانی حقوق و فرائض کا وہ منشور بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے جسے بگوٹا کانفرنس میں امریکی ریاستوں نے ۱۹۴۸ء میں منظور کیا۔

(٦) پھر جمہوری فلسفہ کے تحت (U.N.O.) نے تدریجاً بہت سے مثبت اور بہت سے تحفظاتی حقوق کے متعلق قراردادیں پاس کیں۔ اور بالآخر ''عالمی منشور حقوق انسانی'' منظر عام پر آیا۔

دسمبر ۱۹۴٦ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک ریزولیشن پاس کیا۔ جس میں انسانوں کی نسل کشی کو، بین الاقوامی قانون کے خلاف ایک جرم قرار دیا گیا۔

پھر دسمبر ۱۹۴۸ء میں نسل کشی کے انسداد اور سزادہی کے لئے ایک قرارداد پاس کی گئی۔ اور ۱۲/ جنوری ۱۹۵۱ء کو اس کا نفاذ ہوا، اس میں نسل کشی کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا کہ حسب ذیل افعال میں سے کوئی فعل اس غرض سے کرنا کہ کسی قومی، نسلی یا اخلاقی گروہ یا اس کے ایک حصے کو فنا کر دیا جائے۔

(۱) ایسے کسی گروہ کے افراد کو قتل کرنا۔

(۲) ان کو شدید نوعیت کا جسمانی یا ذہنی ضرر پہنچانا۔

(۳) اس گروہ پر بالارادہ زندگی کے ایسے احوال کو مسلط کرنا جو اس کی جسمانی بقا کے لئے کلاً یا جزءً تباہ کن ہوں۔

(۴) اس گروہ میں سلسلۂ تولید کو روکنے کے لئے جبری اقدامات کرنا۔

(۵) جبری طور پر اس گروہ کی اولاد کو کسی دوسرے گروہ کی طرف منتقل کرنا۔[1]

۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو جو "عالمی منشور حقوق انسانی" پاس کیا گیا تھا اس کے دیباچے میں من جملہ دوسرے عزائم کے ایک یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ "بنیادی انسانی حقوق میں فرد انسانی کی عزت و اہمیت میں مردوں اور عورتوں کے مساویانہ حقوق میں اعتقاد کو موثق بنانے کے لئے۔"

نیز اس میں اقوام متحدہ کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ "انسانی حقوق کا احترام قائم کرنے اور نسل و صنف یا زبان و مذہب کا امتیاز کئے بغیر تمام انسانوں کو بنیادی آزادیاں دلوانے کے کام میں بین الاقوامی تعاون کا حصول۔"

اسی طرح دفعہ ۵۵ میں اقوام متحدہ کا منشور کہتا ہے۔

"مجلس اقوام متحدہ انسانی حقوق اور سب کے لئے اساسی آزادیوں کے عالمگیر احترام اور ان کی نگہداشت میں اضافہ کرے گی۔"

اب دیکھ لیجئے کہ اس منشور کے عین سائے میں انسانیت کے بالکل ابتدائی حقوق کا قتل عام دنیا میں ہو رہا ہے اور خود مہذب ترین اور سرکردہ ممالک کے اپنے ہاں ہو رہا ہے جو اسے پاس کرنے والے تھے۔[2]

یا مردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار
جو فلسفہ لکھا نہ گیا خون جگر سے
(اقبال)

---

[1] ان تمام افعال کو کیا بوسنیا، کوسوو اور فلسطین میں روا نہیں رکھا گیا؟ اور نہیں رکھا جا رہا ہے؟ کیا یہ بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ ع

آپ ہی ذرا اپنے جور و ستم کو دیکھیں — ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

[2] انسان کے بنیادی حقوق ص ۵ تا ۸ ایضاً بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل ص ۴۴۳ تا ۴۴۶۔

انسانی حقوق کا مغربی مفہوم

امریکہ اور یورپ میں ہمیشہ ہر نظریہ کے متعلق دہرا معیار پایا جاتا رہا ہے۔اور وہاں جب بھی کوئی نظریہ وجود میں آیا ہے تو اس کے پس منظر میں مخصوص تحفظات پائے گئے ہیں اور وہ ایک خاص پس منظر کی پیداوار رہا ہے، انسانی حقوق کا نظریہ بھی اسی مخصوص پس منظر اور ذہنی تحفظات کی دین ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب سے انسانی حقوق کا نظریہ اور انسانی حقوق کا عالمی منشور منظر شہود پر آیا ہے اسی وقت سے ہی دہرا معیار لئے رہا ہے۔

ڈاکٹر عبدالغنی کے الفاظ میں:

''آج کل انسانی حقوق کا چرچا زیادہ تر مغرب کے حوالے سے ہو رہا ہے اور اہل مغرب خود کو یا دنیا کو انسانی حقوق کا سبق دے رہے ہیں۔انہوں نے اس مقصد کے لئے بین الاقوامی ادارے بھی بنا رکھے ہیں۔سب سے بڑھ کر اقوام متحدہ کے منظور کردہ انسانی حقوق کے منشور کا حوالہ ایک مدت سے اس طرح دیا جا رہا ہے گویا عصر حاضر کو انسانی حقوق اسی ادارے کی دین ہیں جس پر قبضہ یا غلبہ امریکہ اور یورپ کی قوموں اور حکومتوں کا ہے، اس کے علاوہ ۱۷۸۹ء میں انقلاب فرانس نے حریت، مساوات اور اخوت کے جو نعرے بلند کئے انہیں تاریخ میں انسانی حقوق کا پہلا اعلان قرار دیا گیا ہے۔

بہر حال بیسوی صدی میں انسانی حقوق کے مغربی مفہوم کی تشریح بجائے خود ایک مہم ہے۔اس سلسلے میں سب سے پہلا اور بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اصلاً وحقیقةً مغرب میں انسانی حقوق کا مفہوم سیاسی ومعاشی ہے نہ کہ اخلاقی یا نظریاتی۔

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ مغرب نے سارے انسانی حقوق لے کر دنیوی اقتدار کے دائرے سے نکل کر اپنے بادشاہوں یا حکمرانوں کے ساتھ سیاسی ومعاشی کشمکش کے نتیجے ہی حاصل کئے۔میگنا کارٹا سے لے کر انقلاب فرانس تک کی داستان یہی بتاتی ہے۔یہ سب حقوق مختلف ادوار میں بڑی لڑائیوں اور قانون

سازیوں کے بعد حاصل ہوئے۔اس مقصد کے لئے کلیسائیت کے بعد یورپ اور امریکہ کے ملکوں کو بادشاہت، جاگیرداری اور سرمایہ داری کے مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ جمہوریت کی دریافت بھی بہ اقساط انہیں مرحلوں میں ہوئی۔ یہاں تک کہ فسطائیت اور نازیت کے ساتھ اتحادیوں کی قوم پرستانہ جنگ عظیم دوم (۴۵۔۱۹۳۸ء) کے بعد اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا۔اور حقوق انسانی چارٹر منظور کیا گیا۔اس کو خاندان انسانیت کے تمام ارکان کے پیدائشی وقار پر مبنی مساوی اور ناقابل تنسیخ حقوق کا عالمی اعلان قرار دیا گیا۔اگر چہ اس اعلان میں مشرق ومغرب دونوں کی قومیں شامل تھیں۔لیکن اس کا مسودہ مغربی تصور کے مطابق ہی مرتب ہوا۔اور پھر اس کو سب ممبروں نے منظور کیا۔

جہاں تک حقوق کی نوعیت کا تعلق ہے اس میں اصولاً مشرق ومغرب کا فرق نہیں ہے۔لیکن سوال ان کے مفہوم اور استعمال کا ہے۔مثال کے طور پر چند بنیادی حقوق حسب ذیل ہیں:

(۱) جان کا تحفظ

(۲) مال کا تحفظ

(۳) آبرو کا تحفظ

(۴) عقیدے کی آزادی

(۵) امن وامان کا قیام

(۶) قومی سالمیت۔

(۷) ماحول کی سلامتی

سب سے پہلے آخری تین حقوق پر ایک نظر ڈال کر جائزہ لیا جائے کہ بروقت عالمی صورت حال کیا ہے؟

فلسطین، الجزائر اور لبنان سے افغانستان، بوسنیا اور چیچنیا پھر ویت نام اور

جنوبی افریقہ تک میں آخر الذکر دونوں ملکوں کی آزادی سے پہلے کچھ طاقتیں اوران کے زیر سایہ عناصر عمومی اور مجموعی طور پر جو کرتے رہے ہیں وہ بدامنی، اقوام وممالک کے داخلی معاملات میں بے جا مداخلت اور ماحول کی تخریب کے بدترین واقعات ہیں۔ ہر جگہ انسانیت کے بنیادی حقوق پامال کئے گئے ہیں۔

ایسا کیوں ہوا ہے؟ صرف مفاد پرستانہ سیاست کے وحشیانہ مقاصد کے لئے اس سلسلے میں رنگ ونسل، دولت و طاقت اور اقتدار وحکومت کے سارے تعصبات ومحرکات کام کرتے رہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسانی حقوق کا مفہوم مغرب میں وہ نہیں ہے جو معروف طریقے پر سمجھا جاتا ہے۔ اور خود اہل مغرب اپنے الفاظ واصطلاحات سے سمجھاتے رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مغربی رہنماؤں نے آفاقی حقوق کے معاملے میں بھی اپنے ذہنی تحفظات ملحوظ رکھے ہیں۔ مغرب کے مفکرین جو بھی بحث کرتے ہیں جس پر عمل بدلتی ہوئی سیاست کے ساتھ بدلتا رہتا ہے اس میں نہ کوئی یکسانی ہے، نہ ہمواری، نہ یکسوئی۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ انسانی جہت اور اصولی موقف مفقود رہے۔" (سہ روزہ دعوت ۲۸/جولائی ۱۹۹۵ء ص ۷، ۸)

اب رہی بات جان، مال، آبرو اور عقیدے کے پہلے چار حقوق کی تو سر دست ہم مال، آبرو اور عقیدے کے متعلق گفتگو کو ملتوی کرتے ہیں، اس پر گفتگو کسی اور موقع پر ہوگی ان شاء اللہ، فی الحال جان کے تحفظ پر بحث کرتے ہیں تاکہ اندازہ لگایا جا سکے کہ انسانی حقوق کا شور مچانے والے انسانی جان کے محافظ ہیں یا اس کے تاجر اور بیوپاری؟

محترم جناب ڈاکٹر عبدالغنی صاحب اس پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

"جان کا معاملہ بہت نازک اور پیچیدہ بنادیا گیا ہے۔ مغرب کے زیر اثر فروغ پانے والے جدید تمدن میں انسانی جان کی کوئی قیمت نہیں۔ بیسوی صدی کی

دو عظیم جنگوں، ان کے بعد طویل سرد جنگ اور اس جنگ کی مدت میں مہلک ترین ہتھیاروں کے پھیلاؤ نے واضح کر دیا ہے کہ مغرب میں انسانی جان صرف قربانی کا بکرا ہے۔ جس کی پرورش جنگ اقتدار کا ایندھن بنانے کے لئے ہو رہی ہے۔ انسانی جان اللہ کی دین بھی ہے امانت بھی، لیکن مغرب کی سیاست نے اسے مال تجارت بنا دیا ہے۔ انسانی حقوق کے مغربی مفہوم کی یہ تشریح ان سنگین حقائق کی روشنی میں ہے جس سے عصر حاضر کی انسانیت دو چار ہے اور جن کی وجہ سے انسانیت کا مستقبل تک مشتبہ ہو گیا ہے۔ اشتراکی پاور بلاک کے ختم ہونے کے بعد دنیا کی واحد بڑی طاقت امریکہ نے ایک نئے عالمی نظام کے قیام کا دعویٰ کیا اور مژدہ سنایا۔ لیکن اس کا سب سے پہلا مظاہرہ خلیجی جنگ میں ہوا۔ جس کے تباہ کن اثرات ابھی تک باقی ہیں۔

آخر یہ نظام ہے کیا؟ امریکہ ہی سے ایک اعلان یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ مغربی طرز حیات ہے۔ اس طرز حیات کا جو آئینہ انسانی حقوق کے مغربی مفہوم کی تشریح سے جلوہ گر ہوتا ہے اس کا ہی ایک عکس خلیجی جنگ تھی۔ بوسنیا میں یورپ کے ملکوں کی فتنہ پردازی اور چیچنیا پر روس کی فوج کشی ہے۔ اس فضا میں ایٹمی اسلحوں کی فراوانی اور تخفیف کی ساری بحث ایک جنگ زرگری ہے۔ یہ دراصل ایٹمی پاور پر چند ملکوں کی جن میں ایک کے سوا سب مغربی ہیں اجارہ داری قائم رکھ کر دنیا کی سیاست و معیشت ہی نہیں تہذیب و تمدن پر وہ قبضہ یا غلبہ برقرار رکھنے کی سازش ہے جو پچھلی دو صدیوں سے اہل مغرب کو حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مغربی طرز حیات نیا عالمی نظام بن کر آئندہ بھی دنیائے انسانیت پر قابض رہنا چاہتا ہے، حالانکہ یہ درحقیقت ایک بوسیدہ نظام کا فرسودہ طرز حیات ہے جو انسانی حقوق کو پیہم تلف یا مسخ کرتا رہا ہے۔''

(سہ روزہ دعوت ۲۸ جولائی ۱۹۹۵ء ص ۷، ۸)

یہ ہے مغرب میں انسانی حقوق کا مفہوم جس کی بنا پر وہ دنیا کے مختلف ممالک پر پابندیاں عائد کرتا رہا ہے گویا کہ مغربی ممالک بشمول امریکہ میں قانون، اصول اور رواداری کی حکومت نہیں ہے بلکہ لاقانونیت، بے اصولی اور عدم رواداری کا راج ہے۔ جہاں مشرق کے لئے اور قوانین ہیں مغرب کے لئے اور۔ بلکہ اس سے واضح تر الفاظ میں یہ ہے کہ مسلم امہ، مسلمان ممالک کے لئے اور قوانین ہیں اور مغربی ممالک کے لئے اور۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی منشور میں تیس دفعات کا ذکر کیا گیا ہے لیکن ان دفعات پر کب اور کیوں کر عمل ہوا ہے یہ ایک اذیت ناک اور تکلیف دہ باب ہے اور یہ باب تفصیل چاہتا ہے۔ مگر یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ جو بھی دفعات مغربی ممالک اور ان کے حاشیہ وغاشیہ بردار ممالک کے خلاف پڑی ہیں وہ کبھی بھی شرمندۂ عمل نہیں ہو سکی ہیں، اور جو بھی دفعات اسلامی ممالک اور مسلم امہ کے خلاف جاتی رہی ہیں ان پر بڑے زور شور سے عمل درآمد کیا گیا ہے۔ آخر انسانی حقوق کے تعلق سے آج تک کوئی بھی دفعہ فلسطین میں قابل نفاذ ہو سکی ہے اور اسرائیل کی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر کبھی اس کی گرفت کی گئی ہے؟ اور فلسطینیوں کو کس قدر انسانی حقوق دلائے گئے ہیں؟ کیا انسانی حقوق کی دفعات صرف کاغذوں اور تمہارے ذہنی تحفظات تک محدود نہیں ہیں؟

میں نے یہ ایک مثال دی ہے۔ جو نصف صدی سے بھی زیادہ عرصے سے جاری ہے اور اقوام متحدہ کا عالمی منشور اس پر خاموش ہے۔ دنیا میں ہر جگہ انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے بلکہ امریکہ اور مغرب کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔

انسانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت صرف اسلام دیتا ہے۔ اسلام کے نزدیک رنگ، نسل قوم، وطن کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

امریکہ اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں

آیئے! اب ہم آپ کو علمی فتوحات سائنسی ونکنالوجی برتری، عدل و انصاف، رواداری، مساوات اور جمہوریت کے سب سے بڑے علم بردار نیز انسانی حقوق کے چمپئن ملک امریکہ لے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انسانیت اور انسانی حقوق کی کتنی پاسداری ہورہی ہے اور کتنی پامالی، تاکہ امریکہ کے بلند بانگ دعوے کی حقیقت آشکار ہوسکے۔

''امریکہ میں سیاہ فام آبادی بھی بدترین نسلی منافرت کا شکار ہے۔ مقامی آبادی ''ریڈانڈینز'' ہمیشہ سے غلاموں سے بدترین زندگی گزار رہی ہے روڈنی کنگ کا معاملہ محض ایک چنگاری تھی۔ جس نے نسلی ہیجان و اضطراب کے خاموش آتش فشاں کے دہانے کو کھول دیا۔

۱۹۹۲ء کا واقعہ ہے کہ ایک سیاہ فام موٹر ڈرائیور روڈنی کنگ کو چار گورے امریکی سپاہیوں نے تعاقب کر کے گاڑی سے گھسیٹ لیا۔ پھر فلارنس اور نارمنڈی ایونیو کے چوراہے پر لٹا کر لاٹھیوں کی بارش کردی۔ پاؤں کی ٹھوکروں سے تشدد کرتے رہے۔ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور دماغ بھی بری طرح متاثر ہوا۔ مارنے والے گورے امریکی پولس کے سپاہی تھے اور پٹنے والا ایک سیاہ فام باشندہ تھا اس لئے کوئی شخص بڑھ کر اس کی مدد نہ کرسکا۔

اتفاق سے ایک کیمرہ مین وہاں سے گزر رہا تھا اس نے تشدد کے اس منظر کو سلولائٹر پر متشکل کرلیا۔ جب مقدمہ جیوری کے سامنے پیش ہوا تو بطور شہادت اس ویڈیو فلم کو پیش کیا گیا۔ لاس اینجلس کے سیاہ فام باشندوں کو یقین تھا کہ انصاف ہوگا اور گورے سپاہیوں کو قرار واقعی سزا ملے گی، لیکن ہوا کیا کہ تمام گورے سپاہیوں کو جیوری نے بری کردیا۔

لاس اینجلس کے سیاہ فام باشندوں کے لئے بے انصافی کا یہ واقعہ اتنا بڑا تھا کہ صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ نفرتوں کا آتش فشاں پھٹ پڑا، جس کا لاوا جس

طرف بڑھتا گیا بربادی کی داستانیں رقم کرتا گیا۔

چین کی حکومت نے برملا کہا "امریکہ کے فسادات سے یہ بات خوب اجاگر ہوگئی ہے کہ وہاں پر انصاف کا معیار کیا ہے۔ اور دنیا بھر میں انسانی حقوق کا شور مچانے والوں کی اپنی صورت حال کیا ہے۔ ع

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

(اقبال)

امریکی عدالتوں کا دوہرا معیار بھی امریکی معاشرہ کا ایک تلخ پہلو ہے کہ جج فیصلہ کرتے وقت دلائل وشہادت کو دیکھنے کی بجائے رنگ ونسل کو دیکھتے ہیں۔ اگر رنگ گورا ہے تو گناہ معاف یا گناہ کے مقابلہ میں حقیر سزا، اور اگر سیاہ فام باشندہ ہے تو جج صاحبان تمام تر صلاحیتیں اس بات پر صرف کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ سزا کم جرم پر دی جائے۔ صرف روڈنی کنگ کا واقعہ ہی بطور مثال پیش نہیں کیا جاسکتا، بلکہ عدالتی تاریخ ایسے بدنما دھبوں سے بھری پڑی ہے۔ ایک ممتاز جج ٹامس اور مشہور باکسر ٹائی سن کے خلاف اس لئے کارروائی کی جاتی ہے کہ وہ سیاہ فام ہیں۔ محمد علی (کلے) کو بھی اس لئے نامساعد حالات سے دوچار کردیا ہے کہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور سیاہ فام بھی ہے۔" (رواداری اور مغرب ص ۱۷۵،۱۷۶)

اس نسلی امتیاز کے علاوہ جنسی امتیاز، لسانی حقوق کی پامالی، مہاجرین کے ساتھ وحشیانہ سلوک، پولس کے مظالم اور تشدد، نیز جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کی صورت حال نہایت اذیت ناک ہے جس کے متعلق خود امریکہ میں قائم امریکن لبرٹیز اور ہومن رائٹس واچ کی رپورٹیں ثابت کرتی ہیں کہ امریکہ کھلے عام انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کررہا ہے اور شہری وسیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے کی شرطوں کو پورا

کرنے میں بری طرح ناکام رہا ہے۔اور یہ رپورٹیں امریکی دعوے کا منہ چڑا رہی ہیں اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اندرون ملک اور بیرون ملک امریکی حکمرانوں کا کردار کتنا گھناؤنا ہے اور انسانی حقوق کی پامالی میں امریکہ سب پر سبقت لے گیا ہے۔

''آج جس امریکہ کو ہزاروں میل دور اسلامی ملکوں میں انسانی حقوق، آئین اور جمہوریت کی فکر لاحق ہے اسی امریکہ میں دوسو سال تک جو حشر آئین اور انسانی حقوق کا ہو چکا ہے اسے ضبط تحریر میں لانے کے لئے جس قدر سیاہ، سیاہی کی ضرورت ہے وہ ابھی ایجاد ہی نہیں ہوئی۔ امریکہ میں انسانوں کی جس قدر مٹی پلید ہوئی ہے انسانی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس زمین پر سرمایہ داری، کاروبار، منافع اراضی، موقع، قبضہ، داؤ، اثاثے، ملکیت، فروخت، خوش حالی، سودے کے پھیلاؤ اور مالی مفادات کے لئے جس بے دردی سے انسانی خون بہا ہے اور انسانیت کی جس قدر تذلیل ہوئی ہے اس کے پیش نظر انسانی حقوق پر امریکی اصرار اسی قدر معتبر ہے کہ جس طرح جاپان میں ایٹم بم سے ڈیڑھ لاکھ افراد قتل کرانے کے بعد ایٹمی ہتھیاروں کو محدود کرنے کا عندیہ۔

امریکہ کی اساس انسانی خون کی ارزانی پر ہوتی ہے۔ امریکہ کی بنیاد رکھنے والوں کی اسلام دشمنی تیس لاکھ اندلسی مسلمانوں کے سر لے گئی تھی، اس کی تعمیر کے مرحلے میں یورپی آبادکار امریکیوں نے سوملین ریڈ انڈینز کو تہہ تیغ کیا اور معاشی ترقی کا ڈالر لاکھوں افریقیوں کے خون سے آلودہ ہے جس میں افریقی مسلمانوں کا لہو بھی شامل ہے۔ ہوس زر، جوع الارض اور جاہ کی خاطر اتنے وسیع پیمانے پر قتل و غارت کی کوئی اور مثال انسانی تاریخ میں مشکل سے ہی ملے گی۔

امریکہ کے قیام کی خشت اول ہی ناانصافی، جبر، ظلم اور ناحق انسانی خون پر

رکھی گئی ہے۔ انسانی تذلیل اور انسانی حقوق کی پامالی کے جو مناظر امریکی سر زمین میں رونما ہوئے، چشم فلک نے ایسے انسانی المیے کم ہی دیکھے ہوں گے۔

(استفادہ۔ ہوئے تم دوست جس کے۔ ڈاکٹر حقی حق)

آیئے آپ کو امریکہ کے جیلوں کی سیر کراتے ہیں جہاں انسانیت کراہ رہی ہے۔ سسک رہی ہے، تڑپ رہی ہے، دم توڑ رہی ہے۔ مگر نہ تو امریکہ کے حقوق انسانی کا ضمیر بیدار ہوتا ہے، نہ وہاں کے انتظامیہ کے کانوں پر جوں رینگتی ہے۔ نہ ہی ہومن رائٹس واچ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل جیسی تنظیمیں نیند سے بیدار ہوتی ہیں۔ سب کی آنکھوں پر پٹیاں بندھ چکی ہیں، یا سب اپنی بینائیاں کھو چکی ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ قیدی مسلمان ہے اگر وہی قیدی نصرانی یا یہودی ہوتا، تو دنیا بھر کی تنظیمیں چیخ پڑتیں کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں۔ مگر افسوس کہ قیدی مسلمان ہے۔ نام شیخ عمر عبدالرحمٰن حفظہ اللہ بوڑھا ہے۔ نابینا اور حوالۂ زنداں، اللہ اکبر...... جرم کیا ہے مسلمان ہونا۔

آیئے شیخ عمر کی کہانی انہی کی زبانی سنئے اور امریکہ کے انسانی حقوق کا بھرم دیکھتے چلئے۔ سپرنگ فیلڈ جیل سے شیخ کا پیغام مسلمانان عالم کے نام۔ خط ملاحظہ ہو:

"تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ سرور انبیاء حضرت محمد ﷺ، پر ان کی آل اور ان کے وفادار ساتھیوں پر روز قیامت تک نزول رحمت ہو، اس جیل کے حالات جہاں میں مقید ہوں بدترین اور انتہائی ناگفتہ بہ ہیں۔ اس کا اندازہ آپ مندرجہ ذیل حقائق سے کر سکتے ہیں۔

(۱) امریکی حکام مذہبی آزادی اور عبادت کرنے کی آزادی کے جو دعوے کرتے ہیں وہ سب ایک فریب اور جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں اس جیل میں آنے کے بعد سے لے کر آج تک مجھے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

(۲) جیل میں مجھ سے انتہائی متعصبانہ اور ناروا امتیاز برتا جاتا ہے۔ جب

دوسرے قیدی محافظوں کو بلاتے ہیں تو محافظ فوراً ان کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ میں گھنٹوں اپنی کوٹھری کا دروازہ کھٹکھٹا تا رہتا ہوں لیکن مجھے کوئی جواب تک نہیں ملتا اور میری ضرورت پر بھی دھیان نہیں دیا جاتا۔

(۳) بال اور ناخون ترشوائے بغیر مہینوں گزر جاتے ہیں اور اپنا زیر جامہ تک مجھے اپنے ہاتھوں سے دھونا پڑتا ہے۔

(۴) مجھے قید تنہائی میں رکھا گیا ہے (یاد رہے کہ شیخ عمر عبدالرحمٰن نابینا ہیں ذیابیطس کے مریض ہیں اور بڑھاپے میں قدم رکھ چکے ہیں) اس حالت میں بھی کوئی بھی میرا ساتھی اور مددگار نہیں جو اور کچھ نہیں تو کم از کم میرا سامان وغیرہ درست کرنے میں میری مدد کر دے۔ دن اور رات کے کسی بھی لمحے میرے ساتھ گفتگو کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ مجھے کسی دوسرے قیدی کے ساتھ علیک سلیک کرنے کی اجازت نہیں۔ میری کوٹھری کے نزدیک کسی مسلم، غیر مسلم یا کسی ایسے شخص کی کوٹھری بھی نہیں ہے جو عربی بول سکتا ہو۔ میرے دن خاموش ہیں، میری راتیں خاموش ہیں، یہ کس قدر اذیت ناک تنہائی اور کتنا بڑا ظلم ہے ایسا کر کے وہ مجھے ذہنی اور جسمانی مریض بنا دینا چاہتے ہیں تاکہ وہ مجھ سے مسلمان ہونے کا بدلہ لے سکیں۔ کیا یہ وہی انسانی حقوق ہیں جن کے شور سے ہوا کی لہریں اور ذرائع ابلاغ بھرے پڑے ہیں۔ انسانی حقوق کی دہائی دینے والے ہمیں صرف اس لئے مشق ستم بناتے ہیں کہ ہماری آواز کمزور ہے اور ہم بات کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

(۵) کیا آپ نے برہنہ تلاشی اور پوشیدہ اعضاء کی پردہ دری کے بارے میں کبھی سنا ہے؟ لوگ آئیں اور اوپر سے نیچے تک کپڑے اتار کر انسان کو اسی حالت میں لے آئیں جس میں وہ پیدا ہوا تھا۔ اللہ کی قسم جب بھی کوئی دوست یا عزیز (حالانکہ امریکہ میں میرا کوئی رشتے دار نہیں تمام عالم اسلام میرا خاندان

ہے) مجھ سے ملنے آتا ہے تو میرے ساتھ یہ نازیبا سلوک کیا جاتا ہے ایک ملاقات کے بدلے میں مجھے دو مرتبہ برہنہ کیا جاتا ہے۔ جیل کے حکام مجھے کہتے ہیں کہ میں اپنے تمام کپڑے اتار دوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ اتنی بات پر مطمئن ہو جائیں گے لیکن جیل کا چیف گارڈ ''کرلنگ ڈے'' نامی ایک اور شخص اور جیل کے دوسرے بہت سے محافظ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں رانیں کھول کر آگے کی طرف جھک جاؤں اور پھر وہ جانوروں کی طرح......شرمندگی اور ندامت کی وجہ سے مزید کچھ کہنا مجھے زیب نہیں دیتا، میں اپنے ذہن کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے پوری مسلم امت سے یہ ضرور کہوں گا کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کریں۔ وہ میرے پوشیدہ اعضاء کی اچھی طرح تلاشی لیتے ہیں۔ میرے ارد گرد کھڑے ہو کر قہقہے لگاتے ہیں۔ جب میں مادر زاد برہنہ حالت میں جھکا ہوا ہوتا ہوں تو محافظ میرے ارد گرد گھومتے ہوئے میرے پوشیدہ اعضاء کے اندر جھانکتے ہیں اور جو شخص میرا اس طرح معائنہ کرتے ہوئے زیادہ وقت لیتا ہے اسے تحسین کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ اس نے اپنا فرض نہایت تندہی سے انجام دیا ہے۔ وہ میرے ساتھ انسانیت سوز اور ذلت آمیز سلوک اس لئے کرتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں اور اس طرح کے سلوک کو میرے اللہ نے منع فرمایا ہے۔

وہ ایسا کیوں نہیں کریں گے؟ انہیں تو ان کا شکار ہاتھ لگ گیا ہے۔ انہوں نے اپنی منزل مراد پالی ہے وہ میرے جسم کے پوشیدہ اعضاء میں کیا تلاش کرتے ہیں؟ کیا وہ میرے اعضاء میں ان ہتھیاروں، دھماکہ خیز مواد اور منشیات کو تلاش کرتے ہیں جو میں اپنی کال کوٹھری سے اپنے احباب تک پہنچاتا ہوں یا اپنے ملاقاتیوں سے لے کر اپنی کوٹھری میں لے جاتا ہوں۔ وہ ہر ملاقات کے بعد دو مرتبہ مجھ سے ناروا سلوک کرتے ہیں اس مشکل گھڑی میں شرمندگی اور

ندامت سے میرا وجود پانی پانی ہو جاتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اس سے پہلے کہ یہ لوگ میری تذلیل کریں زمین پھٹ جائے اور میرا وجود نگل لے۔ کیا یہ بات ان لوگوں کے لئے خوش کن ہوسکتی ہے جو اپنے دین اور اس کی عظمت کے محافظ ہیں؟

اے اخوت کے علمبردار بہادر لوگو! اے اپنے دین کی حفاظت اور احکام الٰہی کی تعمیل کرنے والو! اے دین کی عظمت و وقار کے لئے قربانی دینے والو! اے اللہ کے بندو! اب تو گہری نیند سے بیدار ہو جاؤ۔ اپنی گرجتی ہوئی آواز کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ اے اللہ کے بندو باہر نکلو تاکہ تمہاری آواز حق دنیا کے گوشے گوشے میں سنائی دے۔ اے اللہ کے بندو! ایک ہو کر سچائی کی آواز بلند کرو برائی کا قلع قمع کر ڈالو۔ اس سے پہلے کہ کافرانہ جارحیت کی آگ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے، آگ بجھا ڈالو۔

کیا جیلیں علماء کے لئے ہوتی ہیں یا مجرموں کے لئے؟ اہل کفر نے مسلمان امت کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے، اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرو۔ اور اہل کفر پر ثابت کردو کہ مسلمان موت سے نہیں ڈرتے۔ اس قوم کو خواب غفلت سے کون بیدار کرے گا جو ہواؤں میں قلعے تعمیر کرتی ہے، جس کا احساس مردہ ہو گیا ہے۔ جو استعماری سازشوں کے خلاف کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں کرتی، اگر اس قوم کے علماء کو بھیڑ بکریوں کی طرح جیلوں میں ٹھونس دیا گیا تو یہ قوم وقت کے غبار میں گم ہو جائے گی۔ کیا اس قوم میں اللہ کا خوف رکھنے والے بہادر ختم ہو گئے ہیں؟ کیا اس کے پاس وہ مضبوط آواز نہیں جس کی دہشت سے برائی کا وجود ریزہ ریزہ ہو جائے؟ اے اللہ کے بندو! مادی نقصانات کے خوف سے دامن چھڑا کر جسد واحد بن جاؤ۔'' (رواداری اور مغرب ص ۱۹۸۔۱۹۲)

شیخ عمر حفظہ اللہ کے اس خط سے ہر وہ شخص اندازہ لگا سکتا ہے جس کے دل میں ذرہ

برابر بھی انسانیت کی رمق باقی ہے کہ وہ امریکہ جو گلا پھاڑ پھاڑ کر انسانی حقوق کی دہائی دیتا ہے اس کے یہاں انسانوں کے ساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا جاتا ہے جس پر انسانیت شرما رہی ہے۔ پھر آخر وہی امریکہ کس طرز حیات کی دعوت دیتا ہے؟ گلوبلائزیشن کا شور مچاتا ہے اور اسلام کو بدنام کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے کہ اسلام ایک وحشت ناک مذہب ہے۔ مسلمان خونخوار جانور ہیں۔ ان سے دور بھاگنا چاہئے۔ یورپ اور امریکہ انسانوں کو ایک نئی زندگی عطا کرنے والے ہیں۔ کون سی نئی زندگی؟ مائکل جکسن کی سی زندگی۔ لعنت ہے ایسی زندگی پر جہاں انسان انسان نہ رہے بلکہ حیوان بن جائے۔ سچ تو یہ ہے کہ حیوان بھی ایسی زندگی نہیں گزارتے ہیں۔ ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ، ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ﴾ (التین:۹۵/۴،۵)

یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا پھر اسے نیچوں سے نیچا کر دیا۔

اللہ ایسی زندگی سے ہر فرد بشر کو محفوظ رکھے؛ آمین۔

شیخ عمر حفظہ اللہ کے اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے ہفت روز ''ختم نبوت'' کراچی کے مدیر محترم نے اپنے اداریے میں یوں لکھا:

''چوروں، ڈاکوؤں اور بدکاروں کے حقوق کی آواز بلند کرنے والی امریکی تنظیمیں اور پاکستان اور دوسرے ممالک کی تنظیمیں آج کہاں سوگئیں؟ آج ان کو اس مسلمان رہنما پر مظالم نظر نہیں آئے؟ کیا کسی عالمی تنظیم نے اس خط پر ردعمل کا اظہار کیا؟ کیا کسی تنظیم نے تحقیق کی کہ اس نابینا عالم دین پر یہ ظلم وستم کیوں کیا جارہا ہے؟ انسانی حقوق کی تنظیموں کے ضمیر کہاں سو گئے؟ چلئے مان لیں، کہ امریکہ اور یورپ کی انسانی حقوق کی تنظیمیں کافر ہیں۔ ان کو مسلمانوں کے حقوق کا کیا۔ انہوں نے پہلے کب آواز بلند کی؟ کس مسلمان کے حق کے لئے آواز اٹھائی؟

لیکن آج افسوس اور حیرت ہے ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں پر اور عالم اسلام

کے حکمرانوں پر، مسلمانوں کی امدادی اور رفاہی تنظیموں پر کہ عبدالرحمٰن مرد مجاہد کا یہ دردناک خط ان کے ضمیروں کو جھنجھوڑنے سے قاصر رہا۔ کیا اس آواز میں اسلامی درد کی کوئی کیفیت نہیں، جس کا کسک ہر مسلمان اور عالم اسلام کے حکمراں محسوس کریں اور اس ظلم کو کم از کم روکنے کے لئے صرف آواز ہی بلند کریں۔''

میں مدیر محترم سے عرض کروں گا کہ عالم اسلام کی سرزمین پر روزانہ سیکڑوں بچے مرتے ہیں۔ سیکڑوں بچے یتیم ہوتے ہیں۔ سیکڑوں عورتیں بیوہ ہوتی ہیں۔ سیکڑوں عورتوں کی عصمتیں لٹتی ہیں۔ سیکڑوں نوجوان موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں، ہزاروں نوجوان جیلوں میں اپنی زندگی کے لمحات گن رہے ہیں اور اپنی موت کا انتظار کر رہے ہیں اور روزانہ سیکڑوں مکانات منہدم کر دیئے جاتے ہیں، مگر عالم اسلام کے حکمرانوں اور شہزادوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی ہے۔ تو شیخ عمر عبدالرحمٰن کا ایک خط ان کے مردہ ضمیروں کو کیسے بیدار کر سکتا ہے۔ یہ عالم اسلام کی مجبوری ہے اور ایمان کی جاں کنی...... مولانا ابوالکلام آزادؒ کے الفاظ میں:

''آج زلزلوں سے ڈرتے ہو، کبھی تم خود زلزلہ تھے۔ آج اندھیروں سے کانپتے ہو، یاد کرو کہ تمہارا وجود ایک اجالا تھا۔ بادلوں نے گدلا پانی برسایا ہے اور تم نے بھیگ جانے کے ڈر سے اپنے پائنچے چڑھا لئے ہیں؟ وہ آخر تمہارے ہی اسلاف تھے جو سمندروں میں اتر گئے، پہاڑوں کی چھاتیوں کو روند ڈالا، بجلیاں لپکیں تو ان پر مسکرا دیئے، بادل گرجے تو قہقہوں سے جواب دیا، صرصر اٹھی تو رخ پھیر دیا، آندھیاں آئیں تو ان سے کہا لوٹ جاؤ تمہارا راستہ یہ نہیں ہے۔ یہ ایمان کی جاں کنی ہے کہ شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنے والے آج خود اپنے ہی گریبان کے تار بیچ رہے ہیں اور اللہ سے اس درجہ غافل ہو گئے ہیں کہ جیسے اس پر کبھی ایمان نہ تھا۔'' (ابوالکلام آزاد ص ۲۵۹)

امریکہ پوری دنیا میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کرتا ہے اور اپنے دوست ملکوں کو شہ بھی دیتا ہے۔ مگر عالم اسلام سے کبھی کوئی آواز نہیں اٹھتی ہے۔ امریکہ کی دوستی کا دم بھرنے والے اپنے ایمان کا جائزہ لیں اور اپنے گریبان میں منھ ڈال کر سوچیں کہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک روا کر رکھا ہے۔ طالبان حکومت کے سابق سفیر ملا عبد السلام ضعیف کی گرفتاری جس ڈرامائی انداز میں ہوئی اس نے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ مگر عالم اسلام کے کسی ادارہ، کسی ریڈیو اسٹیشن، ٹی وی چینل سے کوئی احتجاج نہیں کیا گیا، اگر کہیں سے کوئی آواز سننے میں آئی تو وہ ایک کافر ادارہ بی بی سی لندن تھا۔ ۲۰۰۲/۱/۸ صبح ۵ بج کر ۳۰ منٹ پر اپنے اردو نشریہ میں سابق طالبان سفیر ملا عبد السلام ضعیف کی گرفتاری پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ:

> ”امریکہ اور پاکستان نے ملا عبد السلام ضعیف کو گرفتار کر کے ایمنسٹی انٹرنیشنل، جنیوا معاہدہ اور بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔“[1]

یہی نہیں بلکہ انسانی حقوق کے علم برداروں نے الجزائر، بوسنیا اور کوسوو میں انسانوں کی آنکھیں نکال لیں، ناخن اکھاڑ دیئے۔ دانت توڑ دیئے، جسم جھلسا دیئے، جسم پر بجلی کے کرنٹ لگائے، سر گٹر میں ڈبو دیئے، ماؤں اور بہنوں کی عزتیں ان کے بچوں اور بھائیوں کے سامنے تار تار کر کے انہیں شہید کر دیا۔ مردہ پوتے کا کلیجہ چبانے کے لئے بوڑھے دادا کو اور مردہ ماں سے درندگی کے لئے معصوم بیٹے کو مجبور کر دیا۔ اور عراق میں اقوام متحدہ کی پابندیوں کے سبب چھ لاکھ بچے موت کے شکار ہو چکے ہیں جن کی عمریں پانچ سال سے کم تھیں۔ (روز نامہ انقلاب ممبئی ۱۵ر جولائی ۲۰۰۱)

---

[1] اردو نشریات بی بی سی لندن ۲۰۰۲/۱/۸ صبح ۵ بج کر ۳۰ منٹ۔

نوٹ: میں بی بی سی لندن کا طرفدار نہیں، مجھے اس ادارہ کی اسلام دشمنی خوب معلوم ہے لیکن ”صدق وھو کذوب“ کے مطابق کبھی کبھار سچی بات نشر کرتا ہے اور پھر اس کے اعتراف میں ایک مومن کو کوئی عار نہیں محسوس کرنا چاہئے اس لئے کہ اسلام ہر قسم کے تعصب سے روکتا ہے۔

الغرض امریکہ کے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں ابھی بہت کچھ کہنا باقی ہے۔ صومالیہ، ویتنام، پنامہ، سوڈان، لیبیا، لبنان، ایران، عراق اور افغانستان کی داستان اتنی طویل، ہولناک، دردانگیز اور دل خراش ہے کہ اس کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے یہ چند صفحات امریکہ کے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو نہیں سمیٹ سکتے۔

لگے گی دیر مجھے حال دل سنانے میں

برطانیہ اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں

امریکہ کے ساتھ ساتھ تمام یورپ پورے زور شور سے انسانی حقوق کی دہائی دیتا ہے۔ لیکن ان میں دو حکومتیں سب سے زیادہ چیخ و پکار کرتی ہیں اور شور مچاتی ہیں، ایک برطانیہ اور دوسرے فرانس، طوالت سے بچتے ہوئے صرف برطانیہ کے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا جائزہ لینے کی کوشش کروں گا تاکہ حکومت برطانیہ کی حقیقت سامنے آشکار ہوکر آسکے۔

حکومت برطانیہ کی کبھی اہمیت تھی، جب اس کی مملکت کا دائرۂ کار اتنا وسیع تھا جس کے متعلق مثل مشہور ہے کہ ''برطانیہ کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا'' لیکن حکومت برطانیہ اب اس قدر سمٹ گئی ہے کہ شاید اس کی حکومت میں سورج طلوع نہیں ہوتا ہے۔ آج کی سیاست میں برطانیہ کا کوئی وقار نہیں۔ کوئی وزن نہیں، کوئی مستقل سیاسی فکر نہیں، صرف امریکہ کے پیچھے پیچھے دم ہلاتا پھر رہا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں جناب وزیر اعظم ٹونی بلیر نے جو کردار ادا کیا ہے وہ اس بات پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے[1] اس کے باوجود وہ بھی انسانی حقوق کی چیخ و پکار میں امریکہ کے ساتھ ساتھ ہے۔ اور اپنے گھر کی خبر نہیں لیتا۔

آیئے برطانیہ چلتے ہیں اور انسانی حقوق کی پامالی کا تماشہ دیکھتے ہیں:

---

[1] اور بقول افریقی رہنما نلسن منڈیلا ''مسٹر ٹونی بلیر امریکہ کے وزیر خارجہ ہیں (بی بی سی لندن)

''ملعون سلمان رشدی نے بدنام زمانہ کتاب ''شیطانی آیات'' لکھ کر دنیا بھر کے مسلمانوں اور منصف مزاج غیر مسلموں کے بھی دل کو دکھایا ہے لیکن شخصی آزادی اور انسانی حقوق کے نام پر برطانوی حکومت اس کی حفاظت اور کفالت پر پانی کی طرح روپیہ بہا رہی ہے، جب کہ اس مخصوص کیس سے قطع نظر شخصی آزادی اور انسانی حقوق کے ضمن میں برطانیہ کا کردار افسوس ناک ہے۔

ایک تازہ ترین سروے کے مطابق برطانیہ میں ٦٥٠ سے زائد متلاشی جیلوں میں بند ہیں۔ ٦٠ سے زیادہ اور ٢٠ سے زائد ایک سال سے زیادہ عرصے سے محبوس ہیں۔ ٥٠٪ فیصد پناہ گزین جیلوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔ جو کہ بین الاقوامی مجالس کی خلاف ورزی ہے۔ یہ نہ صرف برطانیہ بلکہ بین الاقوامی قانون کا بھی تمسخر اڑاتا ہے جس کی رو سے پناہ گزینوں کو قانون شکنی کے ملزموں کے ساتھ بند نہیں کیا جا سکتا۔

پناہ کے متلاشیوں کو لندن کی مشہور ''پین ٹون ول'' جیل میں رکھا جاتا ہے جہاں ہر قیدی الگ الگ حجرہ میں مقید ہوتا ہے۔ پین ٹون ول کا معائنہ کرنے والی ٹیم وزارت داخلہ پر دباؤ ڈال رہی ہے کہ پناہ گیروں کو اس جیل میں نہ رکھا جائے۔ جج اسٹیفن نے بھی اپنی رپورٹ میں ٹیم کے موقف کی حمایت کی۔ جواب میں وزیر داخلہ نے لکھا ''جیل حکام اور محکمۂ تارکین وطن متبادل انتظامات پر غور کر رہے ہیں۔''

یہ امر خوش آئند ہے کہ پناہ کے متلاشی قید تنہائی میں نہیں رکھے جائیں گے لیکن اتنی ہی قابل افسوس یہ حقیقت ہے کہ وہ بیچارے بنیادی حقوق سے بھی محروم ہیں۔

فروری تا اپریل میں ٢٠٠ سے زائد متلاشیوں نے ملک بھر کے قید خانوں اور جیلوں میں بھوک ہڑتال کی، حال ہی میں آکسفورڈ کے قریبی قید خانہ میں

ہنگامہ آرائی بھی دیکھنے میں آئی، جس سے پناہ گزینوں کی ناامیدی اجاگر ہوتی ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ان پر کوئی الزام عائد نہیں کیا گیا۔ ان پر مقدمہ نہیں چلایا جارہا ہے۔ بے چارے غیر محدود عرصہ کے لئے جیلوں میں بند ہیں اور ضمانت کرانے کے حق سے محروم ہیں۔ ان کی درخواستوں پر غور کرنے میں سستی اور غفلت سے کام لیا جارہا ہے۔ وہ قانونی اور طبی سہولتوں سے بھی محروم ہیں۔'' (رواداری اور مغرب ص ۱۹۴، ۱۹۵)

برطانیہ کے نسلی امتیاز اور حقوق انسانی پر تبصرہ کرتے ہوئے ادارہ بی بی سی لندن نے یوں کہا:

''برطانیہ کی پولس میں نسلی امتیاز کا برتاؤ موجود ہے لیبر پارٹی نے اس کے خاتمہ کے لئے آج تک کچھ نہیں کیا۔ ایشیائی اور افریقی نسل کے لوگ اس امتیازی سلوک کے شکار ہوتے ہیں۔''

(بی بی سی لندن ۲۷/۱۰/۲۰۰۲ صبح ۵ بج کر ۳۰ منٹ)

حال ہی میں ایک سفید فام نے ایک ایشین کو چاقو مار کر قتل کر دیا ہے۔ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے امارات کے اردو ایکسپریس (ہفت روزہ) نے یوں لکھا ہے۔

''برطانیہ کے ایک غربت زدہ علاقے اولڈہم میں ایک پاکستانی کے قتل کے بعد وہاں نسلی تشدد کے بڑھتے ہوئے واقعات پر تشویش میں اضافہ ہوگیا۔ گریٹر مانچسٹر کے علاقے اولڈہم میں ہفتے کی صبح ۴۲ سالہ پاکستانی ٹیکسی ڈرائیور اصرار حسین کو ایک سفید فام مسافر نے چاقو مار کر قتل کر دیا تھا۔ اولڈہم کے نائب میئر ریاض احمد کے مطابق یہ حملہ نسلی منافرت کی وجہ سے کیا گیا تھا اصرار کے قتل کے خلاف آج اولڈہم میں ایک مظاہرہ ہوا۔ اولڈہم میں گزشتہ برس بھی ایشیائی نژاد باشندوں اور مقامی سفید فاموں کے درمیان زبردست تشدد بھڑکا تھا جس سے نسلی تعلقات کے معاملے میں سفید فاموں اور ایشیائی

نژادلوگوں کے درمیان کشیدگی کا فائدہ اٹھا کر گزشتہ انتخابات میں بائیں بازو کی انتہا پسند جماعت برٹش نیشلسٹ پارٹی کافی ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

حالات اتنے خراب ہیں کہ سفید فاموں اور ایشیائی لوگوں کے علاقے بٹے ہوئے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے علاقے میں جانے سے ڈرتے ہیں۔...... ایسے علاقے ہیں جہاں صرف ایشیائی رہتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے علاقے میں نہیں جاسکتے۔مبصرین کی رائے کے مطابق انتخابات میں کامیابی سے نسل پرستوں کے حوصلے بلند ہوئے ہیں۔اعداد وشمار کی روشنی میں دیکھا جائے تو ۲۰۰۲۔۲۰۰۱ء میں نسلی تشدد کے ۱۱۳۳ واقعات ہوئے جو کہ گزشتہ برس کے مقابلے میں تقریباً ۷۵ فیصد زیادہ ہے۔"

(ہفت روزہ ایکسپریس متحدہ عرب امارات ص۴ تاریخ ۲۰۰۳/۱/۱۰)

یہ ہے اس ملک کی حالت جسے دنیا عظیم برطانیہ کے نام سے جانتی ہے اور جس کا دعویٰ ہے کہ دنیا بھر میں انسانی حقوق کی پامالی ہورہی ہے اور اس کے ہاں انسانی حقوق کی پاسداری۔

حیرت ہے کہ وہ ملک جس کے یہاں نفرت، عداوت، تشدد اور نسلی منافرت و امتیازات بام عروج پر ہوں وہی دنیا بھر میں انسانی حقوق کی دہائی دیتا پھرے، اور دوسرے ممالک کو مشق ستم بنائے رکھے، اپنے گھر کی خبر نہیں لیتا ہے دوسروں کی خبر گیری اور خیر خواہی کرتا ہے۔

غالب! ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کئے ہوئے
(غالب)

☆☆☆

باب ششم

اسلام اور انسانی حقوق

انسان کے جملہ حقوق، جان و مال، عزت و آبرو، تجارت و معیشت، ذاتی ملکیت، آزادی اظہار رائے، اعتقادی اور مذہبی آزادی وغیرہ کے تحفظ کی ضمانت صرف اسلام فراہم کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کا تاکیدی حکم بھی دیتا ہے۔

اسلام کے نزدیک رنگ، نسل قوم اور وطن کسی بھی چیز کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کا آخری خطبۂ حجۃ الوداع اس بات پر شاہد عدل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ تمہارا رب ایک ہے، تم سب آدم کی اولاد ہو۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی برتری اور فضیلت حاصل نہیں مگر تقویٰ کے اعتبار سے، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہوگا''۔
>
> (مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۱ حدیث نمبر ۲۳۸۸۵)

آج دنیا میں ہر جگہ شر و فساد اور خون خرابہ کا اصل سبب عدم مساوات عدم رواداری اور نظریۂ امتیاز ہے، کہیں گورے کالے کا جھگڑا ہے، کہیں اونچ نیچ اور اعلیٰ و ادنیٰ کا شر و فساد برپا ہے، کہیں غربت اور سرمایہ داری میں رسا کشی جاری ہے، کہیں یورپی، افریقی اور ایشیائی نظریات میں کشمکش اور ٹکراؤ ہے، کہیں مغرب اور مشرق کا اختلاف قوموں کو بری طرح کھائے جا رہا ہے۔

چنانچہ جب تک اسلام کے اس عالمی اور بین الاقوامی منشور و دستور کو نہیں اپنایا جائے گا اس وقت تک انسانیت ہلاکت و بربادی اور تباہی سے دوچار رہے گی۔ پوری دنیا میں

انسانوں کا خون بہتا رہے گا اور انسانیت کی پامالی ہوتی رہے گی۔

آیئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اسلام جن چیزوں کی ضمانت دیتا ہے ان کے پیچھے کتنی زبردست قوت نافذہ ہے، جب کہ دنیا کے بنائے ہوئے قوانین کے پیچھے کوئی قوتِ نافذہ نہیں ہے بس خوش نما خیالات اور خواہشات ہیں اور بس!

حرمت جان

دنیا میں جس نے سب سے پہلے انسانی جان کے احترام کا سبق دیا وہ قرآن مجید ہے۔ دنیا کے سب سے پہلے واقعہ کا ذکر کر کے بتایا کہ یہ انسانی تاریخ کا اولین سانحہ تھا جس میں ایک انسان نے دوسرے انسان کی جان لی تھی۔ اس وقت پہلی مرتبہ یہ ضرورت پیش آئی کہ انسان کو انسانی جان کا احترام سکھایا جائے اور اس کو بتایا جائے کہ انسانی جان کی کتنی قدر و قیمت ہے۔ نیز ہر انسان جینے کا حق رکھتا ہے۔ اس اولین سانحہ کا ذکر کرنے کے بعد قرآن کہتا ہے۔

﴿مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعاً﴾ (المائدۃ:۵/۳۲)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

اس آیت میں قرآن کریم نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانی دنیا کا قتل قرار دیا ہے اور کے برعکس ایک انسان کی جان بچانے کو پوری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ٹھہرایا ہے۔ اب اندازہ لگایئے کہ اسلام میں انسانی جان کی کتنی اہمیت ہے اور ایک جان بچانے کو کتنی بڑی نیکی قرار دی گئی ہے، اسے ساری انسانیت کے زندہ کرنے کے برابر ٹھہرایا گیا ہے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے، اسلام میں ہر شخص کی

جان محفوظ ہے اور اسے جینے کا حق ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ وہ کسی دوسرے کی زندگی کے لئے خطرہ نہ ہو، دوسرے یہ کہ فساد فی الارض کا مرتکب نہ ہو۔ قرآن کریم نے اس کی وضاحت یوں کی ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (بنی اسرائیل: ۳۳/۱۷)

قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔

اسلام میں جان اور اس کی حفاظت کے بنیادی انسانی حق کو آفاقی اور عالمگیر قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ موجودہ دنیا میں بنائے گئے قوانین اور دساتیر آفاقی نہیں ہیں۔ اور اگر کچھ قوانین عالم گیر وضع بھی کئے گئے تو وہ نسلی، لسانی، مذہبی اور علاقائی بھول بھلیوں میں گم ہو کر رہ گئے ہیں اور پھر ان کے پیچھے کوئی قوت نافذہ بھی نہیں ہے۔

معذوروں اور کمزوروں کا تحفظ

بوڑھے، بچے، عورت، زخمی اور بیمار خواہ اپنی قوم سے ہوں یا دشمن قوم سے، ان پر کسی بھی حال میں زیادتی اور دست درازی جائز نہیں ہے۔ پوری انسانیت کے ساتھ بلا تفریق یکساں سلوک کیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس معاملے میں بڑی واضح ہدایات دی ہیں۔ خلفائے راشدین کا حال یہ تھا کہ وہ جب دشمنوں سے مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ کرتے تھے تو پوری فوج کو یہ صاف صاف ہدایات دیتے تھے کہ دشمن پر حملہ کی صورت میں بوڑھے، بچے، عورت، زخمی اور بیمار پر ہاتھ نہ ڈالا جائے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب رومیوں کے مقابلہ کے لئے لشکر اسامہؓ کو روانہ کیا تو سپہ سالار لشکر حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کو دس باتوں کی نصیحت اور وصیت کی۔ آپ نے فرمایا:

(۱) خیانت نہ کرنا، (۲) جھوٹ نہ بولنا، (۳) بدعہدی نہ کرنا، (۴) بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، (۵) کسی ثمر دار درخت کو نہ کاٹنا نہ جلانا، (۶) کھانے کے

سوا اونٹ، بکری، گائے وغیرہ کو ذبح نہ کرنا، (۷) جب کسی قوم پر گزرو تو اس کو نرمی سے اسلام کی طرف بلاؤ، (۸) جب کسی سے ملو تو اس کے حفظ مراتب کا خیال رکھو، (۹) جب کھانا تمہارے سامنے آئے تو اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو، (۱۰) یہودیوں اور عیسائیوں کے ان لوگوں سے جنہوں نے دنیاوی تعلقات سے الگ ہو کر اپنے عبادت خانوں میں رہنا اختیار کر رکھا ہے کوئی تعرض نہ کرو، ان تمام کاموں میں جن کے کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے تم کو دیا، نہ کمی کرنا، نہ زیادتی، اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں کفار سے لڑو۔" (تاریخ اسلام ج ا ص ۲۳۱)

یہ اسلام کے زریں اصول ہیں اس کے باوجود آج کل اسلام کا رشتہ تشدد اور دہشت گردی سے جوڑا جاتا ہے، کیا یہ بات انصاف پر مبنی ہے؟

آپ ہی اپنے ذرا جوروستم کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

تحفظ ناموس خواتین

ایک اور اصولی حق جو ہمیں قرآن سے معلوم ہوتا ہے اور حدیث میں بھی اس کی تفصیلات موجود ہیں یہ ہے کہ عورت کی عصمت ہر حال میں واجب الاحترام ہے۔ یعنی جنگ کے اندر دشمنوں کی عورتوں سے بھی اگر سابقہ پیش آئے تو کسی مسلمان سپاہی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ان پر ہاتھ ڈالے۔ قرآن کی رو سے بدکاری مطلقاً حرام ہے خواہ وہ کسی عورت سے کی جائے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ عورت مسلمان ہو یا غیر مسلم، اپنی قوم کی ہو یا غیر قوم کی، دوست ملک کی ہو یا دشمن ملک کی۔ ﴿وَلاَ تَقْرَبُواْ الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاء سَبِيلاً﴾ (بنی اسرائیل: ۱۷/۳۲) "زنا کے قریب نہ پھٹکو وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ"۔

معاشی تحفظ

بنیادی انسانی حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ بھوکا آدمی ہر حالت میں اس کا مستحق ہے کہ اسے روٹی دی جائے، تاکہ اس کی بھوک کا بندوبست ہو سکے، ننگا ہر حال میں اس کا مستحق ہے کہ اسے کپڑا دیا جائے، تاکہ اس کا تن ڈھا کا جا سکے، زخمی اور بیمار آدمی ہر حالت میں اس کا مستحق ہے کہ اسے علاج کی سہولت فراہم کی جائے تا کہ وہ اپنی بیماری کا علاج کر سکے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ بھوکا، ننگا، زخمی اور بیمار شخص دشمن ہو یا دوست۔ یہ عمومی حقوق میں سے ہے۔ دشمن کے ساتھ بھی ہم یہی سلوک کریں گے۔ اگر دشمن قوم کا کوئی فرد ہمارے پاس آجائے گا تو ہمارا فرض ہوگا کہ اسے بھوکا، ننگا نہ رہنے دیں۔ اور زخمی یا بیمار ہو تو اس کا علاج کرائیں۔ قرآن میں ارشاد ہے ﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ (الذاریات:۵۱/۱۹) ''اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے محروم دونوں کا حق ہے''۔

دوسری جگہ یوں ارشاد ہے:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً﴾ (الدھر:۷۶/۸)

اور رب العالمین کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

صحابۂ کرامؓ اور اہل بیت کے بارے میں کسی شاعر نے کتنی عمدہ بات کہی ہے۔ ع

خود نہ کھاتے تھے پر اوروں کو کھلا دیتے تھے
کتنے صابر تھے محمد کے گھرانے والے

آج بھی ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے۔ عالم اسلام اور خصوصاً کویت، سعودی عرب، قطر اور متحدہ عرب امارات میں ایسی تنظیمیں قائم ہیں جو بلاتفریق دنیا بھر میں انسانیت کی خدمات انجام دے رہی ہیں اور ان کے پیچھے کوئی دنیاوی مقصد نہیں ہے۔

عدل وانصاف

اسلام میں عدل وانصاف کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے اور قرآن کریم کا یہ اٹل اصول ہے کہ ہر انسان کے ساتھ عدل وانصاف کیا جائے، چاہے اپنا ہو یا غیر، دوست ہو یا دشمن، مسلم ہو یا غیر مسلم، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾ (المائدۃ:۸/۵)

کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ اللہ ترسی سے زیادہ قریب ہے۔

اس آیت میں اسلام نے یہ اصول متعین کردیا کہ انسان کے ساتھ ...... ایک فرد کے ساتھ بھی اور ایک قوم کے ساتھ بھی ...... بہر حال انصاف کو ملحوظ رکھنا پڑے گا۔ اسلام کے نزدیک یہ قطعاً درست نہیں ہے کہ دوستوں کے ساتھ تو ہم عدل کریں، اور دشمنوں کے ساتھ اس اصول کو نظر انداز کردیں۔

مساوات کا حق

قرآن کریم نے بڑے زور وشور کے ساتھ یہ اصول بھی بیان کیا ہے کہ تمام انسان یکساں ہیں، اگر کسی کو فضیلت حاصل ہے تو وہ اخلاق اور تقویٰ کے اعتبار سے ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات:۴۹/۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہیں گروہوں اور قبیلوں میں اس لئے بانٹا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک تم میں سے زیادہ

معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔''

اس میں دو باتیں بتائی گئی ہیں ایک یہ کہ تمام انسان ایک ہی اصل سے ہیں۔ یہ مختلف نسلیں، مختلف رنگ، مختلف زبانیں درحقیقت انسانی دنیا کے لئے کوئی معقول وجہ تقسیم نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ بتائی گئی کہ قوموں کی یہ تقسیم صرف تعارف کے لئے ہے، اور یہ تقسیم فطری ہے، فخر ومباہات کے لئے نہیں ہے۔ اگر ایک برادری، ایک قوم اور ایک قبیلہ کو دوسرے پر فضیلت ہوگی تو صرف اخلاق وتقویٰ کی بنیاد پر ہوگی نہ کہ نسل اور برادری کی بنا پر ہوگی۔ معلوم ہوا کہ اسلام میں تمام انسان برابر اور یکساں ہیں۔ رہا رنگ، نسل اور زبان کا اختلاف تو یہ باہم تمیز پیدا کرنے کے لئے ہے۔ اس لئے کہ اگر تمام انسان یکساں ہوتے، سب کی زبانیں ایک ہوتیں، سب کے رنگ ایک ہوتے، سب کی نسلیں ایک ہوتیں تو پھر تمیز نہ کی جاسکتی۔

ظلم کی اطاعت سے انکار کا حق

ظالموں کو اللہ کی طرف سے کوئی ایسا پروانۂ امر نہیں ملا ہے کہ دوسروں سے اطاعت کا مطالبہ کریں۔ قرآن کریم کی حسب ذیل آیات اس باب میں صریح اور قطعی ہیں۔

﴿وَلَا تُطِيْعُوْا أَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (الشعراء:۲۶/۱۵۱)

''اور حد سے نکل جانے والوں کی اطاعت نہ کرو''۔

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ (الکہف:۱۸/۲۸)

''ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے قلب کو (معصیت پر اصرار کے سبب ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے''۔

﴿وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:۱۶/۳۶)

''اور طاغوت (اللہ کے باغی) سے بچتے رہو''۔

آزادی کا تحفظ

قرآن کا ایک اصول یہ ہے کہ:

﴿وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ (النساء:۵۸/۴)

''اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو''۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی انسان کی آزادی عدل و انصاف کے بغیر سلب نہیں کی جا سکتی۔ حضرت عمرؓ کے الفاظ:

''اسلام میں کسی آدمی کو سوائے حق کے نہیں پکڑا جائے گا۔''

(موطا ص۲۴۴ حدیث نمبر ۱۴۶۵)

حضرت عمرؓ کے اس قول سے عدل کا وہ تصور قائم ہوتا ہے، جسے موجودہ اصطلاح میں عدالتی کارروائی کہتے ہیں۔ یعنی کسی کی آزادی سلب کرنے کے لئے اس پر متعین الزام کا ثبوت فراہم کرنا، کھلی عدالت میں اس پر مقدمہ چلانا، اور اسے دفاع کا پورا پورا حق دینا، اس کے بغیر کسی کارروائی پر عدل کا اطلاق نہیں ہوسکتا، اسلام میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ایک شخص کو پکڑا جائے اور اسے صفائی کا موقع دیئے بغیر بند کر دیا جائے۔ اسلامی حکومت اور عدلیہ کے لئے انصاف کے تقاضے پورا کرنا قرآن نے واجب ٹھہرایا ہے جیسا کہ اوپر کی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

تحفظ ملکیت

ایک بنیادی حق یہ ہے کہ قرآن واضح طور پر انفرادی ملکیت کا تصور دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرۃ:۱۸۸/۲)

''تم باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ''۔

اگر قرآن و حدیث اور فقہ کا مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ دوسرے

کے مال کھانے کے کون کون سے طریقے باطل ہیں۔ اسلام نے ان طریقوں کو مبہم نہیں رکھا ہے۔ اس لئے کسی شخص یا حکومت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قانون توڑ کر اور ان متعین شکلوں کے علاوہ جو خود اسلام نے واضح کردی ہیں، کسی کی ملکیت پر دست درازی کرے۔

عزت کا تحفظ

انسان کا یہی بنیادی حق ہے کہ اس کی آبرو کی حفاظت کی جائے۔ سورۂ حجرات میں اس حق کی پوری تفصیل موجود ہے۔ مثلاً ارشاد ہوتا ہے کہ:

''لَا يَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ '':: ''تم میں سے کوئی گروہ کسی دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے''۔ ''وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ '':: ''اورتم ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو''۔ ''وَلَا يَغْتَب بَعْضُكُم بَعْضاً '':: ''اورتم ایک دوسرے کی برائی پیٹھ پیچھے بیان نہ کرو''۔ (الحجرات:۴۹/ ۱۱، ۱۲) جتنی شکلیں بھی انسان کی عزت و آبرو پر حملہ کرنے کی ہوسکتی ہیں۔ ان سے منع کردیا گیا۔ وضاحت سے کہہ دیا کہ انسان خواہ موجود ہو خواہ موجود نہ ہو اس کا مذاق اڑایا جاسکتا ہے نہ برے القاب دیئے جاسکتے ہیں۔ اور نہ اس کی برائی کی جاسکتی ہے۔ ہر شخص کا یہ قانونی حق ہے کہ اس کی عزت پر ہاتھ نہ ڈالے۔ اور ہاتھ سے یا زبان سے اس پر کسی قسم کی زیادتی نہ کرے۔

نجی زندگی کا تحفظ

اسلام کے بنیادی حقوق کی رو سے ہر آدمی کو نجی زندگی کو محفوظ رکھنے کا حق حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا﴾ (النور:۲۴/ ۲۷)

'اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ ان سے اجازت نہ لے لو''۔

اور سورۂ حجرات میں فرمایا گیا ''لَا تَجَسَّسُوا '' (الحجرات:۴۹/ ۱۲) ''تجسس نہ کرو''۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ایک آدمی کو یہ حق نہیں کہ اپنے گھر سے دوسرے آدمی کے گھر میں جھانکے ایک شخص کو پورا پورا آئینی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے گھر میں تاک جھانک اور مداخلت سے محفوظ رہے۔ اسلام میں انسان کی نجی زندگی کو دوسروں کی مداخلت سے پاک رکھنے کا اتنا اہتمام کیا ہے کہ پڑھنا تو دور رہا کسی کے خط کو نگاہ ڈال کر دیکھنے کا حق بھی نہیں ہے۔ اسلام انسان کی پرائیویسی کا پورا پورا تحفظ کرتا ہے اور صاف ممانعت کرتا ہے کہ گھروں میں تاک جھانک نہ کی جائے اور کسی کی ڈاک نہ دیکھی جائے، الا یہ کہ کسی شخص کے بارے میں معتبر ذریعہ سے یہ اطلاع مل جائے کہ وہ خطرناک کام کر رہا ہے۔

آزادی اظہار رائے

ایک اور اہم چیز جسے آج کے زمانہ میں آزادی اظہار رائے کہا جاتا ہے قرآن اپنے مخصوص انداز اور بلیغ پیرائے میں اسی کو ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' سے تعبیر کرتا ہے اور قرآن کا اعلان ہے کہ یہ صرف انسان کا حق ہی نہیں ہے بلکہ اس کا فرض بھی ہے، کہ بھلائی کے لئے لوگوں سے کہے اور برائی سے روکے۔ ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (آل عمران:۳/۱۱۰)

''تم بہترین گروہ ہو، لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو''۔

ہر مسلمان کا یہ فرض ہے اور ہر انسان کا بھی یہ فرض ہے کہ بھلائی کے لئے لوگوں سے کہے اور برائی سے روکے، اگر کوئی برائی ہو رہی ہو تو صرف یہی نہیں کہ بس اس کے خلاف آواز اٹھائے بلکہ اس کے انسداد کی کوشش بھی فرض ہے، کسی انسان کو اس کام سے روکنا ادائیگی فرض سے روکنا ہے اور بنیادی حق سلب کرنا ہے اور معاشرے کو تنزل کی طرف لے جانا ہے۔ بنی اسرائیل کے تنزل کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ﴾ (المائدۃ:۵/۷۹)

۲۔ ''وہ برائیوں سے ایک دوسرے کو باز نہ رکھتے تھے۔

مذہبی دل آزاری سے تحفظ کا حق

اسلام اس امر کا روادار نہیں کہ مختلف مذہبی گروہ ایک دوسرے کے خلاف دریدہ دہنی سے کام لیں اور ایک دوسرے کے پیشواؤں پر کیچڑ اچھالا کریں۔ قرآن میں ہر شخص کے مذہبی معتقدات اور اس کے پیشوایان مذہب کا احترام کرنا سکھایا گیا ہے۔ ہدایت یہ ہے کہ

﴿وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ﴾ (المائدۃ:۷۹/۵)

''ان کو برا بھلا نہ کہو جنہیں یہ لوگ اللہ کے ماسوا معبود بنا کر پکارتے ہیں''۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مذاہب اور معتقدات پر دلیل سے گفتگو کرنا اور معقول طریق سے تنقید کرنا، اظہار اختلاف کرنا تو آزادی اظہار کے حق میں شامل ہے مگر دل آزادی کے لئے بدگوئی کرنا روا نہیں۔

شبہات پر کارروائی نہیں کی جائے گی

اسلام میں ہر شخص کو یہ تحفظ حاصل ہے کہ تحقیق کے بغیر اس کے برخلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ اسلام میں قرآن کی واضح ہدایت ہے کہ کسی کے خلاف اطلاع ملنے پر تحقیقات کرلو۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی گروہ کے خلاف لاعلمی میں کوئی کارروائی کر بیٹھو۔

﴿إِن جَاءكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ (الحجرات:۶/۴۹)

اس کے علاوہ قرآن نے یہ ہدایت بھی دی ہے۔''اِجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ'' (الحجرات:۶/۴۹) زیادہ بدگمانی بھی نہیں کرنی چاہئے۔

اجمالاً یہ ہیں وہ بنیادی حقوق جو اسلام نے انسان کو عطا کئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں مثلاً آزادی اجتماع کا حق، ظلم کے خلاف احتجاج کا حق، سیاسی کارفرمائی میں شرکت کا

حق، معصیت سے اجتناب کا حق، اور نیکی میں تعاون اور بدی میں عدم تعاون کا حق وغیرہ وغیرہ مگر میں نے طوالت کے خوف سے ان کی تفصیلات ترک کردی ہے۔

وقت کم ہے گفتگو پھیلائیں کیا
چیر کر رکھ دیں جگر سمجھائیں کیا
(عاجزؔ)

اسلام نے انسانوں کو جو یہ حقوق عطا کئے ہیں ان کا تصور بالکل واضح اور مکمل ہے جو انسانی زندگی کے آغاز ہی سے انسان کو بتا دیا گیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس وقت بھی دنیا میں انسانی حقوق کا جو اعلان ہوا ہے اسے کسی قسم کی سند اور قوت نافذہ حاصل نہیں ہے، بس ایک بلند معیار پیش کر دیا گیا ہے، اس معیار پر عمل درآمد کی کوئی قوم پابند نہیں ہے۔ اور نہ کوئی ایسا موثر معاہدہ ہے جو ان حقوق کو ساری قوموں سے منوا سکے۔ لیکن مسلمانوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی ہدایت کے پابند ہیں۔ اللہ اور رسول ﷺ نے بنیادی حقوق کی پوری وضاحت کردی ہے۔ جو مملکت اسلامی ریاست بننا چاہے گی اسے یہ حقوق لازماً دینے ہوں گے۔ مسلمانوں کو بھی یہ حقوق دیئے جائیں گے اور دوسرے اقوام کو بھی، اس معاملہ میں کسی ایسے معاہدہ کی حاجت نہیں ہوگی کہ فلاں قوم اگر ہمیں یہ حق دے گی تو ہم اسے دیں گے، بلکہ مسلمانوں کو بہر حال یہ حقوق دینے ہوں گے دوستوں کو بھی اور دشمنوں کو بھی۔

(انسان کے بنیادی حقوق ص ۸ تا ۲۳ و ص ۲۳۵، ۲۸۱/ سہ روزہ دعوت نئی دہلی جولائی ۱۹۹۵ ص ۹۳ تا ۹۷)

☆☆☆

باب ہفتم

اسلام اور رواداری

رواداری کا مفہوم

لغت میں ''روا'' یعنی جائز اور ''داری'' بمعنی رکھنا ہے۔ متعدد لغات میں رواداری کے حسب ذیل معنی بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) بے تعصبی، کسی بات کو رعایت سے جائز رکھنا (فیروز اللغات)

(۲) فراخ دلی، تحمل اور بر باری (قاموس مترادفات)

(۳) اس حد تک روادار رہنا جب تک مذہب پر آنچ نہ آنے پائے۔ (مہذب اللغات)

(۴) ایسی بات کو جائز اور مباح جاننا جس بات میں کوئی مذہبی، اخلاقی یا قانونی حرج نہ ہو۔ (اردو لغت جلد ۱۰)

رواداری کا اصطلاحی مفہوم

(۱) اصطلاح میں اس کا مفہوم ہے کہ ایک انسان یا گروہ یا حکومت ان باتوں کو جنہیں وہ اصولی طور پر اپنے دائرے میں غلط سمجھتی ہے لیکن دوسروں کے جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں انگیز کرے، ان باتوں کو ناپسند کرتے ہوئے دوسرے انسانوں کو جو ان باتوں کو پسند کرتے ہوں ان کو اختیار کرنے دے۔

(۲) رواداری یہ ہے کہ ہر مذہبی اکائی اپنے ایمان وعقیدے اور اپنی شناخت پر قائم رہتے ہوئے دوسرے مذاہب کا احترام کرے۔ دوسروں کو بھی وہی حق دے جو اپنے لئے استعمال کرتا ہے۔ دوسروں کے جذبات واحساسات کی رعایت کرنا رواداری ہے اور اپنے عقائد، اپنی علامات اور اپنی پسند دوسروں پر زبردستی تھوپنے کی کوشش کرنا عدم رواداری ہی نہیں جارحیت ہے۔

(اسلام اور رواداری ص ۱۱، رواداری اور مغرب ص ۳۸، سہ روزہ دعوت مارچ ۱۹۷۷ ص ۳)

(۳) مولانا ابوالکلام آزادؒ کے الفاظ میں:

رواداری یہ ہے کہ اپنے حق اعتقاد وعمل کے ساتھ دوسرے کے حق اعتقاد وعمل کا بھی اعتراف کیجئے۔ اور اگر دوسرے کی راہ آپ کو صریح غلط دکھائی دے رہی ہے جب بھی اس کے حق سے انکار نہ کیجئے کہ وہ اپنی غلط راہ پر بھی چل سکتا ہے، لیکن اگر رواداری کے حدود یہاں تک بڑھا دیئے گئے کہ وہ آپ کے عقیدوں میں بھی مداخلت کر سکتی ہے اور آپ کے فیصلوں کو بھی نرم کر دے سکتی ہے تو پھر یہ رواداری نہ ہوئی۔ استقامت فکر کی نفی ہوگئی۔

(ترجمان القرآن ج ا ص ۲۰۷)

(۴) مولانا ابوالاعلی مودودیؒ کے الفاظ میں:

رواداری کے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں کے عقائد ہمارے نزدیک غلط ہیں ان کو ہم برداشت کریں اور ان کے جذبات کا لحاظ کر کے ان پر ایسی نکتہ چینی نہ کریں جو ان کو رنج پہنچانے والی ہو، نیز انہیں ان کے اعتقادات سے پھرنے یا ان کے عمل سے روکنے کے لئے زبردستی کا طریقہ اختیار نہ کریں، بلکہ روزمرہ کے معاملات میں وسیع القلبی کا ثبوت دیں۔ (اسلام اور رواداری ص ۱۴)

رواداری کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کر دینے کے بعد دو باتیں مترشح ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ایک ہی قبیلہ کے لوگ اپنے قبیلے یا گروہ کے لوگوں کے ساتھ محبت و سیر چشمی کا برتاؤ کریں۔ وقت پر امداد و اعانت میں حصہ لیں اور اپنے ہی ہم جنسوں و ہم مذہبوں کی تعمیر و ترقی میں کوشاں رہیں۔

دوسرے یہ کہ ایک قبیلہ، ایک جماعت، ایک فرقہ اور ایک مذہب کے لوگ دوسرے مذاہب اور مسالک رکھنے والے لوگوں کے ساتھ اختلاف عقائد کے باوجود عزت واحترام سے پیش آئیں۔ ان کے نظریات خیالات اور عقائد کو باوجود ناپسند کرنے کے برداشت کریں۔ (اسلام اور رواداری ص ۱۴)

اسلام میں رواداری کی تعلیم

اسلام جس وقت فاران کی بلند و بالا چوٹیوں سے ایک مینارۂ نور بن کر چمکا، اس وقت انسانیت نسلی اونچ نیچ، رنگ وروپ کے امتیازات، چھوت چھات کی وبا،لسانی فرقہ واریت اور جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیروں اور شب دیجور میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی تھی، اسلام ہر اعلیٰ وادنیٰ، بلند وپست، امیر وغریب، آقا وغلام اپنے اور پرائے سب کو یکساں طور پر اپنی روشنی بہم پہنچانے لگا اور ان سے مخاطب ہوکر واشگاف الفاظ میں یوں کہا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاءً﴾ (النساء:۴؍۱)

''لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس جان سے اس کا جوڑا بنایا اور دونوں سے بہت سے مرد اور عورت دنیا میں پھیلا دیئے''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات:۴۹؍۳)

''لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، فی الحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا''۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تفسیر تفہیم القرآن جلد ۵ میں یوں رقم طراز ہیں:

''اس آیت میں پوری نوع انسانی کو خطاب کرکے اس عظیم گمراہی کی اصلاح کی گئی ہے جو دنیا میں ہمیشہ عالمگیر فساد کی موجب بنی رہی ہے۔یعنی رنگ، نسل، زبان، وطن، قومیت کا تعصب جو قدیم ترین زمانے سے آج تک ہر

دور میں پایا جاتا رہا ہے۔ انسان بالعموم انسانیت کو نظر انداز کر کے اپنے گرد کچھ چھوٹے چھوٹے دائرے کھینچتا رہا ہے جن کے اندر پیدا ہونے والوں کو اس نے اپنا اور باہر پیدا ہونے والوں کو غیر قرار دیا ہے۔ یہ دائرے کسی عقلی اور اخلاقی بنیاد پر نہیں بلکہ اتفاقی پیدائش کی بنیاد پر کھینچے گئے ہیں۔ کہیں ان کی بنا ایک خاندان، قبیلے یا نسل میں پیدا ہونا ہے اور کہیں ایک جغرافیائی خطے میں یا ایک خاص رنگ والی یا ایک خاص زبان بولنے والی قوم میں پیدا ہونا ہے۔ پھر ان بنیادوں پر اپنے اور غیر کی جو تمیز قائم کی گئی ہے وہ صرف اس حد تک محدود نہیں رہی کہ جنھیں اس لحاظ سے اپنا قرار دیا گیا ہو کہ ان کے ساتھ غیروں کی بہ نسبت زیادہ محبت اور زیادہ تعاون ہو بلکہ اس تمیز نے نفرت، عداوت، تحقیر و تذلیل اور ظلم وستم کی بدترین شکلیں اختیار کی ہیں، اس کے لئے فلسفے گھڑے گئے ہیں، مذہب ایجاد کئے گئے ہیں، قوانین بنائے گئے ہیں، اخلاقی اصول وضع کئے گئے ہیں، قوموں اور سلطنتوں نے اس کو اپنا مستقل مسلک بنا کر صدیوں اس پر عمل درآمد کیا ہے۔ یہودیوں نے اسی بنا پر بنی اسرائیل کو اللہ کی چیدہ مخلوق ٹھہرایا اور اپنے مذہبی احکام تک میں غیر اسرائیلیوں کے حقوق اور مرتبے کو اسرائیلیوں سے فروتر رکھا، ہندوؤں کے ہاں ورن آشرم کو اسی تمیز نے جنم دیا جس کی رو سے برہمنوں کی برتری قائم کی گئی، اونچی ذات والوں کے مقابلے میں تمام انسان نیچ اور ناپاک ٹھہرائے گئے اور شودروں کو انتہائی ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا گیا۔ کالے گورے کی تمیز نے افریقہ اور امریکہ میں سیاہ فام لوگوں پر جو ظلم ڈھائے ان کو تاریخ کے صفحات میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، آج اس بیسویں صدی ہی میں ہر شخص اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ سکتا ہے۔ یورپ کے لوگوں نے براعظم امریکہ کے اندر گھس کر ریڈ انڈین نسل کے ساتھ جو سلوک کیا اور ایشیا اور

افریقہ کی کمزور قوموں پر اپنا تسلط قائم کر کے جو برتاؤ ان کے ساتھ کیا اس کی تہ میں بھی یہی تصور کارفرما رہا ہے کہ اپنے وطن اور اپنی قوم سے باہر پیدا ہونے والوں کی جان، مال، آبرو ان پر مباح ہے اور انہیں حق ہے کہ ان کو لوٹیں، غلام بنائیں اور ضرورت پڑے تو انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیں۔ مغربی اقوام کی قوم پرستی نے ایک قوم کو دوسری قوموں کے لئے جس طرح درندہ بنا کر رکھ دیا ہے اس کی بدترین مثالیں زمانۂ قریب کی لڑائیوں میں دیکھی جا چکی ہیں۔ اور آج دیکھی جا رہی ہیں، خصوصیت کے ساتھ نازی جرمنی کا فلسفۂ نسلیت اور نارڈک نسل کی برتری کا تصور پچھلی جنگ عظیم میں جو کرشمے دکھا چکا ہے۔[1] انہیں نگاہ میں رکھا جائے تو آدمی بآسانی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ نسل پرستی اور قومی تعصب کتنی عظیم ترین اور تباہ کن گمراہی ہے جس کی اصلاح کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفہیم القرآن ج۵ ص ۹۵،۹۶)

قرآن کریم کا یہ فرمانا کہ تم سب کی اصل ایک ہے اور قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہو جانا ایک فطری عمل تھا۔ نیز انسانوں کے درمیان فضیلت اور برتری صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر ہے، اسلامی معاشرے کی خشت اول ہے جس نے تمام باطل امتیازات کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا ہے۔ قدیم زمانہ میں انسانی معاشرہ رنگ و نسل، زبان اور اونچ نیچ کی قومیت میں بٹا ہوا تھا اور آج جبکہ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو چکے ہیں، روشن خیالی، بین الاقوامی مساوات، رواداری اور عالمگیریت (گلوبلائزیشن) کے دعوے کے باوصف انسانیت آج بھی مختلف گروہوں اور ٹولوں میں بٹی ہوئی ہے جس طرح کہ زمانۂ قدیم میں تھی اور خون خرابہ، فتنہ و فساد کا اصل سبب بھی یہی ہے۔ سپر امریکہ جسے

---

[1] اسی طرح امریکہ ویتنام، یوگوسلاویہ، سوڈان، ایران، عراق اور افغانستان میں جو کچھ کر چکا ہے اور جو کچھ کر رہا ہے یہ تو نازی فلسفہ سے بھی بڑھ کر ہے، امریکہ کا نسلی غرور اور قوت کا نشہ ہٹلرزم سے کئی گنا فائق اور بلند تر ہے انسانوں کا خون پینا اور انسانیت کی تذلیل کرنا امریکیوں کا محبوب مشغلہ بن چکا ہے، تفصیل کتاب ''روگ اسٹیٹ'' میں ملاحظہ فرمایئے۔

دعویٰ ہے کہ انسانی مساوات اور بین الاقوامی رواداری کا وہ سب سے بڑا علم بردار ہے اس کے یہاں بے شمار ایسے ہوٹل ہیں جن کے دروازوں پر جلی حروف میں لکھا ہوتا ہے ریڈ انڈین (وہاں کے اصلی باشندے) اور کتے داخل نہیں ہو سکتے۔ سفید فام باشندوں کے اسکول اور کالج تک مخصوص ہیں جہاں سیاہ فام حبشی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔

اور ہمارے ملک مہان بھارت جسے دنیا بھر میں سب سے بڑا جمہوری ملک ہونے کا دعویٰ ہے، وہاں آج بھی طبقاتی امتیازات جوں کے توں قائم ہیں، جن کو راقم الحروف نے بچشم سر دیکھا ہے۔ بھارت کے طول و عرض میں اس اکیسویں صدی میں بھی شودر اچھوت، نہ اعلیٰ ذات، برہمن کے مندروں میں جا کر پوجا کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے کنوؤں سے پانی بھر سکتے ہیں۔

بتائیے تو سہی کہ آخر اسلام جس انسانی رواداری کو پیش کرتا ہے اس سے بڑھ کر سبق اور عمدہ تعلیم دنیا میں کہیں پائی جاتی ہے؟ یہی دین اسلام ہے جو تمام انسانوں کو ایک برادری میں پروتا ہے، آپس میں میل ملاپ، پیار و محبت اور مودت کی دعوت دیتا ہے۔ ایک دوسرے کا احترام و تکریم کرنا سکھاتا ہے، انسانیت کو اسی وقت راحت، چین و سکون نصیب ہوگا جب وہ اس دین رحمت و رأفت کے زیر سایہ آجائے گی، اسلام کل بھی انسانیت کے درد کا درماں تھا اور آج بھی انسانیت کے زخم کا مرہم اسلام ہی ہے۔ قرآن ایک دوسری جگہ رواداری کی تعلیم دیتے ہوئے یوں کہتا ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾

(الممتحنۃ: ۸/۶۰)

"اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی ہے۔ تمہیں تمہارے گھروں

سے نہیں نکالا ہے اور اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

اسلام سراپا عدل و انصاف کا مذہب ہے۔ اسی لئے وہ اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ جو لوگ تمہارے ساتھ دشمنی نہیں رکھتے ہیں، تمھیں ایذا نہیں دیتے ہیں، نہ دوسروں کو تمہارے خلاف ظلم و زیادتی پر آمادہ کرتے ہیں، تم سے قتال و جدال نہیں کرتے ہیں بلکہ تمہارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں تو تمہارا بھی فرض ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ ان کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، اس لئے کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور قوم پرستی سے منع کرتا ہے۔ جو شخص تم سے عداوت و دشمنی نہیں رکھتا ہے تو انصاف کا تقاضہ ہے کہ تم بھی اس کے ساتھ دشمنی نہ رکھو۔ ان کے جو بھی حقوق رشتے، برادری اور ہمسائیگی کے ہیں انھیں ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔ قرآن شروع سے ہی مسلمانوں کو انسانی دوستی کا سبق دیتا ہے۔ ناانصافی وزیادتی سے روکتا ہے۔ مذہبی تشدد اور عدم رواداری سے باز رکھنا چاہتا ہے۔

رواداری کی پہلی سیاسی دستاویز

مدینہ پہنچنے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا تھا وہ شہر مدینہ کے امن و امان کا مسئلہ تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جہاں انصار و مہاجرین میں مواخات و بھائی چارگی کا خوش گوار ماحول پیدا فرمایا وہیں آپ ﷺ نے دیگر باشندگان مدینہ کے درمیان جس میں یہود و مشرکین سب شامل تھے۔ ایک دستاویز اور عہد نامہ مرتب فرمایا، جس کو ہم سیاسی زبان میں انسانی رواداری کا پہلا اعلیٰ نمونہ قرار دے سکتے ہیں۔ اس عہد نامے کی چند شرطیں یہ تھیں۔

(۱) مدینہ پر جب کوئی بیرونی دشمن حملہ کرے گا تو تمام مدینہ والے اس کی مدافعت کریں گے۔

(۲) یہودان مدینہ قریش مکہ یا ان کے حلیفوں کو مسلمانوں کے خلاف پناہ نہ دیں گے۔

(۳) باشندگان مدینہ میں کوئی شخص کسی دوسرے کے دین و مذہب اور جان و مال سے تعرض نہ کرے گا۔

(۴) باشندگان مدینہ میں کوئی دو فریق کسی بات پر آپس میں جھگڑیں اور خود نہ سمجھ سکیں تو اس کا ناطق فیصلہ آنحضرت ﷺ صادر فرمائیں گے۔ جس سے کسی کو انحراف و انکار نہ ہوگا۔

(۵) مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

(۶) مدینہ کے اندر ہنگامہ آرائی اور کشت و خون حرام ہوگا۔

(۷) جنگ کے مصارف اور فوائد میں تمام باشندگان مدینہ بحصۂ مساوی شریک ہوں گے، جن قبیلوں یا قوموں سے مدینہ کے یہودیوں کا معاہدہ ہے اور وہ یہود ان مدینہ کے دوست ہیں، مسلمانان مدینہ بھی ان کو اپنا دوست سمجھیں گے اور دوستوں کی طرح ان کی رعایت کریں گے۔ اسی طرح جو قبیلے مسلمانوں کے دوست ہیں مدینہ کے یہودی ان کے ساتھ دوستانہ سلوک کریں گے۔

(تاریخ اسلام ج ۱ص ۱۲۷، الرحیق المختوم ص ۲۶۴، رحمۃ للعالمین ج ۱ص ۱۰۰، ۱۰۱)

آپ نے دیکھا؟ کہ اسلام کے ابھی پھلنے پھولنے اور پروان چڑھنے کے دن تھے مگر رسول ﷺ نے جہاں اور شرطیں رکھیں وہیں یہ شرط بھی تھی کہ باشندگان مدینہ میں کوئی شخص کسی دوسرے کے دین و مذہب اور جان و مال سے تعرض نہیں کرے گا۔ اس سے بڑھ کر رواداری کا ثبوت اور کیا چاہئے؟ اور بین الاقوامی امن و امان کے لئے اس سے بڑھ کر اور کون سی بات ہوسکتی ہے؟

آئے دنیا میں بہت پاک مکرم بن کر
کوئی آیا نہ مگر رحمت عالم بن کر
(جگر)

فتح مکہ اور مذہبی رواداری

اسلامی تاریخ میں فتح مکہ اور اس موقعہ پر فوجیوں کو دیئے گئے احکامات، نیز باشندگان مکہ کے لئے نبی مکرم ﷺ کی طرف سے عافیت عامہ کا اعلان مذہبی رواداری کی عدیم النظیر مثال ہے۔ مکہ کٹر اور بدترین مخالفین کا گڑھ بن چکا تھا جب تک آپ مکہ میں تھے آپ کے کام میں قدم قدم پر رکاوٹیں کھڑی کرتے رہے۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں کو طرح طرح کی ایذائیں دیں، آپ ﷺ کے ساتھیوں کا سوشل بائیکاٹ کیا اور تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا۔ آپ ﷺ کے قتل تک کے منصوبہ بنائے اور آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ جا کر آباد ہوئے تو وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ مدینہ پر بار بار حملہ آور ہوئے۔ جنگ بدر، جنگ احد اور جنگ احزاب میں آپ ﷺ کے متعدد جان نثاروں کو شہید کر دیا۔ اور خود آپ ﷺ کو بھی زخمی کیا، آپ ﷺ کے جو ساتھی مکہ سے ہجرت کر کے یمن، شام، حبش اور نجد گئے وہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا، فتح مکہ کے وقت آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی ان کا کلیجہ چبانے والی ہندہ اور عکرمہ بن ابن جہل، صفوان بن امیہ، کعب بن زہیر اور انہیں جیسے سیکڑوں جباران قریش اور دشمنان اسلام شہر میں موجود تھے۔ رسول ﷺ آج ان سے ان کی ایک ایک بدی کا بدلہ چکانے پر قادر تھے۔ لیکن رسول ﷺ نے قدرت انتقام کے باوجود ان کی جاں بخشی کے لئے حسب ذیل احکام جاری کئے:

۱- جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔
۲- جو شخص خانۂ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
۳- جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
۴- جو شخص اپنے گھر میں بیٹھا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔

۵- جو شخص حکیم بن حزام کے گھر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔

۶- بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

۷- زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

۸- اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

فتح مکہ کے بعد جب خانۂ کعبہ کے سامنے لوگوں کا اجتماع عام ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا۔ جانتے ہو میں آج تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

مجمع سے آواز آئی:

آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا:

تم پر آج کوئی گرفت نہیں جاؤ تم سب آج آزاد ہو۔

آپ ﷺ نے صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ کفار مکہ نے تمام مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا اب وقت تھا کہ ان کو ان کے حقوق دلائے جائیں، لیکن آپ ﷺ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنی مملوکات سے دست بردار ہو جائیں۔[1]

کیا مذہبی رواداری کی اس سے بہتر مثال کسی اور مذہب کی تاریخ میں مل سکتی ہے؟ ع

انسانیت کو تو نے وہ آئین دے دیا
گویا پیام نازش و تمکین دے دیا
عالم کو ذوق جلوۂ تزئین دے دیا
ٹوٹے دلوں کو مژدۂ تسکین دے دیا
(احسان دانش)

---

[1] رحمۃ للعالمین ج ۱ ص ۱۱۸ ایضاً سیرت النبی ج ۱ ص ۵۴۷ ایضاً الرحیق المختوم ص ۵۵۱ ایضاً بنیادی حقوق ص ۲۴
نوٹ: سنداً ضعیف ہے۔

ایفائے عہد
اسلامی رواداری کا بلند ترین اصول

ایفائے عہد (وعدہ پورا کرنا) ایک مسلمان کا امتیازی نشان ہے، صلح اور جنگ دونوں حالتوں میں اگر کوئی عہد کرلیا گیا ہے تو اسلام کی رو سے اس کا پورا کرنا فرض ہے چاہے اس میں اپنا خسارہ ونقصان ہی کیوں نہ ہورہا ہو۔ یہ اسلام کا اپنا منفرد اصول اور دستور ہے جبکہ زمانۂ قدیم میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ کسی ذاتی، شخصی، ملکی اور حکومتی مصلحت ومفاد کی بنیاد پر معاہدے توڑ دیئے جاتے تھے اور اپنے ہی کئے ہوئے وعدوں سے منہ پھیر لیا جاتا تھا اور انحراف کیا جاتا تھا۔ قیصر وکسریٰ کی حکومتوں میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ اور آج کا دور جسے سب سے زیادہ روشن خیال اور ترقی یافتہ دور کہا جاتا ہے، ذاتی، شخصی، حکومتی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر وعدہ خلافی کرنا اور معاہدہ کا توڑ دینا، ایفائے عہد سے منہ موڑ لینا ایک عادت ثانیہ بن چکی ہے۔[1]

اور آج کی گندی سیاست اور پلید ڈپلومیسی کی زبان میں وعدہ خلافی کو اعلیٰ درجے کی

---

[1] اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق اس کے مقاصد میں سے ایک مقصد ''اقوام کا ایک دوسرے کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے سے روکنا'' ہے۔ اقوام متحدہ کے چارٹر پر ہر اس ملک نے دستخط کیا ہے جو اس کا رکن ہے اور رکن ہونے کی حیثیت سے وہ عہد کرتا ہے کہ کسی دوسرے ملک کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔ اب ایک طرف اقوام متحدہ کا یہ چارٹر دیکھئے جس پر تمام ممبران ممالک نے دستخط کئے ہیں اور دوسری طرف امریکہ کی مداخلت دیکھئے کہ جہاں اور جس ملک کے بارے میں چاہتا ہے اس کے داخلی معاملات میں مداخلت کرتا رہا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔ مثال کے طور پر عراق کا ہی معاملہ لے لیجئے۔ کس سینہ زوری کے ساتھ اس کے داخلی معاملات میں مداخلت کررہا ہے اور اقوام متحدہ کا سب سے بڑا رکن ہے۔ یہ وعدہ خلافی یا عہد شکنی ہوئی یا نہیں صرف اسلام ہی ہے جو ایسے گھٹیا اور پست اخلاق سے روکتا ہے اور ایفائے عہد کو فرض قرار دیتا ہے چاہے نفع ہو یا نقصان۔

سیاست اور انتہا درجے کی ہوشیاری اور چالاکی قرار دیا جاتا ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ اسلام میں ایفائے عہد کی کتنی اہمیت ہے اور وعدہ پورا کرنے پر کس قدر زور دیا گیا ہے اور وعدہ خلافی پر کتنی سخت وعید کی گئی ہے۔ اسلام نے اس عہد و پیمان کے پورا کرنے میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ وعدہ بہرحال وعدہ ہے مسلمان سے کیا گیا ہو یا غیر مسلم سے۔ اس عہد و پیمان کا پورا کرنا ہر حال میں ضروری اور فرض ہے۔ ذیل میں قرآن کی چند آیات اور رسول اللہ ﷺ کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیے:

۱- ”وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً“ (بنی اسرائیل:۳۴/۱۷)

”اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے متعلق تم سے باز پرس ہوگی۔“

۲- ”إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئاً وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَداً فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ“ (التوبہ:۴/۹)

”مشرکین میں سے جن لوگوں کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ وفا کرنے میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے عہد کو معاہدہ کی مدت تک پورا کرو۔“

۳- ”الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللّهِ وَلاَ يِنقُضُونَ الْمِيثَاقَ“ (الرعد:۲۰/۱۳)

”اور جو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور قول وقرار کو توڑتے نہیں ہیں“۔

۴-”وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الأَرْضِ أُوْلَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ“ (الرعد:۲۵/۱۳)

”اور جو اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا انہیں توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کے لئے

لعنتیں ہیں اور ان کے لئے برا گھر ہے۔"

۵- "وَأَوْفُواْ بِعَهْدِ اللّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلاَ تَنقُضُواْ الأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلاً إِنَّ اللّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ" (النحل:۹۱/۱۶)

"اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم آپس میں قول وقرار کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد مت توڑو، حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو، تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اس کو بخوبی جان رہا ہے۔"

آیئے رسول ﷺ کی چند احادیث اور فرمودات پر ایک نظر ڈالتے چلیں تاکہ ایفائے عہد کی اہمیت کا بھرپور اندازہ لگایا جا سکے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

۱- "ولا دين لمن لا عهد له" (مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۱۳۵)

"اور نہیں ہے اس کے پاس دین جس کے پاس عہد و پیمان نہیں ہے۔"

۲۔"أربع من كن فيه كان منافقا خالصا ومن كان فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها اذا أتمن خان واذا حدث كذب واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر" (بخاری کتاب الایمان باب علامات النفاق حدیث رقم ۳۴)

"جس شخص میں چار چیزیں پائی جائیں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں ان چاروں میں سے ایک خصلت پائی جائے گی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔"

(۱) جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

(۲) جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے۔

(۳) اور جب عہد و پیمان کرے تو دھوکہ دے، عہد شکنی کرے۔

(۴) اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوج بکے۔

۳- "ما نقض قوم العهد إلا كان القتل بينهم" (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۱۲۶)

''جس قوم نے عہد و پیمان توڑا تو ان میں قتل ہوا۔''

قرآن کریم کی ان چند آیات اور رسول کریم ﷺ کی ان چند احادیث سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو شروع سے ہی مذہبی، سیاسی، اقتصادی اوراخلاقی رواداری کی تعلیم دیتا رہا ہے۔ اسلام کے نزدیک اصل انسانیت کی وحدت اور اکائی ہے، انسانی بھائی چارگی ہے۔ اس کے بعد مذہب ہے۔ اوراس کے بارے میں بھی واضح طور پر اعلان کردیا ہے کہ ﴿لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ﴾ (البقرۃ:۲/۲۵۶) دین میں کوئی جبر نہیں'' اور ﴿لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ﴾ (الکافرون:۱۰۹/۶) ''تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور ہمارے لئے ہمارا دین ہے''۔ مگرانسانی جان کا احترام ہر حال میں ملحوظ خاطر رہے۔ اور جو بھی عہد و پیمان اور قول و قرار کیا جائے اسے ہر حال میں پورا کیا جائے، دنیاوی مفادات اور سیاسی ہتھکنڈے پیش نظر نہ ہوں۔ اخلاقیات کی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔ حتی کہ اگر ایک مسلمان بھائی اپنے ایسے دشمن کے خلاف مسلمانوں سے مدد کی اپیل کرتا ہے اوراس دشمن اور مسلمانوں کے درمیان کوئی عہد و پیمان ہو چکا ہے تو اس مسلمان بھائی کی مدد کے لئے بھی اس عہد و پیمان کو توڑنا جائز نہیں ہوگا۔

﴿وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ﴾ (الانفال:۸/۷۲) ''اوراگر وہ دینی معاملے میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر واجب ہے۔ ہاں! اس قوم کے خلاف تم ان کی مدد نہیں کرسکتے کہ تم میں اوران میں معاہدہ ہو۔''

یہ ایفائے عہد کی وہ بلندترین چوٹی ہے کہ اس کے بیان سے الفاظ عاجز وقاصر ہیں۔ افسوس! آج دنیا پر غالب ساری تہذیبیں ایفائے عہد کے عنصر سے یکسر خالی ہیں۔ ان میں بدترین تعصّبات پائے جاتے ہیں۔ مذموم عداوتیں پائی جاتی ہیں، انسانیت آج ایک گرتی ہوئی دیوار پر کھڑی ہے اس میں انسانی رواداری اور حقیقی عدل و انصاف مفقود ہے۔ حسد،

بغض، کینہ، عداوت اور اقتصادی لالچ کے سبب ایفائے عہد کا کوئی پاس لحاظ نہیں ہے، جب چاہا عہد و پیمان کرلیا اور جب چاہا توڑ ڈالا۔

عالم اسلام کے مشہور عالم دین ادیب اور بے باک صاحب قلم سید قطبؒ کے الفاظ میں:

''آج کی دنیا ایک ایسے خوف میں مبتلا ہے جس میں امن کی کوئی صورت نہیں، ایسے کینے اور حسد کا شکار ہے جس میں امن و سلامتی کا کوئی وجود نہیں اور ایسی تاریکی میں کھوگئی ہے کہ روشنی کی کوئی کرن تک نظر نہیں آتی، اس کے باوجود تم ان مایوس تہذیبوں کو فخر و غرور میں مبتلا اور اپنا دفاع کرتے ہوئے پاؤ گے۔ حالانکہ یہ انسانیت کو بدبختی پر بدبختی، جنگ پر جنگ اور مصیبت پر مصیبت بخشتی رہی ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ انہیں لوہے، آگ، بجلی اور بخار کی قوتوں پر کنٹرول حاصل ہے، وہ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بنا سکتی ہیں۔ مگر آہ! محبت کے ذروں میں سے ایک ذرہ اور رواداری کے عناصر میں سے کوئی عنصر ان کے قبضے میں نہیں، نہ انسانیت کی طاقتوں میں سے وہ کسی طاقت پر دسترس رکھتی ہیں۔

یورپ کے تسلط و اقتدار کے دور میں انسانیت جنگی معاہدوں اور بھیڑیوں کے قانون کی کئی صورتیں دیکھ چکی ہے۔ یہ قانون غدر و نفاق، خیانت و کمینگی، عہد شکنی، وعدہ خلافی، معاہدوں کو پرزے پرزے کرنے اور انہیں محض کاغذ کے ٹکڑے قرار دینے کا قانون ہے، انسانیت جنگ کی اس وحشت و درندگی کو بھی دیکھ چکی ہے جس سے جنگلی جانور بھی شرماتے ہیں۔ اس ننگی وحشت کے دو انتہائی نمونے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرانے کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

انسانیت ابھی مستقبل قریب میں بھی کئی قسم کے غدر و خیانت اور وحشت و بربریت کے کئی اقسام کو دیکھے گی۔ جو اس کافرمادی تہذیب کے عین مطابق

ہوں گے۔ یہ تہذیب کسی دین واخلاق پر ایمان نہیں رکھتی، اپنے آپ کو کسی اصول اور ضمیر کا پابند نہیں کرتی، اس تہذیب پر غلیظ مادی نظریہ چھایا ہوا ہے۔ اور یہ زندگی سے گھٹیا مادی عناصر کے سوا ہر عنصر کی نفی کرتی ہے۔

اس تہذیب میں چاہے بین الاقوامی وحدت کا کتنا ہی ڈھنڈورا پیٹا جاتا رہے اس گھٹیا روح والی اور گندے ضمیر والی تہذیب سے انسانیت واحدہ کا نظریہ عملاً بعید رہے گا۔'' (امن عالم اور اسلام ص ۲۰۱، ۲۰۲)

۲۰/۳/۲۰۰۲ء کو عراق پر جنگ مسلط کر کے امریکہ اور اس کا تابع مہمل برطانیہ نے جس طرح بین الاقوامی معاہدوں کی دھجیاں بکھیری ہیں، عالمی رائے عامہ کو ٹھکرایا ہے اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ ان کے نزدیک عہد و پیمان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ کی کوئی اہمیت نہیں، بین الاقوامی معاہدوں کا کوئی پاس ولحاظ نہیں اور ان کے نزدیک انسانی جانوں کا کوئی احترام نہیں۔ ان کے یہاں جنگل کا قانون ہے اور ان کو صرف اپنا مفاد ہی پیارا ہے۔

ایفائے عہد پر ابھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور قرآن کی تعلیم اس سلسلے میں بہت مفصل ہے مگر کتاب کی تنگ دامنی شاکی ہے۔ ع

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

(غالب)

اسلامی رواداری کی چند جھلکیاں

اسلامی تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات مستند حوالوں سے ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے ہمیشہ اپنی رعایا کے ساتھ رواداری کا سلوک روا رکھا ہے اور ہر طرح سے اپنی رعایا کی دل جوئی کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں مذہب کبھی بھی آڑے نہ آیا۔ اور اس کی خاص وجہ یہی رہی ہے کہ اسلام خود رواداری کی تعلیم دیتا ہے۔ تاریخ اسلام کے ان بے شمار واقعات کو ان چند صفحات میں جمع کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ بس چند واقعات بطور مثال پیش کرنے پر اکتفا کیا جائے گا تاکہ ان الزامات کی تردید ہو سکے جو اسلام اور اسلام کے ماننے والوں پر لگائے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بطور خاص ہندوستانی مسلم حکمرانوں کا تذکرہ ضرور کیا جائے گا تاکہ ان لوگوں کی آنکھیں کھل سکیں جو مسلمانوں کو طرح طرح کے الزامات واتہامات لگا کر مطعون کرتے ہیں اور ان کے خلاف رائے عامہ کو ہموار اور گمراہ کرتے ہیں۔ آگے چل کر اس بات کا بھی جائزہ لیا جائے گا کہ مغربی اور اسلامی رواداری میں کیا فرق ہے؟ اور امریکہ و یورپ جس رواداری کا ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں اس کی بھی قلعی کھولی جائے گی: ان شاء اللہ۔

آیئے پہلے اسلامی رواداری کی چند جھلکیاں دیکھتے ہیں۔

سرمیور کا قابل قدر بیان

رسول اللہ ﷺ نے عیسائیوں کے ساتھ جو رواداری برتی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے سرمیور جیسا متعصب مزاج عیسائی شخص بھی اعتراف کرنے پر مجبور ہوا اور لکھا:

”پیغمبر نے بشپوں، پادریوں اور راہبوں کو یہ تحریر دی کہ ان کے گرجاؤں اور خانقاہوں میں ہر چھوٹی بڑی جیسی چیز تھی ویسی ہی برقرار رہے گی۔ اللہ کے

رسول نے یہ عہد کیا کہ کوئی بشپ اپنے عہدے سے اور نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے اور نہ کوئی پادری اپنے منصب سے برطرف کیا جائے گا۔ اور نہ ان کے اختیارات، حقوق اور معمول میں کسی قسم کا تغیر کیا جائے گا۔ جب وہ امن و صلح اور سچائی کے ساتھ رہیں ان پر جبر و تعدی نہ کی جائے گی نہ وہ کسی پر جبر و تعدی کریں۔'' (اسلام اور رواداری ص ۵۸)

ایک فاضل ہندو شری سندر لال جی کے الفاظ میں:

''حکمراں کی حیثیت سے محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں کو یہاں تک کہ بت پرستوں کو بھی اپنی حکومت کے اندر رہ کر اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کی پوری پوری آزادی بخشی اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض قرار دیا۔ ''لا اکراہ فی الدین'' یعنی مذہب کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ مدنی آیت ہے اور محمد ﷺ کی تمام زندگی اس آیت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اس کے ثبوت میں عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر مذاہب کے معتقدوں کے ساتھ وقتاً فوقتاً محمد ﷺ کے جو معاہدے ہوئے ان کی نقلیں ابھی تک موجود ہیں۔'' (اسلام اور رواداری ص ۶۱)

ایڈورڈ گبن کی رائے

''اسلام نے کسی مذہب کے مسائل میں دست اندازی نہیں کی، کسی کو ایذا نہیں پہنچائی، کوئی مذہبی عدالت غیر مذہب والوں کو سزا دینے کے لئے قائم نہیں کی اور اسلام نے لوگوں کے مذہب کو بہ جبر تبدیل کرنے کا کبھی قصد نہیں کیا۔

اسلام کی تاریخ کے ہر صفحہ میں اور ہر ملک میں جہاں اس کو وسعت حاصل ہوئی وہاں دوسرے مذاہب سے عدم مزاحمت پائی جاتی ہے یہاں تک کہ فلسطین میں ایک عیسائی شاعر نے ان واقعات کو دیکھ کر جن کا ذکر ہم کر رہے ہیں بارہ

سو سال بعد اعلانیہ کہا تھا کہ صرف مسلمان ہی روئے زمین پر ایک ایسی قوم ہیں جو دوسرے مذاہب والوں کو ہر قسم کی آزادی دیتے ہیں۔"

(اسلام اور رواداری ص ۸۰۔۸۱)

فتح بیت المقدس اور حضرت عمرؓ کا صلح نامہ

یہ صلح نامہ اس وقت لکھا گیا تھا جب بیت المقدس میں عیسائیوں کی قوت مدافعت اور قوت مقابلہ مکمل طور پر ٹوٹ چکی تھی اور عیسائی ایک شکست خوردہ اور مفتوح قوم بن چکے تھے۔ صلح نامہ کے الفاظ یہ تھے:

"ان کو امان دی ان کی جان و مال اور ان کے کنیسوں اور صلیبوں اور ان کے تندرستوں اور بیماروں کے لئے، یہ امان ایلیا کی ساری ملت کے لئے ہے۔ عہد کیا جاتا ہے کہ ان کے کنیسوں کو مسلمانوں کا مسکن نہ بنایا جائے گا نہ ان کو منہدم کیا جائے گا، نہ ان کے احاطوں اور ان کی عمارتوں میں کوئی کمی کی جائے گی، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے اموال میں سے کسی چیز کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان پر دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا۔" (الجہاد فی الاسلام ص ۲۷۹، ۲۸۰۔ تاریخ اسلام ج۱ص ۳۰۸)

غیر مسلم قیدی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا موقف

جب ملک شام پر تاتاریوں کا تسلط ہو گیا تو شیخ الاسلام تاتاریوں کے کمانڈر قتلو شاہ کے پاس قیدیوں کی رہائی کے لئے گئے۔ قتلو شاہ نے مسلمان قیدیوں کی رہائی منظور کر لی مگر ذمی قیدیوں کی رہائی سے انکار کر دیا۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ ہم یہودی اور عیسائی قیدیوں کی رہائی کے بغیر نہیں رہ سکتے کیوں کہ وہ ہماری ذمہ داری میں ہیں۔ ہم کسی بھی قیدی کو تمہارے پاس نہیں چھوڑ سکتے نہ ذمیوں میں سے نہ مسلمانوں میں سے۔ قتلو شاہ نے شیخ الاسلام کی مضبوط قوت ارادی کو دیکھتے ہوئے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔" (سہ روزہ دعوت دہلی۔ مارچ ۱۹۷۷ص ۱۰۷)

ایک فاضل ہندو مسٹر چونی لال آنند کی شہادت

فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ کی رواداری اور اپنی رعایا کے ساتھ جو ان کا مساویانہ سلوک اور طرز عمل تھا اس کے متعلق مسٹر چونی لال آنند یوں لکھتے ہیں:

''وہ (محمد بن قاسم) فاتح سندھ ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی رسومات نیز اعتقادات کی عزت کرتا تھا اگر چہ اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین کے مطابق ان پر جزیہ لگا دیا تھا، لیکن ہندوؤں کو قانون کی ویسی ہی پناہ حاصل تھی جیسی کہ مسلمانوں کو تھی۔ ان کی سوشل اور مذہبی انسٹی ٹیوشن میں دخل اندازی نہیں کی جاتی تھی۔ وہ اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کی ایما پر ان کی ذات پات کے قواعد کو بھی قانون کا درجہ دے دیا گیا تھا۔ محمد بن قاسم بت شکن نہیں تھا، نہ ہی اس کے بعد آنے والے میں سے کوئی تھا۔ اس نے توسیع سلطنت کے ساتھ ہندوؤں کے لئے سرکاری دفاتر کھول دیئے تھے برہمنوں کو مال گزاری اور کلکٹری کے کاموں پر متعین کیا گیا تھا اور محمد بن قاسم نے وزارت کا اعلیٰ ترین عہدہ اپنے وقت کے ایک مشہور فلاسفر کاک کو عطا کیا تھا۔ دراصل عربوں کے ماتحت سندھ مذہبی آزادی کی سرزمین تھی۔''

(اسلام اور رواداری ص ۱۵۴)

آریہ سماج کے مشہور لیڈر لالہ لاجپت کی رائے

''مسلمان اچھے تھے یا برے ان میں ایک بات تو تھی اور وہ یہ کہ انہوں نے ہندوستان کو اپنا وطن بنا لیا۔ ہندوؤں پر بھرپور بھروسہ کیا، ان کو اعلیٰ ترین عہدوں پر مامور کیا، اور کبھی قومی نفرت ان کی کارروائی کی محرک نہ ہوتی تھی۔''

(اسلام اور رواداری ص ۱۵٦)

پروفیسر رام پرشاد جی کھوسلہ کی شہادت

جناب پروفیسر رام پرشاد جی اپنی کتاب ''تاریخ ہند'' میں اورنگ زیب عالمگیر کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

''اورنگ زیب عالمگیر نے ملازمت کے لئے اسلام کی شرط کبھی نہیں لگائی، بادشاہ اسلام کا محافظ ضرور سمجھا جاتا تھا مگر غیر مسلم رعایا پر کوئی جبر اور دباؤ نہیں تھا۔ بابر سے اورنگ زیب تک مغلوں کی تاریخ تنگ نظری اور فرقہ پرستی کی تلخی سے پاک ہے۔'' (اسلام اور رواداری ص ۲۱۱)

بنگالی مورخ سر جادو ناتھ سرکار کے الفاظ میں

''اورنگ زیب کی تاریخ ہندوستان کے ساٹھ سال کی نہایت شاندار تاریخ ہے۔ اس نے کسی ہندو کو جبراً مسلمان نہیں بنایا۔ نہ امن کی حالت میں کسی ہندو کی جان لی۔ وہ رواداری میں کسی طرح بھی اپنے پیش رو مغل بادشاہوں سے کم نہیں۔'' (اسلام اور رواداری ص ۲۱۴)

☆☆☆

باب ہشتم

اسلامی اور غیر اسلامی گلوبلائزیشن کا فرق

یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی
(اقبال)

اسلام کی دعوت عالمگیر (گلوبل) دعوت ہے۔ اس کا ہر اعلان بین الانسانی اور جہاں گیریت کا علم اٹھائے ہوئے ہے۔ اس نے انسانوں کو انسانوں کی غلامی اور عبودیت سے نکالا اور ایک معبودِ حقیقی کے سامنے جھکا دیا۔ اس کی ہر آواز ظلم و تعدی کے خلاف، احقاقِ حق اور ابطال باطل میں ہمہ گیر رہی ہے۔ اس نے جب اپنی رحمت و رأفت کا اعلان کیا تو کسی قوم اور خطہ کے لئے خاص نہ تھا۔ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً﴾ (الا ـ:۱۵۸/۷) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الانبیاء:۲۱/۱۰۷) اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔ اور اسلام نے جب اپنی دعوت کی طرف لوگوں کو بلایا تو کسی خاص قوم کو نہیں بلکہ اس کی دعوت تمام قوموں اور تمام بنی نوع انسان کے لئے عام تھی۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيراً وَنَذِيراً﴾ (سبا:۳۴/۲۸) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوش خبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اسی عالمگیریت (گلوبلائزیشن) کا نتیجہ تھا کہ جو قومیں بھی اسلام میں داخل ہوئیں وہ اسلامی معاشرہ کا جزو لاینفک بن گئیں۔ عرب و عجم اور کالے گورے کا فرق نہیں رہا۔ اونچ نیچ کا امتیاز مٹ گیا، اور جب اسلام نے دکھی اور مقہور و مجبور انسانیت کو نجات دلانے کا اعلان کیا تو وہ اعلان عام تھا۔ اس میں دنیا کے تمام انسان

شامل تھے۔ اسلام نے ہر ایک پر اپنی صداقت عیاں کردی، اور ہر انسان کو راست بازی اور سچائی کی دعوت دی۔ شرک کی غلاظتوں سے دور رہنے کی تلقین کی اور جب ظلم وزیادتی کا قلع قمع کرنے کے لئے اٹھا تو اس کا اعلان جنگ عالمگیر فساد انسانیت کے خلاف تھا۔ مال غنیمت اور کشور کشائی کے لئے نہ تھا۔ بلکہ دکھی انسانیت کو نجات دلانے اور راحت کی سانس لینے کے لئے تھا۔ اس کی آواز موجودہ دور اور قدیم دور کے ہوس پرست حاکموں اور اقتدار کے رسیا بادشاہوں کی طرح نہ تھی۔ اس نے جو کچھ کہا کر کے دکھایا۔ اس کی آواز میں نفاق، غدر اور خیانت نہ تھی۔ اسلام کا اعلان جنگ کمزور اور پست قوموں کی آزادی اور تہذیب وثقافت پر ڈاکے ڈالنا نہ تھا۔ اس کا اعلانِ جنگ ظالم وجابر بادشاہوں، ہمہ گیر شرور وفتن، جبر واستبداد، سرمایہ پرستانہ ذہنیت، ظالمانہ وفاسقانہ معاشرت اور ان جملہ برائیوں کے خلاف تھا، جو انسانی معاشرہ کو دیمک کی طرح چاٹتی جارہی تھیں۔ اسلام کی جنگ اعلیٰ مقاصد اور شریف وپاکیزہ نصب العین کے لئے تھی اور یہی جنگ شریعت کی اصطلاح میں جہاد ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے الفاظ میں:

> ''بدقسمتی سے اس زمانہ میں مغرب کی بعض جہاں گیر قوموں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ دنیا میں تہذیب وانسانیت کی ترقی، درماندہ قوموں کی اصلاح اور امن وامان کے قیام کی خاطر جنگ کرتی ہیں۔[1] مگر اس زبانی دعوے کے

---

[1] افغانستان اور عراق کے خلاف حالیہ امریکی جنگ بقول امریکی صدر جارج ڈبلیو بش دہشت گردی اور ڈکٹیٹر شپ کو ختم کر کے ان دونوں ملکوں میں جمہوریت اور امن وامان کو بحال کرنا تھا مگر اب تک کے نتائج سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ ایک ڈھونگ تھا۔ اصل تیل کا کھیل تھا، اب کوئی امریکی صدر سے پوچھ سکتا ہے کہ آپ نے امن وامان کو بحال کیا ہے یا تہ وبالا وبے حال؟ حقیقی جمہوریت کو نافذ کیا ہے یا امریکی ڈکٹیٹر شپ کو؟ دراصل بحیرۂ قزوین کے گرم پانی اور پوشیدہ معدنیات تک رسائی حاصل کرنے کے لئے دہشت گردی کو بہانہ بنا کر افغانستان پر حملہ کیا گیا۔ اور اسرائیل کی حفاظت نیز پٹرول کی بے پناہ دولت کے ہتھیانے کے لئے عراق کے کیمیاوی ہتھیاروں کو بہانہ بنا کر عراق پر حملہ کیا گیا۔ اور اس سے قبل بھی شمالی کوریا اور ویتنام کے خلاف جو جنگیں لڑی گئیں کیا کسی انسانی فلاح وبہبود اور امن وامان کے قیام کے لئے تھیں؟؟

ع دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

برعکس ان کا عمل یہ ہے کہ کمزور قوموں کی آزادی پر ڈاکے ڈالتی ہیں اور انسانی شرافت کی تمام خصوصیات کو ایک ایک کر کے مٹا رہی ہیں۔ اس سے لوگوں کو شبہ ہوسکتا ہے کہ کہیں اسلام کا دعویٰ بھی ایسا ہی نہ ہو کہ زبان پر اصلاح کا وظیفہ ہو اور ہاتھ میں فتنہ وفساد کی تلوار، اس شبہ کو مغربی استعمار اور اسلامی جہاد اصلاح کی یہ ظاہری مماثلت اور بھی زیادہ تقویت پہنچاتی ہے کہ جس طرح اسلام میں عالمگیر اصلاح کا جہاد صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے اسی طرح مغربی مستعمرین تہذیب وتمدن کی عالمگیر اشاعت کے مشن کو صرف اپنی قوم کا ہی ورثہ سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہر شخص سمجھتا ہے جہانگیریت کی اولین خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک خاص قوم اور ملک کے افراد کی حکومت کا نام ہے، انگریزی جہانگیریت جزیرہ انگلستان کے باشندوں سے مخصوص ہے۔ جرمن جہانگیریت میں جرمن قوم کے سوا کسی کا حصہ نہیں۔ اطالوی جہانگیریت میں جو کچھ ہے سب اٹلی کے باشندوں کا ہے۔ اسی طرح امریکی جہانگیریت صرف امریکی قوم سے ہی نسبت رکھتی ہے۔

بخلاف اس کے اسلام کسی نسل یا قوم یا وطن کا نام نہیں ہے۔ وہ ایک قانونِ زندگی اور ایک نظام حیات ہے۔ جس کے دروازے سب کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ عربی، عجمی، حبشی، چینی، ہندی، فرنگی سب اس کو اختیار کر سکتے ہیں۔ اور اختیار کر لینے کے بعد سب کے حقوق، اختیارات اور مراتب اس کے نظام اجتماعی میں یکساں قرار پاتے ہیں۔ اس کو انسان کی نسل یا رنگ یا وطنیت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

یہ تو اسلام اور جہانگیریت کا ظاہری فرق تھا۔ معنوی فرق اس سے بھی زیادہ بین ہے بلکہ تباین کلی کا حکم رکھتا ہے۔ جہانگیریت (گلوبلائزیشن) دراصل ایک قوم کی خواہش توسیع مملکت وحصول مال وزر کا نام ہے۔ جب کوئی قوم

اس دولت اور حکومت پر قانع نہیں ہوتی جو اس کو خود اپنے ملک میں حاصل ہوتی ہے تو دوسرے ملکوں پر حملہ کر کے ان کی دولت پر قبضہ کرتی ہے۔ ان کے باشندوں کو اپنا محکوم بنالیتی ہے اور اپنی صنعت وتجارت کو ان کے خرچ پر فروغ دیتی ہے۔ یہ کام پہلے بھی ہوتا تھا اور ہمیشہ سے سرکش قومیں یہی کرتی آئی ہیں۔ مگر اب مغربی قوموں (خاص کر اب امریکیوں) نے اس ملک گیر اور لوٹ مار کا نام ''تہذیب وتمدن'' کی اشاعت اور ''نوع بشری'' کی خدمت رکھ لیا ہے۔ ان کے آئین ''تہذیب وتمدن'' کی پہلی دفعہ یہ ہے کہ ''قوت حق'' ہے اور کمزور کو دنیا میں جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کمزور قوموں میں ''تہذیب'' کی اشاعت کا جو طریقہ انہوں نے ایجاد کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کو جہالت، افلاس، غلامانہ کمینگی اور بے دینی وضمیر فروشی کے ''جواہر'' سے مالا مال کر دیتی ہیں۔ اور ''نوع بشری'' کی خدمت کے لئے ان کی باہمی قوتیں آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر دنیا کے امن وامان کو غارت کر دیتی ہیں۔

اسلام کی مقدس تعلیم اس جہانگیری کے عیب سے پاک ہے بلکہ اس کے برعکس وہ عالم انسانی کو اس کی سرکش قوموں کے استیصال اور ان کی جگہ ایک عادلانہ نظام حکومت کے قیام کی دعوت دیتا ہے۔ (الجہاد فی الاسلام ص ۱۲۸۔۱۳۱)

یہ اسلامی اور غیر اسلامی ''گلوبلائزیشن'' کا زمین آسمان جیسا فرق ہے۔ ایک انسانیت کے لئے سراپا رحمت اور دوسرا انسانیت کے لئے سراسر زحمت، ایک کے زیر سایہ امن وامان پروان چڑھتا ہے۔ دوسرے کے زیر سایہ بے چینی اور قلق واضطراب میں اضافہ ہوتا ہے۔ آج کی مغربی دنیا اور خاص کر امریکہ نے انسانی عمران وتمدن اور سائنس وٹکنالوجی میں حیرت انگیز ارتقائی منازل کو طے کر لیا ہے بلکہ زمین کی پستی سے اٹھ کر آسمان کی بلندیوں تک جا پہنچے، اور چاند پر اپنے بسیرے ڈال دیئے۔ مگر یہ اقوام آج تک یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں کہ انسان کے لئے کون سی چیز نفع بخش ہے اور کون سی ضرر

رساں؟ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اسی حقیقت سے یوں پردہ اٹھایا ہے ع

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا

☆☆☆

اسلامی اور مغربی جنگوں کا ایک تقابلی جائزہ

اسلام اپنے ابتدائی دور میں نہایت صبر وتحمل اور برد باری کا ثبوت پیش کرتا رہا۔ اپنے ماننے والوں کو ثابت قدمی اور عزم وحوصلہ کی تلقین کرتا رہا۔ کفار مکہ کے جملہ مظالم اور زیادتیوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے کی وصیت کرتا رہا۔ اور مسلسل تیرہ سال تک اپنے ماننے والوں کو تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا درس دیتا رہا۔ اس کے باوصف جب کفار مکہ نے مسلمانوں کا جینا حرام کردیا، صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا اور پانی سر سے گزر گیا تو رب العالمین کی طرف سے نبی رحمت ﷺ کو ہجرت کا حکم ملا کہ آپ ﷺ مع اپنے تمام انصار واعوان مدینہ میں جاکر بس جائیں تاکہ کفار مکہ کے مظالم اور چیرہ دستیوں سے محفوظ ہوجائیں۔ یکسو ہوکر اللہ کی عبادت کریں اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیں۔ لیکن کفر کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ دور دراز جاکر بھی اسلام کے ماننے والے سکون و طمانیت کی سانس لے سکیں اور اسلام پنپ سکے۔

چنانچہ ''حق و باطل'' کے معرکہ میں حق کی حقانیت اور باطل کی بطالت کا ایک کھلا ہوا مظاہرہ یہ ہوتا ہے کہ حق جوں جوں دلائل و براہین کی روشنی میں اپنی صداقت کو جلوہ گر کرتا ہے باطل اسی درجہ زیادہ مشتعل ہوکر اور حق کی روشنی سے خیرہ ہوکر دلائل کی جگہ جنگ و جدل پر آمادہ ہوجاتا ہے مگر حق کے پرستار اس کی مطلق پرواہ نہیں کرتے بلکہ وفور جوش اور والہانہ شوق کے ساتھ حق پر جان قربان کردیتے ہیں۔ (قصص القرآن ج۳ ص۳۵) اور یہی کچھ صورت حال اہل اسلام کے ساتھ پیش آئی کہ تنگ آمد بجنگ آمد، پس رب العالمین کی طرف سے اجازت مل گئی کہ: ﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ . الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ

وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيراً وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (الحج:۲۲/۳۹،۴۰)

''جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے۔ کیوں کہ وہ مظلوم ہیں۔ بے شک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے۔ یہ وہ ہیں جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا رب فقط اللہ ہے، اگر اللہ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی ڈھادی جاتیں جہاں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے۔ جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے''۔

یہی وہ اجازت ہے جو ظلم وزیادتی کے خلاف اور حق کے دفاع میں تلوار اٹھانے کے لئے مسلمانوں کی دی گئی تھی اور اس کے بعد سرکشوں کی سرکوبی اور ظالموں کے ظلم وجور کا ہاتھ روکنے کے لئے عادلانہ اقدام کی بھی اجازت دی گئی، اسی کو بنیاد بنا کر بعض متعصب اور غیر منصف یورپی مورخین ومصنفین ہمیشہ اسلام پر الزام تراشی ہی نہیں بلکہ دشنام طرازی کرتے رہے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا، اسلام اپنی وسعت اور پھیلاؤ میں تلوار سے کام لیتا رہا اور ناحق بے گناہوں کا خون بہاتا رہا۔ اسلام کے ماننے والوں نے ہمیشہ اس بات کی تردید کی ہے اور اس کا تشفی بخش جواب بھی دیا ہے اور یہ بھی بتایا کہ اسلام نے کب اور کیوں کر تلوار اٹھائی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر انصاف اور عدل کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جاسکتا تھا، نہ ہی ظالم وجابر بادشاہوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جاسکتا تھا، نہ ہی مجبور ومقہور انسانوں کو انصاف دلایا جاسکتا تھا۔

یہاں نہ تو مجھے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اسلام کی طرف سے کسی دفاع کی۔ بس بر سبیل تذکرہ چند باتیں ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں اور یہ بتانا

بھی مقصود ہے کہ اسلام نے زیادہ خون بہایا ہے یا غیر اسلام نے؟ اس لئے یہاں پر اسلام اور غیر اسلامی جنگوں کی تفصیلات کا ایک تقابلی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ جس سے ہر منصف اور عادل انسان یہ اندازہ لگا سکے گا کہ یورپی مورخین کے دعووں میں کتنی صداقت ہے اور کتنی جھوٹ کی ملاوٹ۔ اس کے علاوہ اگر لمحہ بھر کے لئے یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے تو پھر سوال اٹھتا ہے کہ انڈونیشیا میں گیارہ کروڑ، ملایا میں ایک کروڑ، جزائر بحر الکاہل میں اسی لاکھ، چین میں آٹھ کروڑ، اور سیاہ افریقہ میں بائیس کروڑ مسلمان کہاں سے آ گئے۔ ان کے علاوہ دوسرے ایشیائی ممالک مثلاً نیپال، بوٹان، سری لنکا، برما، تھائی لینڈ، لاوس، کمبوڈیا، ویتنام، سنگاپور، ہانگ کانگ، مکاؤ، منگولیا، جنوبی کوریا، فلپین، جاپان اور سپیر یا وغیرہ میں آخر کیوں کر مسلمان پائے جاتے ہیں۔ ان ممالک میں تو ہماری تلوار کبھی نہیں گئی۔ ہاں ہمارے پاکباز علماء، دیانت دار تاجر اور راست باز مسافر ضرور گئے تھے۔ جن کے حسنِ اخلاق اور اعلیٰ کردار سے متاثر ہو کر کروڑوں انسان حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

(العالم الاسلامی ص ۱۸۶ تا ۲۰۸، نقوش رسول نمبر ج ۴ ص ۳۷۶، یورپ پر اسلام کا احسان)

اسلام نے احترام آدمیت اور انسانی جان کی حرمت پر جس قدر زور دیا ہے اور اس پر عمل کر کے اپنے دعوے کی صداقت کو دنیا والوں پر ثابت بھی کر دیا ہے اس کی نظیر لانے سے دوسرے مذاہب والے قاصر ہیں۔ مگر احترام آدمیت کے قانون کو اسلام نے بے لگام بھی نہیں چھوڑا کہ قاتل کو اس کے قتل، ظالم کو اس کے ظلم اور چور کو اس کی چوری کی سزا بھی نہ دی جائے، بلکہ جس طرح اس نے احترام آدمیت کے مقام کو اونچا کیا اسی طرح اس نے اس کے ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی کہ حق کی پامالی میں کسی کی جان محترم نہیں۔

اسلام نے اعلان کیا: ''**لاتقتلوا النفس التی حرم اللہ** '' تو اس کے ساتھ ہی **الا بالحق** بھی کہا۔ **من قتل نفسا فکانما قتل الناس جمیعا** ہی نہیں فرمایا بلکہ اس

ساتھ بغیر نفس أو فساد فی الارض کا استثناء بھی کر دیا۔ یہ نہیں کہا کہ کسی جان کو کسی حال میں قتل نہ کرو۔ ایسا کہا جاتا تو یہ تعلیم کا نقص ہوتا، عدل نہ ہوتا بلکہ حقیقی ظلم ہوتا۔ دنیا کو اصلی ضرورت اس بات کی نہ تھی کہ انسان کو قانون کی پکڑ سے آزاد کر دیا جائے اور اسے کھلی چھٹی دے دی جائے کہ جتنا چاہے فساد کرے جتنی چاہے بدامنی پھیلائے جس قدر چاہے ظلم وستم کرے، بہر حال اس کی جان محترم ہی رہے گی، بلکہ اصل ضرورت یہ تھی کہ دنیا میں امن قائم کیا جائے فتنہ وفساد کا بیج مٹا دیا جائے اور ایسا قانون بنا دیا جائے جس کے تحت ہر شخص اپنے حدود میں آزاد ہو اور کوئی شخص ایک مقرر حد سے تجاوز کر کے مادی یا روحانی امن میں خلل برپا نہ کرے، اس غرض کے لئے محض ''لا تقتلوا النفس'' کی حمایت ہی درکار نہ تھی بلکہ ''الا بالحق'' کی محافظ قوت بھی درکار تھی ورنہ امن کی جگہ بدامنی ہوتی۔

جماعتیں جب سرکشی پر آتی ہیں تو کوئی ایک فتنہ نہیں ہوتا جو وہ برپا کرتی ہوں ان میں طرح طرح کے شیطان شامل ہوتے ہیں۔ اس لئے طرح طرح کی شیطانی قوتیں ان کے طوفان میں ابھر آتی ہیں اور ہزاروں قسم کے فتنے ان کی بدولت اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بعض ان میں دھن ودولت کے لالچی ہوتے ہیں تو وہ غریب قوموں پر ڈاکے ڈالتے ہیں۔ ان کی تجارت پر قبضہ کرتے ہیں ان کی صنعتوں کو برباد کرتے ہیں ان کی محنت سے کمائے ہوئے روپے کو قسم قسم کی چالاکیوں سے لوٹتے ہیں اور قوت کے حق کی بنا پر اس دولت سے اپنے خزانے بھرتے ہیں۔[1] جس کی جائز حق دار وہ فاقہ کش مظلوم قومیں ہوتی ہیں۔

بعض ان میں ہوائے نفسانی کے بندے ہوتے ہیں وہ اپنے جیسے انسانوں کے رب

---

[1] کل تک برطانیہ اور اس کے حلفاء یہی کر رہے تھے اور آج کل امریکہ بہادر پوری دنیا اور خاص کر عالم اسلام کے ساتھ یہی سلوک روا رکھے ہوئے ہے۔ ع

پردۂ تہذیب میں غارت گری آدم کشی
کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج
(اقبال)

بن بیٹھتے ہیں اپنی خواہشات پر کمزوروں کے حقوق قربان کرتے ہیں، عدل و انصاف کو مٹا کر ظلم و جفا کے علم بلند کرتے ہیں۔ شریفوں اور نیکوکاروں کو برباد، سفیہوں اور کمینوں کو سر بلند کرتے ہیں ان کے ناپاک اثر سے قوموں کے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔ محاسن اور فضائل کے چشمے سوکھ جاتے ہیں اور ان کی جگہ خیانت، بدکاری، بے حیائی، سنگ دلی، بے انصافی اور بے شمار دوسرے اخلاقی مفاسد کے گندے نالے جاری ہو جاتے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر جہانگیری وکشورستانی کا بھوت سوار ہوتا ہے تو وہ بے بس اور کمزور قوموں کی آزادیاں سلب کرتے ہیں۔ اللہ کے بے گناہ بندوں کے خون بہاتے ہیں اپنی خواہش اقتدار کو پورا کرنے کے لئے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور آزاد انسانوں کو اس غلامی کا طوق پہناتے ہیں جو تمام اخلاقی مفاسد کی جڑ ہے۔ ان شیطانی کاموں کے ساتھ جب اکراہ فی الدین بھی شامل ہو جاتا ہے اور ان ظالم جماعتوں میں سے کوئی جماعت اپنی اغراض کے لئے مذہب کو استعمال کر کے بندگان اللہ کو مذہبی آزادی سے بھی محروم کر دیتی ہے اور دوسروں پر اس لئے ظلم و ستم توڑتی ہے کہ وہ اس کے مذہب کے بجائے اپنے مذہب کی پیروی کیوں کرتے ہیں تو یہ مصیبت اور بھی زیادہ شدید ہو جاتی ہے۔ (الجہاد فی الاسلام ص۲۹، ۳۵، ۳۶)

جنگ ایک اخلاقی فرض

ایسی حالت میں جنگ جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہو جاتی ہے۔ اس وقت انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہی ہوتی ہے کہ ان ظالموں کے خون سے زمین کو سرخ کر دیا جائے اور ان مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے شر سے اللہ کے مظلوم و بے بس بندوں کو نجات دلائی جائے جو شیطان کی امت بن کر اولادِ آدم پر اخلاقی، روحانی اور مادی تباہی کی مصیبت نازل کرتے ہیں۔ وہ لوگ دراصل انسان نہیں ہوتے کہ انسانی ہمدردی کے مستحق ہوں بلکہ انسان کے لباس میں شیطان اور انسانیت کے حقیقی دشمن ہوتے ہیں جن کے

ساتھ اصلی ہمدردی یہی ہے کہ ان کے شر کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جائے وہ اپنے کرتوتوں سے اپنے حقِ حیات کو خود کھودیتے ہیں۔ انہیں اور ان لوگوں کو جوان کے شر کو باقی رکھنے کے لئے ان کی مدد کریں دنیا میں زندہ رہنے کا حق باقی نہیں رہتا، وہ درحقیقت انسانیت کے جسم کا ایسا عضو ہوتے ہیں جس میں زہریلا اور فاسد مادہ بھر گیا ہو جس کے باقی رکھنے سے تمام جسم کے ہلاک ہوجانے کا اندیشہ ہو، اس لئے عقل و مصلحت اندیشی کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ اس فاسد و مفسد عضو کا کاٹ پھینکا جائے۔

یہی وجہ تھی کہ اسلام کی تلوار نے ان پردوں کو چاک کر دیا جو دلوں پر پڑے ہوئے تھے۔ اس فضا کو صاف کر دیا جس کے اندر کوئی اخلاقی تعلیم پنپ نہیں سکتی۔ ان حکومتوں کے تختے الٹ دیئے جو حق کی دشمن اور باطل کی پشت پناہ تھیں۔ ان بدکاریوں کا استحصال کر دیا جو دلوں کو نیکی و پرہیزگاری سے دور رکھتی ہیں۔ ان عادلانہ اخلاقی قوانین کو نافذ کیا جو آدمی کو حیوانیت کے درجہ سے نکال کر انسان بنا دیتے ہیں اور پھر اسلام کو عملی پیکر میں پیش کر کے دنیا پر ثابت کر دیا کہ انسان کی اخلاقی و مادی اور روحانی ترقی کے لئے اس سے بہتر کوئی اور دستورِ عمل نہیں ہوسکتا۔ کوئی شخص جو انسانی فطرت کا رمز شناس ہے اس حقیقت سے ناآشنا نہیں ہے کہ جماعتوں کی ذہنی و اخلاقی اصلاح کے سلسلے میں ایک وقت ایسا ضرور آتا ہے جب کہ قلب و روح کو خطاب کرنے سے پہلے جسم و جان کو خطاب کرنا پڑتا ہے۔"

(الجہاد فی الاسلام ص ۳۶، ۱۷۴، ۱۷۵)

تمہید قدرے طویل ہوگئی مگر اس کے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ آیئے اب اسلامی جنگوں کی تفصیلات پر ایک نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اسلام نے دس سال کی مدت میں کتنی انسانی جانوں کو تلف کیا ہے جس کا واویلا دشمنانِ اسلام مچا رہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے دور میں جو جہادی کارروائیاں ہوئیں ان کے بارے میں یہ بتانا ضروری ہے کہ جن جہادی معرکوں میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے۔ انہیں "غزوہ" سے

یاد کیا جاتا ہے اور جن میں آپ شریک نہیں ہو سکے وہ ''سریہ'' سے موسوم ہیں۔ آپ کی حیات مبارکہ میں کل ۸۲ (بیاسی) جنگیں ہوئیں۔ جن میں سے آپ صرف انیس جنگوں میں شریک ہوئے۔ اور یہی جنگیں غزوہ کہلائیں۔ باقی ترسٹھ چھوٹی موٹی جنگیں ایسی ہیں جن میں صحابۂ کرام تھوڑی یا زیادہ تعداد میں شریک ہوئے اور وہ ''سریہ'' کہلائیں۔

دس سال کی ان تمام ۸۲ (بیاسی) جنگوں میں (جن میں اکثر کو جنگ کہنا لفظ جنگ کا مذاق اڑانا ہے) فریقین کی کتنی جانوں کا نقصان ہوا؟ کتنے لوگ زخمی ہوئے؟ اور کتنی تعداد میں لوگ قیدی بنائے گئے؟ ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ کل ۱۰۱۸ (ایک ہزار اٹھارہ) آدمی قتل ہوئے، ۱۲۷ (ایک سو ستائیس) زخمی ہوئے اور ۶۵۶۴ (چھ ہزار پانچ سو چونسٹھ) افراد مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوئے، جن میں سے ۶۵۴۷ افراد پر نبی رحمت ﷺ نے اپنی رحمت خاص کا فیضان فرماتے ہوئے بغیر کسی شرط کے انہیں رہا فرما دیا۔ صرف دو اپنے سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کئے گئے۔ باقی پندرہ قیدیوں کے بارے میں کسی قسم کی معلومات حاصل نہیں ہو سکی ہیں۔ غالب گمان یہی ہے کہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہوں گے۔

> ''اعداد بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحشی عرب کو متمدن عرب اور ملحد و بت پرست عرب کو موحد و مسلم عرب بنانے، ڈکیتی و خونخواری کی وارداتوں کو روکنے، فرانس سے چند بڑے ملک میں امن عامہ کو قائم اور مستحکم بنانے، صدیوں اور نسلوں کی عداوت و مخاصمت کو مٹا کر اخوت و روحانیت کے قائم کرنے، استبدادیت کو فنا کر کے (حقیقی) جمہوریت (اسلامی شورائیت) کے استوار کرنے میں ۱۰۱۸ نفوس کی قربانیاں کی گئیں۔ اس کے مقابلے میں فرانس اور امریکہ کو جمہوریت کے قائم کرنے میں جس قدر قربانیاں کرنی پڑیں۔ انگلستان کو پارلیمنٹ کے لینے میں جتنے خون بہانے پڑے ان کا شمار کرو۔'' (رحمۃ للعالمین ج۲ ص۲۱۴)

یہ نہیں بلکہ جنگ عظیم (۱۹۱۴ـ۱۹۱۸) کے نقصانات کا اندازہ لگائیے کہ لاکھوں نفوس اور اربوں ڈالر و اشرفیوں کو خاک وخون میں ملا دیا گیا۔ ہزاروں جہاز نذر سمندر اور غرق آب ہو گئے۔ پوری دنیا کی تجارت مخدوش ہو کر رہ گئی۔ عیش وعشرت کے تمام سامان اور دل کشی کے بے شمار مناظر تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔ اور مقصد کیا؟ برطانیہ کے اعلان کے مطابق یہ تھا کہ چھوٹی سلطنتوں کی حفاظت اور آزادی کو برقرار رکھنا، افسوس اتنی بڑی تعداد میں انسانی جانوں کی قربانی جب کہ یہ جنگ نہ مذہبی تھی نہ دینی۔ معلوم نہیں یہ لوگ کس منہ سے اسلامی جہاد پر اعتراض کرتے ہیں۔

> ''اب آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ اس جنگ میں یورپ اور دیگر ممالک کے لوگ کتنی بڑی تعداد میں مارے گئے۔ مندرجہ ذیل اعداد و شمار ہم حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصوری رحمہ اللہ کی تصنیف رحمۃ للعالمین کی جلد دوم (ناشر غلام علی اینڈ سنز لاہور) کے صفحہ ۲۱۴ کے حاشیہ سے نقل کر رہے ہیں۔ اس کے لئے حضرت قاضی صاحب نے ۱۷/اپریل ۱۹۱۹ء کے اخبار ''ہمدم'' کا حوالہ دیا ہے۔

۱- روس سترہ لاکھ
۲- جرمنی سولہ لاکھ
۳- فرانس تیرہ لاکھ سترہ ہزار
۴- اٹلی چار لاکھ ساٹھ ہزار
۵- آسٹریلیا آٹھ لاکھ
۶- برطانیہ سات لاکھ
۷- ترکی دو لاکھ پچاس ہزار
۸- بلجیم ایک لاکھ دو ہزار
۹- بلغاریہ ایک لاکھ
۱۰- رومانیہ ایک لاکھ

۱۱- سرویا ایک لاکھ

۱۲- امریکہ پچاس ہزار[1]

پہلی جنگ عظیم کے علاوہ دوسری جنگ عظیم اور بیسویں صدی کی جو بھی جنگیں ہوئیں وہ یورپ، امریکہ اور روس کی ناعاقبت اندیشیوں کے سبب ہوئیں۔ بلکہ ہمیشہ آگ بھی انہوں نے ہی لگائی۔ ان جنگوں میں انسانی زندگی کے کس قدر ساز و سامان تلف ہوئے۔ ماحولیات پر کیا اثرات مرتب ہوئے یہ ایک الگ بحث ہے۔ کتنے لوگ مارے گئے ان کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں۔

۱-	بالشویک انقلاب	٦٦،٧ ملین
۲-	دوسری جنگ عظیم	۵۵،۰ ملین
۳-	چینی ثقافتی انقلاب	٦٦،۳ ملین
۴-	جنگِ کوریا	۲،۵ ملین
۵-	جنگِ ویتنام	۳،۰ ملین
٦-	جنگ کمبوڈیا	۳،۰ ملین
۷-	جنگ کونگو کاٹنگا	۱،۵ ملین
۸-	جنگ بیافرہ	۲،۰ ملین
۹-	جنگ آزادی جزائر	۱،۵ ملین
۱۰-	لبنان کی خانہ جنگی	دو لاکھ پچاس ہزار
۱۱-	عراق، ایران جنگ	۱،۰ ملین
۱۲-	افغانستان، روس جنگ	۷ لاکھ پچاس ہزار
۱۳-	روانڈہ برونڈی خانہ جنگی	۷ لاکھ پچاس ہزار
۱۴-	جنگ بوسینا ہزرے گوینا	۵ لاکھ

[1] رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۲۱۴، چہرۂ نبوت ص ۳۰۴، ۳۰۵، بین الاقوامی تعلقات ص ۱۱

۱۵- روس، چیچنیا جنگ ۲ لاکھ [1]
۱۶- افغانستان، امریکہ جنگ صحیح تعداد معلوم نہیں
۱۷- عراق، امریکہ جنگ // //
۱۸- ہندو پاک جنگ // //
۱۹- ہندو چین جنگ // //
۲۰- عرب، اسرائیل جنگ // //

یہ تو اہل دنیا کی لڑائیاں تھیں ان کا ذکر چھوڑو۔ مقدسین کی لڑائیاں لو، مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں۔ یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا ان کی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب پالوجی آف محمد اینڈ قرآن میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاک نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں عیسائیوں کی ہوئی تھی۔ اکیلی سلطنتِ اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا۔ جن میں سے بتیس ہزار آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔

خیال کرو سید محمد ﷺ کی کامیابی کا، جنہوں نے فریقین کی صرف ۱۰۱۸ قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی و اخلاقی و مادی و ملی فوائد حاصل کئے تھے جن کی بحیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔ [2]

اولئك آبائي فجئني بمثلهم اذا جمعتنا يا جرير المجامع

☆☆☆

---

[1] ذاکرۃ القرن العشرین ص ۹۸

[2] رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۲۱۴، ۲۱۵

● میں نے بطور مثال بیسویں صدی کی چند ہی جنگوں کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ اس صدی میں ۳۵۰ سے زائد جنگیں ہو چکی ہیں۔ بے شمار افراد لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔ یہ جنگیں دو ملکوں، عالمی، خانہ جنگی، عوامی انتفاضات (بیداری) فوجی انقلابات اور فکری تصفیات (حل مسائل) کی بنیاد پر ہوتی رہی ہیں۔

یورپ، امریکہ اور رواداری

پچھلے باب میں رواداری کے لغوی و اصطلاحی معنی، علماء کرام کے نزدیک اس کے صحیح استعمال کی کیفیت اور اسلام میں اس کی اہمیت پر تفصیلی گفتگو گزر چکی ہے۔

یہاں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ گلوبلائزیشن کے علم بردار امریکہ اور یورپ جمہوریت اور انسانی مساوات کے ساتھ ساتھ جو رواداری کی دہائی دیتے ہیں اس کی کتنی حقیقت ہے کیا اہل مغرب واقعی رواداری کے علم بردار ہیں؟ یا جس طرح دوسری چیزوں کے بارے میں ان کے تمام دعوے یکسر باطل ہیں اسی طرح رواداری میں بھی وہ جھوٹ کا پلندا ہیں۔

یہود و نصاریٰ اور ہنود کی تمام عادات و اطوار قبول کئے جاسکتے ہیں برداشت کئے جاسکتے ہیں، مگر مسلمانوں کی عادات واطوار کو دیکھ کر ان کی زندگی بھر کی رواداری اور وسیع القلبی کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ امریکی صدر اگر بائبل پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھائے تو روشن خیال اور روادار کہلائے اور مسلمان قرآن کی تلاوت کرے تو بنیاد پرست، رجعت پسند اور عدم روادار گردانا جائے۔ اگر ایک یہودی داڑھی رکھتا ہے تو وہ قابل نفرت نہیں لیکن اگر مسلمان داڑھی رکھتا ہے اور اپنی شریعت پر کاربند ہے تو باعث ننگ و عار ہے۔ ہنود اور نصاریٰ مندروں اور گرجا گھروں میں جا جا کر گھنٹیاں بجائیں اور اپنے اپنے طور طریق پر عبادت کریں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن مسلمان اگر مسجدوں میں جا کر اللہ کو یاد کریں تو عدم رواداری اور بنیاد پرست کہلائیں۔ نصاریٰ حضرت مریم کی ہر شبیہ میں ان کا سر ڈھکا ہوا دکھاتے ہیں لیکن اگر کوئی مسلمان لڑکی اپنے سر پر اسکارف لگا لیتی ہے تو فرانس جیسا شخصی آزادی کا دعوے دار اور انقلاب پسند ملک اپنے اسکول سے اس مسلمان بچی کا اخراج کر دیتا ہے۔ ہندوستان میں اگر کوئی مسلمان اپنے گھر میں اپنے دفاع کے لئے کوئی معمولی سا ہتھیار بھی رکھے تو پوٹا قانون

کے تحت مجرم گردانا جائے اور گرفتار کر لیا جائے لیکن اگر کوئی ہندو لیڈر یا ہندو مذہبی پیشوا ہندوؤں کے درمیان علی الاعلان ترشول تقسیم کرے، تلواریں بانٹے اور شب و روز مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتا رہے تو ملک کا وفادار اور امن پسند کہلائے۔

امریکہ جیسے جمہوری ملک میں مساجد پر دہشت گردانہ حملے ہوں، فحاشی کے مرکز کا نام "مکہ" رکھا جائے۔ ناروے میں اسلامی اسکول کے قیام کی درخواست مسترد کر دی جائے، برطانیہ میں مسلمانوں کی قبروں کے تقدس تک کو پامال کیا جائے، شراب کی بوتلوں کے ڈھکن، کوکا کولا کے کین اور جوتوں پر کلمۂ طیبہ لکھا جائے۔ سویڈن میں ختنہ کرنا جرم قرار دیا جائے، علی عزت بگوچ (سابق صدر بوسنیا) سید قطب، محمد قطب، احمد دیدات، ابو الحسن علی ندوی اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی کی کتابوں پر پابندیاں لگائی جائیں۔ لیکن دوسری طرف سلمان رشدی ملعون اور تسلیمہ نسرین ملعونہ کی کتابوں کو سرِ بازار فروخت کیا جائے اور ان کو داد و تحسین سے نوازا جائے۔ کیا اسی کا نام رواداری ہے؟

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

(اقبال)

یہی نہیں بلکہ امریکہ اور یورپ کی وہ تمام تنظیمیں جو اپنے آپ کو انسانیت کا خدمت گزار گردانتی ہیں اور پوری دنیا میں اپنی انسانیت نوازی اور رواداری کا ڈھنڈورا پیٹتی ہیں وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کرنے سے یکسر خالی نظر آتی ہیں۔

"جدید دور میں مغربی دنیا میں جو انسانیت کا تصور ہے اس کی رو سے مسلمان انسانوں کے زمرہ سے خارج ہیں، مراد ہوفمین جو ایک جرمن سفارت کار تھے اور جو دین مبین کی تعلیمات سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، انہوں نے اپنے ایک مضمون "دی یورپین مینٹلیٹی اینڈ اسلام" میں اس حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "گرین پیس" اور "ایمنسٹی انٹرنیشنل" جیسی

عالمی فلاحی تنظیمیں جو اہل مغرب کے زیر اثر ہیں وہ کسی ملک میں مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنے سے زیادہ وہیل مچھلیوں کی بقا اور چین سے سیاسی نظر بندوں کی رہائی میں دلچسپی رکھتی ہیں۔'' (رواداری اور مغرب ص ۲۰۰)

اہل مغرب کی رواداری کا تفصیلی جائزہ لینا طوالت کا باعث ہوگا اس لئے آیئے رواداری کے متعلق ہم اہل مغرب سے صرف چند سوالات کرتے ہیں کیا وہ ان کے صحیح جوابات دینے کے روادار ہوسکتے ہیں؟

۱۔ کیا آزادی فکر بھی رواداری کا حصہ نہیں؟ اگر ہے جیسا کہ آپ سمجھتے ہیں تو کیا یہ صرف آپ کا حق ہے؟ وہی سلمان رشدی جس کی آپ نے آزادی فکر کو بنیاد بنا کر حمایت کی، اسی سلمان رشدی کے خلاف جب ہم نے اس آزادی فکر کے حق کو استعمال کرتے ہوئے قتل کا فتویٰ دیا، تو آپ نے برا منایا۔ آخر کیوں؟ اور جب ۱۹۹۲ء میں مصر میں عدالت کے استفسار پر شیخ محمد الغزالی نے مرتد کے قتل کا فتویٰ دیا تو آپ نے اسے بھی آزادی فکر کے خلاف قرار دیا۔ کیا آزادی فکر کا وہی مطلب درست ہے جسے آپ درست کہیں؟ اور کیا آپ اتنی بھی رواداری کے قائل نہیں کہ آزادی فکر کے اس حق کو ہم بھی استعمال کرسکیں؟

۲۔ کیا کسی قوم، ملک اور معاشرے کے مجرموں کو پناہ دینا اور انہیں اعزازات سے نوازنا بھی رواداری ہے؟ اگر نہیں تو پھر آپ نے ہمارے مجرموں سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کو کس لئے پناہ دے رکھی ہے؟ کلنٹن نے رشدی سے ملاقات کر کے آخر اسے کس بات کی شاباشی دی ہے؟

۳۔ آپ پوری دنیا میں جمہوریت کے علم بردار بنتے ہیں مگر جب الجزائر میں آپ کے مسلمہ جمہوری عمل کے تحت ایک اسلام پسند جماعت کامیاب ہوجاتی ہے تو آپ نہ صرف مارشل لاء لگواتے ہیں بلکہ اپنے منظور نظر فوجی

حکمرانوں سے تیس ہزار مسلمان بھی قتل کروا دیتے ہیں اور وہاں آپ کی اس منظور شدہ فوج نے محض اپنا جمہوری حق مانگنے پر عوام کے ناخن بھی اکھاڑے، چہرے بھی جھلسائے، دانت بھی توڑے، جسم پر بجلی کے جھٹکے بھی لگائے، جوانوں کے سامنے ان کی بیویوں اور ماؤں کی عزتیں بھی تار تار کیں مگر آپ خاموش رہے، کیا یہ بھی رواداری ہے؟

۴- آپ اپنے ملک میں جو چاہیں قانون نافذ کریں۔ بے شک اسلامی تنظیموں کو چندہ جمع کرنے کی بھی ممانعت کر دیں۔ ہم خاموش رہتے ہیں کہ یہ آپ کا اندرونی معاملہ ہے اور ہم رواداری کے قائل ہیں مگر ہم اگر توہین رسالت پر موت کا قانون بنا دیں تو آپ شور مچاتے ہیں، سوڈان اگر اپنے ملک میں اسلامی قوانین کا نفاذ کرتا ہے تو آپ اس کا بائیکاٹ کرتے ہیں، کیا یہ بھی رواداری ہے؟

۵- نکسن کے مشیر خارجہ رابرٹ کرین نے جب اسلام قبول کیا تو سزا کے طور پر انہیں روس میں سفیر بنا کر بھیج دیا گیا۔ محمد علی کلے نے جب اسلام قبول کیا تو اسے زبردستی فوج میں بھرتی کا حکم دے ڈالا۔ جب اس نے اسے تسلیم نہ کیا تو اسے بلاوجہ باکسنگ کے عالمی ہیوی ویٹ چمپئن کے اعزاز سے نہ صرف محروم کر ڈالا بلکہ اسے مقدمات میں بھی مبتلا کر دیا۔ مشہور گلوکار کیٹ سیٹونز نے جب اسلام قبول کیا تو اس کے گانوں کے ریکارڈ جلا ڈالے، کیا یہ بھی رواداری ہے؟

۶- سلمان رشدی کے جواب میں برطانیہ کے ڈاکٹر بشیر اختر نے کتاب لکھی۔ مگر کوئی برطانوی پبلشر اسے شائع کرنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ بلکہ ڈاکٹر بشیر کو کتاب لکھنے پر اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ وہ برطانیہ چھوڑنے پر مجبور

ہو گئے۔ گویا کہ اسلام کے خلاف بولنے، لکھنے کی پوری آزادی اور اسلام کے حق میں لکھنے پر پابندی، کیا یہ بھی رواداری ہے؟

۷- اسرائیل نے شہر صفد (SAFAD) کی چودہ مساجد پر قبضہ کر رکھا ہے۔ کچھ کو شہید کر دیا ہے، کچھ کو عجائب گھروں اور دکانوں میں تبدیل کر دیا ہے اور ایک مسجد میں تو اسرائیلی اداکاروں نے عریاں فلم کی عکس بندی کی ہے جن میں چند اداکارائیں بالکل ننگی تھیں مگر آپ خاموش رہے، کیا یہ بھی رواداری ہے؟ اگر کسی اسلامی ملک میں قائم چرچ میں یہی کارروائی ہوتی تو......؟

۸- اسرائیل کے حق میں امریکہ نے آج تک ۷۲ دفعہ ویٹو کا استعمال کیا ہے مگر مسلمانوں کے لئے کتنی دفعہ......کیا اسی کا نام رواداری ہے؟

۹- ترکی کے جس شخص نے سلمان رشدی کی کتاب کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا اسے ایمنسٹی انٹرنیشنل نے امن وسلامتی کے ایوارڈ کے لئے منتخب کیا۔ گو اس ادارے نے ایک ارب مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا اور آپ نے کوئی احتجاج نہیں کیا، کیا ایمنسٹی انٹرنیشنل کا یہ رویہ اور آپ کی یہ خاموشی بھی رواداری ہے؟

۱۰- اسرائیلی وزیر اعظم مناہم بیگن جسے عالم اسلام نے مسلم دشمنی کی وجہ سے "یہودیوں کا قصاب" کا خطاب دیا تھا اور جس نے صبرا اور شتیلہ کے مہاجر کیمپوں میں سیکڑوں فلسطینیوں کو خاک وخون میں تڑپایا تھا اسے آپ نے امن کا نوبل انعام دیا، کیا یہ بھی رواداری ہے؟

۱۱- ناروے جہاں ۴۰ ہزار کے قریب مسلمان آباد ہیں وہاں مسلم پرائیویٹ اسکول قائم کرنے کی درخواست کو دو سال غور وفکر کرنے کے بعد حکومت نے مسترد کر دیا۔ حالانکہ اسی ناروے میں ۸۰ سے زائد عیسائی پرائیویٹ

اسکول قائم ہیں اور پاکستان جیسے اسلامی ملک میں سیکڑوں عیسائی اسکول قائم ہیں آپ ایک اسلامی اسکول کی بھی اجازت نہ دے سکے، کیا یہ بھی رواداری ہے؟

۱۲- حکومت امریکہ نے ایران کے خلاف دہشت گردی کے لئے علی الاعلان اپنے بجٹ میں بیس ملین ڈالر کی رقم مختص کردی، مگر ڈھنڈورا پھر بھی رواداری اور امن وسلامتی کا......؟

۱۳- امریکہ جب چاہے عراق، افغانستان، پانامہ او ہیٹی کو تباہ کردے، اسرائیل جب چاہے لبنان پر بم گرائے۔ تونس تک پہنچ کر پی ایل او کے ہیڈ کوارٹر کو برباد کردے۔ عراق کے نیوکلیر کو تباہ کردے۔ امریکہ کمبوڈیا کے چھوٹے سے علاقے پر جنگِ عظیم کی طرح بمباری کرائے، طرابلس اور بن غازی کے شہری علاقوں اور کرنل قذافی کے گھر کو نشانہ بنائے۔ لیبیا پر اقتصادی پابندیاں لگائے (اب پابندیاں ختم ہوچکی ہیں) حتی کہ لیبیا کے حاجیوں کو بھی حج پر نہ جانے دے اور ہاں جب آپ چاہیں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے حکومتوں کا تختہ الٹیں۔ سربراہان ممالک کو قتل کروائیں یا لیڈروں پر قاتلانہ حملے کروائیں، جیسے سی آئی اے نے ایران کے ڈاکٹر مصدق کا تختہ الٹا۔ چلی کے وزیراعظم ایلی انسڈے، کیوبا کے کاسترو، لیبیا کے قذافی پر قاتلانہ حملے کروائے۔ حزب اللہ کے سربراہ شیخ فضل اللہ کے قتل کے منصوبے، حزب اللہ کے رہنما موسوی کا قتل، ایرانی صدر بہشتی، وزیراعظم، بہار اور کابینہ سمیت ۷۲ افراد کا قتل۔ سعودی عرب کے شاہ فیصل، پاکستان کے ضیاء الحق کا قتل ایرانی مسافر بردار طیارے پر میزائیل کا حملہ اور ۲۹۰ مسافروں کو ہلاک کرنے کے بعد بھی دعویٰ رواداری کا......؟

۱۴- فلپائین کے صدر فیڈل راموس نے کہا کہ وہ ۲۰۰۰ تک منڈانا ؤ صوبہ کو مسلمانوں سے ''پاک'' کردیں گے۔ کیا یہ بھی رواداری ہے؟ اگر ایسا ہی عزم کسی مسلمان ملک نے ظاہر کیا ہوتا تو......؟

۱۵- جرمن ٹی وی پر ''اسلام کی تلوار'' کے نام سے ایک سیریز چل رہی تھی جس کا بنیادی موضوع یہ تھا کہ ''اسلام امن عالم کے لئے خطرہ ہے'' کیا ہم بھی پروپیگنڈہ شروع کریں کہ عیسائیت، یہودیت امنِ عالم کے لئے خطرہ ہیں؟ مگر نہیں حقیقی رواداری تو اس کی اجازت نہیں دیتی۔

۱۶- آپ کے اپنے اخبار گارڈین کی رپورٹ کے مطابق برطانیہ نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالوانے کے لئے ایک خفیہ یونیورسٹی بنا رکھی ہے جہاں اسی مقصد کے لئے پادریوں کو تربیت دی جاتی ہے۔ کیا یہ بھی رواداری ہے؟

۱۷- عراق میں دواؤں کی شدید قلت کے سبب بارہ برس کی پابندیوں کے دوران ۱۵ لاکھ مریض لقمۂ اجل بن چکے ہیں، کیا یہ بھی رواداری ہے؟

۱۸- آپ جب اپنے مجرموں کو ہم سے طلب کریں تو ہم آپ کے حوالے کردیں۔ یوسف رمزی اور ایمل کانسی کو آپ کے حوالے کردیا گیا، آپ ہمارے مجرموں سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کو کیوں حوالے نہیں کرتے، کیا رواداری کا درس صرف کمزوروں کے لئے ہوتا ہے؟

۱۹- کراچی میں دو امریکی سفارت کار مارے جائیں تو پورے مغرب میں ہلچل مچ جاتی ہے اور یورپی پریس بغیر کسی ثبوت کے ایسی سرخیاں جمانے سے بھی گریز نہیں کرتا کہ ''اسلامی تشدد نے دو جانیں لے لیں'' لیکن یورپ کے طول وعرض میں بلکہ دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف جو تشدد بھری کاروائیاں ہورہی ہیں وہ شاید عین رواداری ہیں؟ (رواداری اور مغرب ص ۵۵۹، ۵۶۵)

یورپی اور امریکی رواداری کے تعلق سے ابھی بہت ساری باتیں تشنہ ہیں اور بہت سارے سوالات اٹھائے جا سکتے ہیں۔ مگر افسوس کتاب کی تنگ دامنی شاکی ہے۔ ع

برا نہ مان ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی، خرد کی معموری
(اقبال)

☆☆☆

تخفیف اسلحہ اور رواداری

گلوبلائزیشن کے علم برداروں کا ایک شور اور ڈھکوسلا تخفیف اسلحہ بھی ہے۔ امریکہ اور یورپ تخفیف اسلحہ کی بات کرتے وقت اپنی جملہ رواداریوں سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ خود جس قدر چاہیں ہتھیار تیار کریں۔ مگر دوسروں کو ہتھیار بنانے کی اجازت نہیں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تخفیف اسلحہ اور سی ٹی بی ٹی (C. T. B. T) Comprehensive Test Ban Treaty کے معاہدہ پر تمام ممالک دستخط کر دیں، تا کہ جس طرح وہ پوری دنیا کے سرمایہ دار بنے بیٹھے ہیں اسی طرح پوری دنیا کے اجارہ دار بھی بن بیٹھیں اور پوری دنیا ان کی غلامی کا طوق پہن لے۔ یہی ایک بات ہے جو ان کے نفاق اور غدر کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

تخفیف اسلحہ کی تاریخ بہت قدیم نہیں ہے بلکہ پہلی جنگ عظیم کی دین ہے۔ پہلی جنگ عظیم میں جب بھاری بھرکم اسلحوں کا استعمال ہوا تو پوری دنیا اور خاص کر یورپ میں تباہی اور بربادی مچی کہ دنیا کی تاریخ میں ایسی مثال تلاش کرنا کار عبث ہے۔ امریکہ اور یورپ جب اس جنگ میں تھک کر چور ہو گئے تو قدرے اطمینان کی سانس لینے کے لئے تخفیف اسلحہ کا شوشا چھوڑا اور جنگ عظیم اول و دوم کے بعد ان کے اعمال و کردار سے یہ بات ثابت بھی ہو گئی کہ تخفیف اسلحہ کے سلسلہ میں ان کی نیتوں میں فتور تھا۔ اس لئے کہ آج جو کیمیاوی و جراثیمی ہتھیار، زہریلی گیس، ایٹم بم، ہائیڈروجن بم، کلسٹر بم وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم تک نہیں پائے جاتے تھے۔ یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کی نیت صاف نہ تھی۔ ان کے دل و دماغ میں کچھ تحفظات تھے اور ان کو تخفیف اسلحہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

بہر حال امریکہ نے اس کے لئے سب سے پہلے کوشش کی مگر اس کوشش کے پیچھے اور ہی مقاصد پوشیدہ تھے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ دونوں عالمی جنگوں کے بعد جو کانفرنسیں اور معاہدے ہوئے، ان کی قدرے تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے۔

(۱) واشنگٹن کانفرنس	دسمبر ۱۹۲۱ء
(۲) جنیوا کانفرنس	جون ۱۹۲۷ء
(۳) لندن کانفرنس	اپریل ۱۹۳۰ء
(۴) تخفیف اسلحہ کی عالمی کانفرنس	فروری ۱۹۳۲ء
(۵) چار طاقتی معاہدہ	جون ۱۹۳۲ء

ان کانفرنسوں سے قبل بھی تخفیف اسلحہ کے سلسلے میں کوششیں ہوتی رہیں اور لیگ آف نیشنز نے بھی کوشش کی۔ مگر ان کے نتائج صفر میں تھے۔ اس لئے میں ان کے ذکر سے گریز کرتا ہوں، ان کانفرنسوں کے علاوہ جو معاہدے ہوئے ان کی قدرے تفصیل یوں ہے۔

۱۔ معاہدہ انٹارٹک ۱۹۵۹ء

اس معاہدہ کی رو سے قطب جنوبی کو اسلحہ سے پاک علاقہ قرار دیا گیا، عملاً اس معاہدے کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ اس معاہدہ کا تعلق روایتی اور غیر ایٹمی اسلحہ سے تھا۔

۲۔ جزوی تجربہ کی ممانعت کا معاہدہ ۱۹۶۳ء

اس معاہدہ کی رو سے فضا و بیرونی خلا اور سمندر میں ایٹمی اسلحے کی تجربات پر پابندی لگا دی گئی۔

۳۔ معاہدہ فضائے بسیط ۱۹۶۷ء

اس معاہدہ کی رو سے فضائے بسیط میں ایٹمی اسلحہ کے استعمال اور آزمائش پر پابندیاں لگا دی گئی۔

۴- معاہدہ ٹولی ٹولولکو ۱۹۶۷ء

اس معاہدہ کی رو سے امریکہ کو ایٹمی اسلحہ سے پاک علاقہ قرار دیا گیا۔

۵- معاہدہ عدم افزائش

اس معاہدہ پر ۱۹۶۸ء میں ایٹمی طاقتوں، امریکہ، روس اور برطانیہ نے دستخط کئے۔ ۱۹۷۰ء میں اس معاہدہ کی توثیق ہوئی۔ چین، ہندوستان اور پاکستان سمیت دنیا کے کئی ممالک نے ابھی تک اس معاہدے کی رکنیت قبول نہیں کی۔ موقف یہ ہے کہ اس معاہدہ میں صرف بڑی طاقتوں کی جوہری قوت اور صلاحیت کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے جبکہ چھوٹی اور غیر جوہری قوتوں کے خلاف امتیاز برتا گیا۔ ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ اس معاہدہ پر دستخط ہونے کے بعد اب تک خود ان طاقتوں کی جوہری قوتوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے اور مستقل ہو رہا ہے اور عملاً اس کا مقصد یہ رہ گیا ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے جائز مقاصد کے لئے بھی ایٹمی توانائی حاصل نہ کرسکیں۔ شام، ایران، لیبیا اور شمالی کوریا اس کی تازہ مثالیں ہیں۔

۶- معاہدہ فرش سمندر ۱۹۷۱ء

اس معاہدہ کی رو سے ایٹمی ہتھیاروں اور عالمگیر تباہی کے دیگر اسلحے کا سمندر کی سطح پر یا زیر آب استعمال پر پابندی لگا دی ہے۔

۷- معاہدہ زہریلی گیس ۱۹۷۵ء

اس معاہدے تحت جراثیمی ہتھیاروں کی ترقی ساخت اور ذخیرہ اندوزی کی ممانعت کردی گئی۔ اس کی ابتدائی بات چیت ۱۹۷۱ء میں شروع ہوئی اور ۱۹۷۵ء کو یہ معاہدہ عملاً نافذ العمل ہوا۔ یہ پہلا معاہدہ تھا جس میں عالمگیر تباہی کے موجودہ ہتھیاروں کے استحصال

کا اہتمام کیا گیا۔[1]

۸- معاہدہ تحفظ قدرتی ماحول ۱۹۷۸ء

یہ معاہدہ ماحول کی فلاح و بہبود کے سلسلے میں ماحول کے تغیر میں فوجی یا کوئی دوسرا معاندانہ طریقہ اختیار کرنے کی ممانعت کے بارے میں ہے۔[2]

۹- مذاکرات سالٹ اول ۱۹۷۲ء

۱۰- مذاکرات سالٹ دوم ۱۹۷۹ء

۱۱- تخفیف اسلحہ کے جنیوا مذاکرات ستمبر ۱۹۷۴ء

۱۲- تخفیف اسلحہ کے جنیوا مذاکرات جنوری ۱۹۸۵ء

۱۳- تخفیف اسلحہ کے جنیوا مذاکرات نومبر ۱۹۸۵ء

۱۴- ایٹمی میزائلوں کے خاتمہ کا معاہدہ دسمبر ۱۹۸۷ء[3]

اس قسم کے معاہدے اور مذاکرات امریکہ، روس اور یورپ کے درمیان ہوتے رہے۔ ان کی تفصیل میں جانا طوالت کا باعث ہوگا۔ اس لئے صرف اشاروں پر اکتفا کیا

[1] یہ معاہدہ ہونے کے باوجود امریکہ نے اسی کی دہائی میں عراق کو زہریلی گیس اور جراثیمی ہتھیار سپلائی کیا۔ تا کہ عراق کردوں اور ایرانیوں کے خلاف استعمال کر کے امریکہ کے دل کو ٹھنڈک پہنچائے امریکیوں کو اپنے مقصد کے حصول میں کوئی سا معاہدہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس کی تازہ ترین مثال ''اقوام متحدہ'' کی اجازت کے بغیر عراق پر جنگ کو مسلط کرنا ہے۔

[2] امریکہ اور یورپ نے حالیہ دونوں جنگوں میں عراق اور افغانستان میں جو بھی ہتھیار استعمال کئے ہیں کیا وہ اس معاہدہ کی رو سے ممنوع نہ تھے؟

[3] بین الاقوامی تعلقات ص ۲۸۳ ایضاً ۵۷۰، ۵۸۰ ایضاً بین الاقوامی تعلقات دو عالمگیر جنگوں کے مابین ص ۳۳، ۳۸

گیا ہے۔ ان معاہدوں اور مذاکرات کے باوصف امریکہ اور یورپ کی فوجی قوتوں میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا رہا ہے۔ اب ان کو یہاں نہ تو ایفائے عہد و پیمان نظر آتا ہے اور نہ ہی انسانی مساوات نظر آتی ہے جس کی زندگی بھر وہ دہائی دیتے نظر آتے ہیں اور ان کی رواداری بھی زمین میں دفن ہو کر رہ گئی جس کے متعلق وہ بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔ خود جس قدر اور جتنا خطرناک ہتھیار چاہیں تیار کریں گے مگر ان کی رواداری کا تقاضا ہے کہ دوسری قومیں ہاتھ پاؤں توڑ کر خاموش بیٹھی رہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے الفاظ میں:

''آج سلطنتوں کے درمیان جنگی طاقت بڑھانے کے لئے اس قدر تیزی کے ساتھ مقابلہ جاری ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ آج مغربی دنیا جنگ و پیکار کے لئے اتنی تیار ہے کہ ۱۹۱۴ء میں بھی نہ تھی۔ آج مغربی تہذیب نے فوجوں کی کثرت، مہلک آلات جنگ کی ترقی، دیوہیکل جنگی جہازوں کی صنعت، تباہ کن ہوائی جہازوں کی ساخت، زہریلی گیسوں اور غارت گر سامانِ جنگ کی تیاری سے انسانیت کو ہلاک و برباد کرنے کے لئے وہ سامان فراہم کیا ہے جس کی نظیر سے پوری تاریخ عالم خالی ہے۔ ان حقائق کو دیکھ کر کون ہے جو امن پسندی کی بناوٹی باتوں اور صلح کوشی کی نمائشی کانفرنسوں سے دھوکہ کھائے گا۔''

(الجہاد فی الاسلام ص ۴۹۹)

شاعر مشرق علامہ اقبال نے سچ کہا تھا۔

باطل کے فال وفر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ، یورپ سے درگزر؟

طاقت کے عدم توازن نے امریکہ کو ہٹ دھرم بنادیا

تخفیف اسلحہ اور سی ٹی بی ٹی جیسے مکروفریب سے بھرپور معاہدوں کی بنیاد پر امریکہ اور یورپ نے پوری دنیا کو یرغمال اور غلام بنانے کی کوششیں کیں۔ اور اس میں وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔ وہ ان معاہدوں کے خالق ہیں اسی لئے وہ اسلحوں کے حدود وقیود سے بالاتر ہیں۔ ان پر کوئی پابندی نہیں ہوگی، اور وہ جس پر جب چاہیں گے، پابندیاں عائد کردیں گے۔ اسی عدم مساوات اور یک طرفہ اصول اور قانون کی وجہ سے پوری دنیا انتشار اور خلفشار کا شکار ہے۔ ہر جگہ کا امن وامان تہہ وبالا ہوکر رہ گیا ہے۔ جہاں بھی عدل ومساوات مفقود ہوں گے وہاں ظلم وتعدی عام ہوں گے۔ جہاں قوانین گورے اور کالے مغرب اور مشرق کے امتیازات کے ساتھ بنائے جائیں گے وہاں ظلم وعدوان کا پایا جانا ایک فطری امر ہے۔

نئے عالمی نظام (گلوبلائزیشن) کے قوانین وضع کرتے وقت ان کے بنانے والوں کی آنکھیں بینائی سے خالی اور دماغ قوتِ تفکر وتدبر سے عاری نظر آتے ہیں۔ انہوں نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں کہ مشرق میں بھی انسان بستے ہیں اور ان کے بھی کچھ حقوق ہیں؟ اور تو اور اس میں کچھ اپنوں کا بھی قصور نظر آتا ہے۔ جو ان قوانین اور معاہدوں پر بڑے کروفر سے دستخط کرتے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنی فانی سلطنت اور حکومت کو بچانے کی خاطر اسلام اور مسلمانوں کو گرور کھ دیا۔ ورنہ وہ دستخط کرتے وقت یہ کہتے کہ آپ کے قوانین میں انسانیت، عدل وانصاف اور مساوات کا قتل ہورہا ہے۔ اس کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ اس لئے ہم اس پر دستخط نہیں کرسکتے ہیں مگر......

مگر یہ راز آخر کھل گیا سارے زمانے پر
حمیت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے
(اقبال)

آج امریکہ پوری دنیا پر اپنی چودھراہٹ اور دادا گیری آخر کس بنیاد پر قائم کر رہا ہے؟ یہی اسلحہ کی دوڑ ہے، اسلحہ میں حیران کن ترقی ہے۔ اگر دنیا کے تمام ممالک کو اسلحہ ساز فیکٹریاں قائم کرنے کی اجازت ہوتی اور وہ ہر قسم کے اسلحے تیار کرتے اور طاقت کا توازن ہر جگہ برقرار رہتا، تو نہ کوئی کسی پر ظلم کرتا، نہ کسی پر کوئی پابندیاں عائد کرتا۔ اور نہ کسی کو غلام بنانے کی کوئی دوسرا کوشش کرتا۔ آج طاقت کے عدم توازن نے ہی امریکہ کو اس قدر نڈر، بے خوف اور ہٹ دھرم بنا دیا ہے کہ مسلمان ممالک اور مسلمان عوام اس کو ہر جگہ دہشت گرد نظر آتے ہیں۔ اس کو اسرائیل کی دہشت گردی نظر نہیں آتی ہے۔ اس کو اسرائیل کا دفاعی حق قرار دیتا ہے۔ کیا کوئی امریکہ سے پوچھ سکتا ہے کہ فلسطینیوں کے لئے بھی دفاعی حق ہے یا نہیں؟؟ اور کیا امریکہ کو خود افغانستان اور عراق میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اپنی دہشت گردی نظر نہیں آتی ہے۔

وہ (امریکہ) جو کچھ کرے بجا ہے اور دوسرے جو کچھ بھی کریں دہشت گردی ہے اس کی اصل وجہ طاقت کا عدمِ توازن ہے۔ اگر مسلمان حکام دفاعی امور کی طرف توجہ دیتے تو آج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ بعض اسلامی ممالک کو آزادی حاصل کئے ایک صدی گزر گئی ہے اور اپنی آزادی کا صد سالہ جشن بھی بڑے کروفر اور دھوم سے مناتے ہیں، اس پر کروڑہا ڈالر خرچ کرتے ہیں۔ رہنے کے لئے عشرت کدے اور شباب و کباب کے لئے مے کدے تعمیر کرتے ہیں۔ مگر کیا اسلام کے دفاع کے لئے کوئی اسلحہ ساز فیکٹری بھی بنائی گئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں اسلامی ملک نے اسلام کے لئے یہ کیا وہ کیا۔ اتنی کتابیں چھاپ دیا، قرآن و حدیث کے ملین نسخے طبع کروا کر پوری دنیا میں تقسیم کیا۔ مساجد و مدارس اور

دارالایتام کا ایک جال بچھا دیا ہے۔ (اللہ ان کو اس کا بہترین بدلہ دے۔ آمین) لیکن میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس سے اسلام کی شوکت اور دبدبہ میں کوئی اضافہ ہوا؟ اسلام سربلند ہوکر چلنے لگا؟ مسلمانوں کی عزت میں کوئی زیادتی ہوئی؟ جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔

اسلام کو طاقت، شوکت، رعب اور دبدبہ چاہئے تاکہ کوئی اسلام کی طرف ترچھی نظر اٹھا کر دیکھ نہ سکے۔ اسلام کو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے جذبۂ صادق، قوت ایمانی، حسن سیرت، بلندی کردار اور جرأت وگفتار کی ضرورت ہے۔ تاکہ اسلام کی قوت وشوکت میں اضافہ ہوسکے۔ مسلمانوں کو کفار کی دریوزہ گری کرنے، ان کے سامنے کشکول گدائی پھیلانے، ذلت کی ٹھوکر کھانے اور ان کے رحم وکرم پر زندگی گزارنے سے نجات دلائی جاسکے۔

مسلمانو! کبھی سوچا ہے اپنی تیرہ بختی پر
کہ تم نے شیشۂ اسلاف امت توڑ ڈالا ہے
(شورش)

آیئے آج ہی عہد وپیمان کریں کہ اب ہم انابت الی اللہ، رجوع الی اللہ، اور خشیت الٰہی کے ساتھ ساتھ اللہ کے اس فرمان پر صدق دل وجان کے ساتھ عمل پیرا ہوں گے۔

﴿وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُونَ﴾ (الانفال:۸/۶۰)

''تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو، اور ان کے سوا اوروں کو بھی، جنھیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں خوب جان رہا ہے، جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں صرف کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا''۔

اسلام میں کوئی تخفیف اسلحہ اور سی ٹی بی ٹی کا کوئی قانون نہیں ہے۔ ہر ایک کو اختیار

ہے جس قدر چاہے اسلحہ تیار کرے۔لیکن امریکہ اور روس کی طرح جارحیت کے لئے نہیں، ظلم وعدوان کے لئے نہیں، غریبوں کے حقوق ہڑپ کر لینے کے لئے نہیں، بلکہ غریبوں کو انصاف دلانے کے لئے، دنیا میں امن وامان قائم کرنے کے لئے، ظلم وعدوان کا خاتمہ کرنے کے لئے، اپنی حفاظت اور اپنا دفاع کرنے کے لئے، اسلام ہتھیار تیار کرنے پر زور دیتا ہے۔"**واعدو الهم ما استطعتم من قوة**" جنگی ہتھیاروں کو تیار کرو، یعنی میزائل، ٹینک، بم، جنگی جہاز اور بحری جنگ کے لئے آبدوزیں بناؤ اور اس کے بعد امریکہ اور یورپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرو اور کہو کہ اگر تم صلح وامن اور شانتی کے علم بردار ہو تو آؤ ہم تم سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ ﴿وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (الانفال:۸/۶۱)

''اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا اور اللہ پر بھروسہ رکھ۔ یقیناً وہ بہت سننے جاننے والا ہے''۔

اور اس کے بعد صاف صاف کہہ دو کہ اگر تمہارے دلوں میں فتور ہے، تمہیں اپنے اقتصاد، مال ودولت اور فوجی ساز وسامان پر ناز وغرور ہے تو یاد رکھو کہ ہم ہی وہ ہیں جنہوں نے آتش کدۂ ایران کو ٹھنڈا کیا تھا اور قیصر وکسریٰ کے تاج کو ٹھوکروں سے اڑا دیا تھا۔ ع

ہمیں سب کچھ یاد ہے تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

☆☆☆

باب نہم

دہشت گردی کا خاتمہ

امریکہ جب کسی ملک پر پابندی عائد کرتا ہے تو دوسرے اسباب کے علاوہ ایک سبب دہشت گردی کا خاتمہ بھی بیان کرتا ہے کہ فلاں ملک دہشت گرد ہے یا اس ملک میں دہشت گرد تنظیمیں اور افراد پائے جاتے ہیں۔ [1] اس لئے اس ملک پر اقتصادی پابندیاں عائد کرنا ضروری ہے۔

چنانچہ دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے ۱۴ قوانین وضع کئے گئے ہیں اور چند ممالک اس کا نشانہ بنے ہیں مثلاً کوبا، ایران، عراق، [2] لیبیا، نیکاراگوا، سوڈان اور سوریا وغیرہ وغیرہ۔ (عولمۃ ام امرکۃ ص ۸۸)

دہشت گردی کے معنیٰ ومفہوم

دہشت گردی کا انگریزی مترادف TERRORISM, TERROR لاطینی لفظ TERROR سے ماخوذ ہے۔ جس کا مطلب دہشت زدہ کرنا ہے۔ TERROR خوف و ہراس پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔ TERRORISM ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ لغت کی کتابوں میں اس کے معنیٰ کا تعین نہیں کیا گیا ہے البتہ اس کی جو وضاحتیں کی گئی ہیں ان میں یہ دو وضاحتیں زیادہ اہم ہیں۔ پہلی دہشت زدہ کرنا، سیاسی حربے اور پالیسی کے طور پر کسی گروہ کو مغلوب کرنے کے لئے دھمکانا اور دوسری پرامن لوگوں کے خلاف سیاسی مقاصد کے لئے تشدد اختیار کرنا۔ لغت میں TERROR کے معنیٰ تو ملتے ہیں لیکن TERRORISM

---

[1] امریکہ میں کس قدر دہشت گرد تنظیمیں پائی جاتی ہیں آئندہ صفحات میں آئے گا۔ ان شاء اللہ
[2] اب عراق پر کوئی پابندی نہیں ہے اس لئے کہ جنگ کے بعد عراق پر مکمل کنٹرول امریکہ کا ہی ہے۔

کے معنی ملنا مشکل ہے۔ اس مرکب کا اولین استعمال انقلاب فرانس کے دوران ایک دوسرے کو مطعون کرنے کے لئے ہوا تھا گویا اس کا پہلا استعمال دشنام کے طور پر ہوا تھا اور دشنام کا لغوی معنی تلاش کرنا کارعبث ہوتا ہے۔

اقوام متحدہ نے اپنے اجلاس مورخہ ۱۸/ دسمبر ۱۹۷۲ء سے مورخہ ۷/ دسمبر ۱۹۸۷ء تک پندرہ سال دہشت پسندی کی تعریف وتشریح میں گزارے مگر آج تک ع

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنیٰ نہ ہوا

درحقیقت دہشت گردی کسی مقتدر طاقت سے ایسی کشمکش کا نام ہے جو گوریلا جنگ، روایتی جنگ اور انقلابی جنگ سے مختلف ہے۔ دہشت گردی میں سارے افعال مجرمانہ نوعیت کے ہوتے ہیں۔ ان میں تشدد اور تشدد کی دھمکی کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ دہشت گردی اچانک پرتشدد حملے کا نام ہے۔ اس کے واضح قومی و بین الاقوامی نتائج و مقاصد ہوتے ہیں۔ دہشت گردی کبھی محدود انفرادی مقاصد کے لئے کی جاتی ہے اور کبھی کچھ مخصوص اصولوں اور نظریات کو تقویت پہنچانے کے لئے، کبھی عوام کے ضمیر کو کچھ خاص مقاصد کے لئے بیدار کرنا اور دولت واقتدار کے سرچشموں پر قابض لوگوں کو ہراساں کرنا اس کا مقصود ہوتا ہے۔ دہشت گردی کے اسباب میں سیاسی نظریات وقوم پرستانہ عزائم بھی شامل ہیں اور نسل پرستی اور دوسرے تجربات کے جذبات بھی۔ [1]

امریکہ اور دہشت گردی

امریکہ دنیا بھر کے ممالک میں سے جس ملک کو چاہتا ہے دہشت گرد قرار دے دیتا ہے اور اس کے خلاف جو بھی کارروائی چاہتا ہے کر بیٹھتا ہے۔ آیئے اب اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ امریکہ دہشت گرد ملک ہے یا امن پسند؟ اور اس کے ہاں دہشت گردی کے

[1] دہشت گردی اور اسلامی تعلیمات ص ۸ ایضاً دہشت پسندی اور اسلام ص ۴ ایضاً اسلام اور دہشت گردی ص ۵ ایضاً دعوت سہ روزہ ۲۸ر نومبر ۲۰۰۱ ص ۳۔

معنیٰ و مفہوم کیا ہیں؟

چنانچہ امریکی لغت اوران کی زبان میں دہشت گرد وہ ہے جو امریکی مفادات کے خلاف ہو، دنیا میں جہاں بھی امریکی مفادات کی حفاظت نہ ہو سکے۔ وہ ملک دہشت گرد ہے اور جہاں پر اسلام کا نام لیا جائے یا اسلامی مفادات کے لئے کام ہو رہا ہو وہ ملک بھی دہشت گرد ہے۔ اور جو امریکی بالادستی کو تسلیم نہ کرے اور امریکی ظلم وعدوان کا انکار کرے وہ بھی دہشت گرد ہے۔ ادر جہاں تک مسلم ممالک کا تعلق ہے تو امریکہ دہشت گردی کا نہیں بلکہ اسلام کا مخالف ہے۔ اگر یہ بات سچ نہیں ہے تو ڈاکٹر صموئیل جس نے ''تہذیبوں کے ٹکراؤ'' کا نظریہ پیش کیا ہے اس نے یہ بات کیوں کر کہی ہے کہ۔

> ''اشتراکیت کا خاتمہ عالمی مشکلات کا آخری حل نہیں ہے بلکہ اسلام ہی مغربی تہذیب کا دشمن نمبر ایک ہے اور مغرب کو اسی سے حقیقی خطرہ لاحق ہے۔''
>
> (عولمۃ ام امرکۃ ص ٦٧)

کیا اس قسم کے بیانات کسی دہشت گردی سے کم ہیں؟ پھر آخر کس نے آپ کو حق دیا ہے کہ دوسروں کو دہشت گرد قرار دیں اور اپنے آپ کو امن وسلامتی کا پیامبر گردانیں۔ امریکہ دنیا بھر میں اپنے آپ کو جمہوریت کا سب سے بڑا علم بردار اور انسانی حقوق کا سب سے بڑا محافظ گردانتا ہے۔ نیز دہشت گردی کے سب سے زیادہ خلاف ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، مگر آیئے دنیا بھر میں امریکی دہشت گردی کا دیانت داری کے ساتھ جائزہ لیا جائے تاکہ یہ اندازہ لگانا کچھ بھی مشکل نہ رہے کہ امریکہ فوجی دہشت گردی، فکری دہشت گردی، سیاسی دہشت گردی، اطلاعاتی وصحافتی دہشت گردی، اخلاقی، تہذیبی وعمرانی دہشت گردی، حیاتیاتی (جراثیمی) کیمیاوی اور نیوکلیائی دہشت گردی، معاشی واقتصادی دہشت گردی اور لسانی ونسلی دہشت گردی، ہر ایک میدان میں سب پر سبقت لے گیا ہے اور اپنی مثال آپ ہے یعنی ہر طرح کی دہشت گرد کارروائیاں کر کے ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ تمام قسم کی دہشت گردیوں پر گفتگو طوالت کا باعث ہوگی، اس لئے صرف فوجی دہشت گردی اور معاشی و اقتصادی دہشت گردی پر گفتگو کر کے بات ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی؛ ان شاء اللہ۔

امریکہ کی فوجی دہشت گردی

☆ ۱۹۴۸ء میں قیام اسرائیل کے بعد سے فلسطینی عوام کے قتل عام اور نسل کشی اور تعذیب (ٹارچر) کا سلسلۂ دہشت گردی پچپن سال سے آج تک جاری ہے۔۱۹۸۲ء میں لبنان پر اسرائیلی حملے کے بعد (موجودہ اسرائیلی وزیر اعظم) نسل پرست ایریل شیرون کے ہاتھوں شتیلہ اور صبرا کے پناہ گزین کیمپوں میں ایک ہزار سے زائد عورتیں، بچے اور عام شہری نہایت بے رحمی سے قتل کر دیئے گئے۔ اسرائیل کی یہ سرکاری دہشت گردی درحقیقت امریکہ کا اسٹیٹ ٹیررزم ہے۔ پوری اسرائیلی دہشت گردی کی پشت پر امریکی اسلحوں، امریکی سرمایہ، امریکی معاونت اور امریکی شہ کارفرما رہی ہے۔

☆ ۱۹۴۵-۱۹۷۴ء کے دوران ویت نام کے پچیس لاکھ سے تیس لاکھ عام شہری امریکی اور دیگر یورپی ممالک کی فوجی دہشت گردی کے ہاتھوں ہلاک کر دیئے گئے۔ بیس سال سے زائد عرصے کے بعد امریکہ نے شکست کھا کر اپنی فوج کو ویت نام سے واپس بلا لیا۔ لیکن بلانے سے قبل ہی ویت نام کی زمینوں، پانیوں اور انسانوں کے جینیاتی ساخت کو زہر آلود کر چکا تھا۔

☆ ۱۹۶۰ء سے اب تک امریکہ کی مدد سے کولمبیا کی سرکاری دہشت گردی میں تقریباً ۶۷ ہزار عوام ہلاک کئے جا چکے ہیں۔ ''انسداد منشیات کے لئے کمبوڈیا کی امداد'' کے پردے میں امریکہ نے کولمبیائی ملٹری کو اسلحے، فوجی ٹریننگ، جنگی سامان اور اربوں ڈالر کی رقم سے مدد دی۔ یہ قتل و غارت گری اشتراکیت کے خلاف امریکہ کے سرمایہ دارانہ نظام کی سرد جنگ کا حصہ ہے۔ اس میں ہزارہا حقوق انسانی کے رضا کار، بائیں بازو کی تحریکات کے ارکان اور ٹریڈ یونینوں کے کارکن سرمایہ دارانہ دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ گئے۔

☆ ۱۹۵۸ء میں ''حکومت کے استحکام'' کی خاطر لبنان میں امریکی افواج کی

دراندازی ہوئی۔

☆۱۹۷۳ء میں شام اور مصر کے خلاف جنگ کا پانسہ اسرائیل کے حق میں پلٹ دینے میں امریکہ کی فوجی مدد کارفرما ہوئی۔

☆۱۹۸۱ء میں جب اس سے متصلاً قبل ایران نے امریکی استکبار کو دھول چٹا دیا تھا ایران کے خلاف عراقی جارحیت کو مدد دینے کے لئے امریکہ نے خلیج عربی میں اپنے بحری بیڑے تعینات کردیئے اور وہاں سے ایک ایرانی مسافر بردار جہاز کو مار گرا کر ۲۹۰ مسافروں کو اپنی دہشت گردی کے ہاتھوں ہلاک کردیا۔

☆۱۹۸۱-۱۹۸۶ء لیبیا کے ساحلوں کے پاس امریکہ نے فوجی سرگرمیاں شروع کردیں۔ لیبیائی گشتی جہازوں پر امریکہ نے حملہ کیا۔ ۱۷۲ افراد ہلاک ہوگئے اور ساحلی تنصیبات تباہ کردی گئیں۔ برلن کے ایک شبینہ عیاشی کلب میں ہوئی دھماکہ سے دو امریکی ہلاک ہوگئے تو اس ہلاکت کا ذمہ دار لیبیا کو ٹھہرا کر امریکہ نے لیبیا پر بمباری کردی۔ معمر القذافی بچ گئے ان کی دوسالہ منہ بولی بیٹی ہلاک ہوگئی اور کم از کم ایک سو مزید لوگ اس امریکی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا دیئے گئے۔

☆۱۹۸۲ء میں امریکہ نے اسرائیل کو لبنان پر حملہ کرنے کے لئے ہری جھنڈی دکھائی اور دو دہشت گرد ممالک کی مشترکہ دہشت گردی نے سترہ ہزار انسانوں کو نگل لیا۔ اس حملہ کی ''مذمت'' کرنے والی سیکورٹی کونسل کی کئی قراردادوں کو امریکہ ویٹو کرتا گیا۔

☆۱۹۸۳ء میں کثیر الممالک ''امن فوج'' کے ایک حصہ کے طور پر امریکہ نے لبنان میں اپنی فوج بھیجی۔ اس نے بمباری کے ذریعہ امن برسانا شروع کردیا۔ اس دہشت گردانہ مہم کو چھوڑ کر یہ ''امن فوج'' صرف اسی وقت وہاں سے ہٹیں جب ان کے فوجی رہائشی علاقوں پر فدائیوں نے بم دھماکے کئے۔

☆۱۹۹۰ء عراق کے خلاف کویت کو آزاد کرانے کے لئے کثیر الممالک کے اتحاد کی

سربراہی کرتے ہوئے امریکی دہشت گرد نے دوسرے دہشت گردوں کو ساتھ لے کر دس سال تک عراق پر بمباری کی۔

☆ ۱۹۹۳ء میں یہ بہانہ بنا کر امریکہ نے عراق پر بمباری کی کہ عراق نے جارج بش سینئر کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔

☆ ۱۹۹۸ء میں عراقی اسلحوں کا معائنہ کرنے کے نام پر امریکہ اور برطانیہ کی دہشت گرد حکومتوں نے عراق پر بمباری کی۔ اس دوران ''معائنہ'' کے مسئلہ پر ''غور'' کرنے کے لئے سیکورٹی کونسل کا اجلاس چل رہا تھا۔ لیکن دہشت گردوں نے اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ ان کی داشتہ سیکورٹی کونسل جلد ہی حملوں کی اجازت تو دے ہی دے گی۔

دنیا کے اور جدید انسانی تاریخ کے سب سے بڑے دہشت گرد کی ناک جس دن کٹی اس سے ایک روز قبل بھی امریکی و برطانوی طیارے عراق کے ایک جنوبی علاقے پر بمباری کر رہے تھے۔ بارہ سال میں تقریباً دو لاکھ عام شہری براہ راست دہشت گردانہ بمباری سے ہلاک ہوئے اور اس کے بعد سے اب تک دس لاکھ سے زائد افراد (بشمول چھ لاکھ ننھے بچے) پانی کی آلودگی، پابندی و تحدیدات اور یورینیم کے مجموعی اثرات سے ہلاک ہو چکے ہیں۔

☆ ۲۰/۳/۲۰۰۳ء عراق کے خلاف جنگ کی مخالفت تقریباً دنیا کے تمام ممالک نے کی تھی اور امریکہ کی داشتہ سیکورٹی کونسل نے بھی اجازت نہیں دی۔ اس کے باوصف امریکہ اور برطانیہ نے عراق کو ہتھیاروں سے پاک کرنے کے بہانے وہ دہشت گردی کی ہے کہ چنگیز و ہلاکو کی روحیں بھی تڑپ اٹھی ہوں گی۔ امریکہ کی اس عظیم دہشت گردی کو تاریخ کبھی بھی فراموش نہیں کرے گی اور اب عراق کی مکمل بربادی کے بعد اس کی دولت کو بری طرح لوٹ رہے ہیں۔ اس کے امن و امان کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے۔ کیا دنیا میں امریکہ و برطانیہ سے بھی بڑھ کر کوئی ملک دہشت گرد ہے؟ اور ہو سکتا ہے؟ ع

ہم نشیمن کو بھی روئیں تو خطا ہوتی ہے
پھونک ڈالیں وہ چمن بھی تو ہنر کرتے ہیں
(سہیل)

☆ ۱۹۵۳ء اور مابعد- امریکہ نے گوئٹے مالہ میں جیکب آربینز کی جمہوری اور ترقی پذیر حکومت کا سی آئی اے کے ذریعہ ۱۹۵۳ء میں تختہ پلٹ دیا۔ ایک فوجی حکومت قائم کرائی اور اس کے ہاتھوں اگلے چالیس سالوں کے اندر زائد دو لاکھ جمہوریت پسند عوام کو اپنی ابلیسی دہشت گردی کا لقمہ بنا دیا۔

☆ ۱۹۹۸ء سوڈان کی ایک ایسی دوا ساز فیکٹری پر امریکی دہشت گردوں نے سرکاری بمباری کر دی اور پوری فیکٹری کو تباہ کر دیا جو ملک کی نصف ادویاتی ضرورت پوری کر رہی تھی۔

☆ ۱۹۸۰ء سے اب تک امریکہ نے ایل سالواڈور (ELSALVADOOR) کی کٹھ پتلی حکومت کو بڑے پیمانے پر ہتھیار اور روپے پیسے فراہم کیا (چھ ہزار ملین ڈالر) تاکہ ابھرتی ہوئی سیاسی قوت کو دبایا جا سکے۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۲ء تک بارہ برسوں کے دوران امریکی سرمایہ دارانہ دہشت گردی کے ہاتھوں تقریباً ۷۵ ہزار عام شہری ہلاک ہوئے۔

☆ ۱۹۷۵ء تا ۱۹۹۹ء امریکی حمایت و تعاون سے مشرقی تیمور (انڈونیشیا) کے دو لاکھ سے زائد عام شہری ہلاک کئے گئے۔

☆ ۱۹۹۳ء صومالیہ میں قحط زدہ عوام کو ''روٹی کھلانے'' کے لئے جانے والی امریکی فوج انہیں ''گولی کھلانے'' لگی اور ساتھ ساتھ میزائل بھی، ۱۲۰ امریکی کمانڈر نے اکتوبر ۱۹۹۳ میں محمد عدید کے قبیلے کے دو افراد کو اغوا کرنے کی کوشش کی تو اس سے نہایت ہی خون ریز جنگ بھڑک اٹھی۔ صومالیہ کے بھوکوں، ننگوں نے امریکہ کے کئی ہیلی کاپٹر مار گرائے بہت سے امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ پانچ سو سے ایک ہزار صومالی لوگ امریکی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ گئے۔

☆۱۹۸۱ تا ۱۹۹۰ء نکاراگوا میں ۹ برسوں کی مدت میں تیرہ ہزار سے زائد عام شہری امریکی دہشت گردی کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔ ۱۹۷۸ء میں سوموازکی ڈکٹیٹر شپ کا خاتمہ ہوا تو امریکہ نے اس کو دوسرا ''کیوبا'' بناڈالنے کی ٹھان لی۔''سوموازکے''نیشنل گارڈ نامی فوج میں سے جتنی فوج بچ گئی تھی اس پر مشتمل ایک خفیہ فوج بنام ''کنٹراس (CONTRAS) سی آئی اے نے بنائی۔ اور ''سوموازکی'' آمرانہ حکومت کے بعد قائم ہوئی۔ حکومت نے جو ترقی پذیر سماجی و معاشی اسکیمیں بنائی تھیں اور جو امریکہ کے سرمایہ دارانہ نظام کے موزوں نہیں تھیں۔ انہیں ڈائنامیٹ کرنے کے لئے سی آئی اے کے ذریعہ امریکہ نے پورے ملک کو اپنی دہشت گردی میں لپیٹ لیا۔ رونالڈ ریگن کی اس دہشت گردانہ مہم جوئی میں اسکولوں، ہسپتالوں وغیرہ پر بمباری کی گئی۔ عورتوں کی عصمت دری کی گئی، مزاحمت کرنے والوں کو ٹارچر اور جسمانی اذیت وتعذیب سے گزارا گیا۔ یہ لوگ کس قدر وحشی اور درندہ صفت ہوتے تھے اس کا اندازہ خود امریکی بحریہ کے ایک میجر جان اسٹاکویل کے الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے۔

> ''یہ لوگ کسی گاؤں میں جاتے ہیں افراد خانہ کو گھسیٹتے ہوئے باہر لاتے ہیں بچوں کو باندھ دیتے ہیں اور ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے باپ کی کھال نوچ کر جسم سے الگ کر دیتے ہیں اور کبھی باپ کے منہ میں بندوق کی نال رکھ کر گولی داغ دیتے ہیں۔ بچوں کے سامنے عزت سے کھیلتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ والدین کو باندھ دیتے ہیں اور ان کے سامنے ان کے بچوں کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں۔''

☆۱۹۸۹ء پنامہ پر امریکی حملے میں ہزاروں عام شہری امریکی بمباری سے ہلاک ہوئے۔ پندرہ ہزار بے گھر ہوئے اور تقریباً تین ہزار زخمی، صدر بش سے ان ہلاکتوں کے بارے میں سوال کرنے والوں کو جواب ملا۔ ''ہر انسانی جان کی قیمت ہے پھر بھی یہ (ہمارے ہاتھوں ہوئی دہشت گردانہ) ہلاکتیں درست ہیں۔''

☆ ۱۹۶۴ء تا ۱۹۷۳ء چلی کی جمہوری حکومت امریکی پشت پناہی سے رچی گئی سازش کے ذریعہ الٹ دی گئی، اندازاً پانچ ہزار عام شہری ہلاک ہو گئے کم از کم ایک ہزار لوگ لاپتہ ہو گئے اور انہیں مردہ قرار دے دیا گیا۔

☆ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۳ء کمبوڈیا حکمراں شہزادہ سہانوک نے امریکی دوستی کو پسند نہیں کیا۔ نتیجۃً پہلے تو امریکہ نے اس کے قتل کا منصوبہ بنایا اور جب اس میں ناکامی ہوئی تو ۱۹۶۹-۱۹۷۰ء کے دوران اس ملک پر ''کارپیٹ بمباری'' کی گئی اور ۱۹۷۰ میں کمبوڈیائی حکومت کے سربراہ سہانوک کا تختہ الٹ دیا گیا۔ پھر اس کارپیٹ بمباری کے نتیجہ میں دس تا بیس لاکھ عوام امریکی دہشت گردی کا شکار ہوئے اور زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور پھر کمبوڈیائی معیشت کو بری طرح تباہ و برباد کر دیا گیا۔

☆ ۱۹۵۷ تا ۱۹۷۳ء امریکہ کی دہشت گردانہ نسل کشی میں لاؤس کے تقریباً پانچ لاکھ عوام مارے گئے۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۳ء کے دوران امریکی فضائیہ نے لاؤس کے عوام پر بیس لاکھ ٹن بم برسائے اور اس کام کے لئے سی آئی اے نے ایشیائی ممالک سے تیس ہزار فوجی اپنی دہشت گردی مہم میں اپنے ساتھ لے کر (ARME CLANDESTINE) نامی ایک خصوصی فوج بنائی۔

☆ ۱۹۶۵ تا ۱۹۷۳ء ویتنام اور لاؤس پر روزانہ بمباری کے لئے امریکی ملٹری نے تھائی لینڈ کو استعمال کیا تھا۔ (موجودہ پاکستان کی صورت حال اکتوبر ۲۰۰۱ء کی طرح) تھائی عوام نے اپنے ملک میں موجود چالیس ہزار امریکی ملٹری اور تھائی لینڈ کی سرزمین کے، ویتنام اور لاؤس پر کئے جانے والے حملوں کے لئے استعمال کی مزاحمت کی تو انہیں کچلنے کے لئے امریکہ نے تھائی حکمرانوں کو مالی امداد بہم پہنچائی (موجودہ پاکستانی حکمرانوں کو دی جانے والی اربوں ڈالر کی امداد کی طرح) انہیں اسلحے دیئے۔ فوجیوں اور پولس والوں کو تربیت دی اور ضروری ساز و سامان دیئے۔

☆ ۱۹۹۱ء میں اخبار ''واشنگٹن پوسٹ'' نے لکھا۔ کچھ مشاہدین کے نزدیک تھائی لینڈ میں ڈکٹیٹر شپ کا برقرار رہنا (پاکستان میں موجودہ ڈکٹیٹر شپ کو نصب کرنے اور اسے برقرار رکھنے کے مماثل) امریکہ کے حق میں موزوں ہے۔ کیونکہ یہ اس ملک میں امریکہ کو اپنے فوجی اڈے جاری رکھنے کی ضمانت دیتی ہے اور جیسا کہ ایک امریکی آفیسر نے واضح الفاظ میں کہہ دیا۔ اس ملک میں ہمارا اصل مفاد یہی ہے (قارئین اس بات کا اطلاق اگر چاہیں تو پاکستان کی موجودہ حالت پر کر سکتے ہیں۔)

☆ ۱۹۶۵ء انڈونیشیا میں امریکی پشت پناہی سے کی گئی نسل کشی میں پانچ سے دس لاکھ عوام الناس مارے گئے۔

☆ ۱۹۴۵ء جاپانی شہروں، ہیروشیما اور ناگاسا کی پر نیوکلیائی بم برسا کر تقریباً ڈیڑھ لاکھ عام شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنی عالمی دہشت گردی کا ثبوت پیش کیا تھا۔

☆ ۱۹۴۲ء سے اب تک امریکہ اور ناٹو کی افواج کے ذریعہ یوگوسلاویائی عوام کے خلاف جارحیت ۱۹۹۹ء میں امریکی افواج نے ۷۸ روز تک لگاتار بغیر کسی رعایت کے عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بازاروں مسافر بردار ریل گاڑیوں، بسوں اور ٹیکسیوں، ہسپتالوں اور اسکولوں پر بمباری کی۔ اس دہشت گردانہ کارروائی میں ۳۰۰۰ ہزار سے زیادہ عام شہری ہلاک ہوئے۔ (سہ روزہ دعوت نئی دہلی ۲۸ نومبر ۲۰۱۱ ص ۸ تا ۱۳، ۷۹ تا ۸۲۔ روگ اسٹیٹ ص ۱۴۶۔ ۱۵۶)

یہ امریکی فوجی دہشت گردی کے چند نمونے ہیں ورنہ امریکہ کی تاریخ ان دہشت گردیوں سے بھری پڑی ہے جن کا شمار ایک امر محال ہے۔ ع

نہ سطوت دارا دیکھی ہے نہ زعم سکندر دیکھا ہے
چنگیز و ہلاکو شرمائیں وہ قہر کا لشکر دیکھا ہے
(وفا صدیقی)

معاشی واقتصادی دہشت گردی

اسلام میں معیشت اور اقتصاد کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کے لئے اسلام نے متوازن، معتدل اور واضح وبین راہ متعین کر دی ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس راہ کو چھوڑ کر صہیونیت وصلیبیت کی طرز معیشت اختیار کر لی ہے۔ جس کے نتیجہ میں طرح طرح کے مسائل سے دو چار ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ سود در سود کی لعنت ان پر تہ بتہ جمتی چلی جا رہی ہے۔ اب تو صرف عالمِ اسلام ہی نہیں بلکہ پوری دنیا اس اقتصادی دہشت گردی کا شکار ہو چکی ہے اور اپنی معاشی موت خود مر رہی ہے۔

''معیشت واقتصاد کے دو انتہا پرست نظریات ...... اشتراکیت اور سرمایہ واریت ...... نے اپنے اپنے فروغ اور غلبہ کے لئے دنیا کو ظلم واستبداد سے بھر دینے کی تاریخ اپنے اپنے انداز سے رقم کی ہے۔ یہ نظریات اگر سچ مچ عالم انسانیت کی خدمت اور فلاح کے لئے ہوتے جیسا کہ دعویٰ کیا گیا تو ان کے فروغ کے لئے افہام وتفہیم اور ابلاغ و ذہن سازی کا طریقہ اختیار کیا جاتا۔ عامۃ الناس میں انہیں قبولیت ملتی اور زبردستی کا طریقہ صرف سماج کے اس مفاد پرست قلیل طبقہ کے خلاف اختیار کیا جاتا جو معاشی واقتصادی اصلاح وانقلاب کی راہ میں مزاحم ہوتا۔ لیکن اس فطری طریقہ کے بجائے ان دو نظریات کے حاملین سے اپنے اپنے انداز میں دہشت گردانہ طریقے اختیار کئے۔

اشتراکی نظریہ کا سماج اور نظام پر غلبہ کرانے والوں نے بیسویں صدی کے ربع اول کے اواخر میں زراعت اور صنعت کے شعبوں میں فرد کی آزادی اور ملکیت پر ڈاکہ ڈال کر ریاستی دہشت گردی کا ایسا خوں آشام طوفان برپا کر دیا جس کی مثال چنگیزی قتل عام کے علاوہ دنیا میں اور کہیں نہیں ملتی۔ چند برسوں کے اندر دسیوں لاکھ انسان قتل کر دیئے گئے۔ اتنا خون بہایا گیا کہ انسانیت کے بہی خواہ کارل مارکس کے اس انقلاب کو ''سرخ انقلاب'' کا نام دیا گیا اور سرخ رنگ اشتراکیت کی علامت اور شعار قرار پایا۔ مغرب کی سرمایہ دارانہ

دہشت گردی کے ردعمل میں پیدا ہونے والی اس نئی دہشت گردی نے کم وبیش ستر برسوں تک دوسری ضمنی دہشت گردیوں میں روس اور وسط ایشیا کو پوری طرح اور دیگر ایشیائی ممالک میں جزوی طور پر اللہ پرستی، مذہبیت اور مذہب پسند تہذیبوں کو دہشت زدہ رکھا، سرمایہ داریت اور اشتراکیت کے معاشی نظاموں کے ٹکراؤ میں دنیا دو متحارب خیموں میں تقسیم ہوگئی اور ستر سال تک ''سرد جنگ'' کا عذاب جھیلتی رہی۔ اشتراکیت کے انہدام کے بعد سرمایہ داریت کے لئے پوری دنیا ایک کھلی چراگاہ بن گئی۔ سود خور اسرائیل اور سرمایہ پرست امریکہ نے ''نیا نظام عالم'' (نیو ورلڈ آرڈر) نام کی جدید دہشت گردی میں ساری دنیا کو لپیٹنا شروع کیا، اور اس آپریشن کو ''گلوبلائزیشن'' کا نام دیا گیا۔ دنیا بھر کے اقوام و ممالک کو مجبور کر دینے کا سلسلہ تیز کر دیا گیا کہ وہ اس دہشت گردانہ آپریشن سے خوف زدہ رہنے کے باوجود اس کی تعریف وتحسین کریں۔ اس کے استقبال اور قبولیت کے لئے اپنے ملک کے دروازے چوپٹ کھول دیں اور ہر سرزمین وطن خود اپنے ہی استحصال کے لئے مغربی سرمایہ دارانہ دہشت گردی کے لئے سرخ قالین بنا دی جائے۔

☆ نومبر ۲۰۰۱ء کی دوحہ (قطر) میں عالمی تنظیم تجارت (ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن WTO) کی کانفرنس، عالمی اسٹیج پر شطرنج کے کھیل کی ایک ایسی بساط بچھا دینے کی مترادف تھی جس میں جیت کے سارے مہرے مغربی سرمایہ پرست ممالک کے مفادات کا تیقن اور ضمانت تھی۔ دولت مند (ترقی یافتہ) ممالک نے غیر دولت مند (ترقی پذیر) ممالک کو ''ترقی یافتہ'' بنانے کے لئے ان کی تجارت، صنعت، زراعت اور پورے معاشی واقتصادی سسٹم کو بھرپور طریقے سے یرغمال بنا لینے کے لئے یہ ''لوٹ مار تنظیم'' بنا رکھی ہے۔ ایک سو بیالیس ممالک بے وقوف کبوتروں کی طرح خود کو صیاد مغرب کے جال میں ''ترقی'' کے دانے چگنے کے لئے پھنسا چکے ہیں۔ کسانوں اور مزدوروں کی نمائندہ تحریکیں اور تنظیمیں مغرب کی اس عظیم دہشت گردی کے خلاف سراپا احتجاج بنی ہوئی ہیں۔ اور جہاں تک عوام

کی بات ہے وہ "العوام کالانعام" (عامۃ الناس تو جانوروں کی مانند ہیں) کے مصداق "ترقی" کے جوش میں مغربی دہشت گردی کی تیز سے تیز آمد کے شوق میں مہنگائی، غربت و بے روزگاری کے گیت پہلے سے زیادہ اچھی لے کے ساتھ گانے کے لئے خود کو تیار کر رہے ہیں۔ پوری دنیا کو چھوڑ کر قطر میں منعقد ہونے والی یہ کانفرنس علامتی طور پر عالم عرب کی تجارت کے، اہل مغرب کی داشتہ بن جانے کی طرف ایک حتمی قدم تھا۔

☆ ہندوستان میں کسانوں پر مغربی دہشت گردی کے سرکاری نفاذ سے دہشت زدگی کی تاب نہ لاکر بڑی تعداد میں کسانوں نے خودکشی کی، ڈبلیوٹی او (W.T.O) کے دباؤ میں آکر حکمراں طبقے کی بنائی ہوئی پالیسیوں کے تحت لاکھوں لاکھ ٹن غلے کے ڈھیر کے ساتھ کسان پریشان ہیں کہ اس غلے کو کیا کریں۔ سرکاری ادارہ فوڈ کارپوریشن آف انڈیا (FCI) کے جہازی گودام غلے سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس میں سے بیشتر مقدار سڑ گل کر خراب ہو جاتی ہے۔ خراب ہو جانے کے بعد غلہ کو راشن کی دکانوں کے ذریعہ عوام کو کھلا دیا جاتا تھا۔ اب مغرب نے راشن کی دکانوں کا نظام بھی بیشتر ختم کرا دیا ہے۔ کچھ ریاستوں میں بھوک سے اموات ہو رہی ہیں۔ سرکاری گودام غلے سے کچھا کھچ بھرے ہوئے ہیں۔ دیسی پیداوار کسانوں کے پاس سے خریدنے کی سرکاری مشینری کو WTO جام جام کرتی جا رہی ہے۔

☆ ملک کی بڑی بڑی عوامی زمرے (پبلک سیکٹر) کی صنعت گاہیں، مغربی صنعتی دہشت گردی کی زد میں آکر سرمایہ داروں کے ہاتھوں اونے پونے فروخت کی جا رہی ہیں۔ بجلی پیداواری صنعت کو امریکہ کے حوالے کر دینے کا تجربہ مہاراشٹر میں کیا جا چکا ہے۔ اتروں نامی امریکی کمپنی مہاراشٹر حکومت کے حلق میں ہڈی بن کر پھنس چکی ہے۔ یہ کمپنی جس نرخ پر اہل مہاراشٹر کو بجلی فروخت کرے گی اس کے بعد عام آدمی اپنی مہینہ بھر کی پوری کمائی اتروں کے حوالے کر دے گا۔ اور پھر دھیرے دھیرے اہل خانہ سمیت خودکشی کر

کے ترقی کی بلندیوں کی طرف محو سفر ہو جایا کرے گا۔ اور اتر ون یہاں کی دولت لوٹ کر امریکہ بھیجا کرے گی۔ مہاراشٹر حکومت اس امریکی دہشت گردی کا مقابلہ کر سکتی ہے؟

☆ ملک کی ایک ریاست میں امریکی مشروب ''کوکا کولا'' کی صنعت قائم کرنے کے لئے (کسی خالی آراضی کو نہیں بلکہ) ایسے بڑے قطعۂ آراضی کو مختص کیا گیا جس پر مقامی آبادیوں کے معاش کا انحصار ہے۔ اب یہ آبادی بھوکوں مرے گی اور اہل ملک ''کوکا کولا'' پی کر کلیجہ ٹھنڈا کیا کریں گے۔

☆ تعلیم گاہوں اور اسپتالوں سے سرکاری سرپرستی وسبسڈی (رعایت) مغربی دہشت گردوں کے دباؤ میں آ کر ختم کی جانے لگی ہے۔ تعلیم اب صنعت بن جائے گی (بلکہ بن چکی ہے) اور متوسط طبقہ کے بچوں کو یونیورسٹیوں اور کالجوں میں داخلہ لینے اور تعلیم جاری رکھنے کے لئے گھر کے اثاثے فروخت کرنے پڑیں گے یا خاندان سمیت فاقہ کشی کرنا ہوگی۔ [1] غریبوں کے لئے اسپتال کا نظام کمزور کیا جا رہا ہے اور بیماروں کا علاج اب بڑے بڑے سرمایہ دار کریں گے۔ اسپتال اور نرسنگ ہوم اب شفا خانے ہونے سے زیادہ تجارتی مرکز ہوں گے۔ ان میں داخل ہوتے ہی متوسط طبقہ کے مریض کے سرپرستوں کو اپنے گھر کے سامان، زمین جائیداد وغیرہ گروی رکھنے یا فروخت کرنے شروع کر دینا ہوں گے۔ [2] یہ سب اور اس سے بہت کچھ اور زیادہ اس مغربی دہشت گردی کے زیر سایہ ہوگا (بلکہ ہونا شروع بھی ہو چکا ہے) جس نے نجکاری (PRIVATISATION)

---

[1] صوبہ پنجاب میں تعلیمی فیس کے خلاف شدید ردعمل اور اسٹرائک دیکھنے میں آئی۔ بعض طلبہ جو ہائی اسکولوں میں فرسٹ ڈویژن سے پاس ہوئے اب ان کے غریب والدین کے پاس آگے فیس دینے کی طاقت نہیں ہے اس لئے وہ طلبہ تعلیم چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور مزدوری کرنے لگے۔ سہارا ٹی وی پر ان طلبہ کو مزدوری کرتے ہوئے ان کی تصویریں بھی دکھائی گئی ہیں اور ان کا انٹرویو بھی شائع کیا گیا ہے۔ فیا للعجب! سہارا ٹی وی (۲۰/۷/۲۰۰۳) شام ۳۰۔۹ منٹ بوقت متحدہ عرب امارات۔

[2] خلیجی ممالک میں اس پر تجربہ شروع ہو چکا ہے۔ ایشیائی اور افریقی ممالک کے لوگ تشویش کا شکار ہیں کہ ان کا علاج اب کیوں کر ہوگا۔ یہ ہے وہ دہشت گردی جو گلوبلائزیشن کے نام پر چلائی جا رہی ہے۔

کے نام پر اور گلوبلائزیشن کے تحت پوری دنیا میں اپنی لوٹ کھسوٹ جاری کرنے کا ایک لمبا منصوبہ بنا رکھا ہے۔

☆ ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف نام کے ادارے دنیا پر مغربی اور امریکی معاشی و اقتصادی دہشت گردی مسلط کرنے میں مصروف رہے ہیں۔ اب اس میں مزید تیزی لائی جارہی ہے۔ ترقی، تعمیر، انسداد غربت وغیرہ کے نام پر مغرب باقی دنیا کو بھاری شرح سود پر قرض لینے کے لئے مجبور کرتا ہے۔ پھر قرض سود اور سود در سود کے بھاری بوجھ تلے دبا کر ان کا استحصال کرتا ہے۔ اس میں سیاسی استحصال سرفہرست ہے۔ معاشی پابندیوں (مقاطعہ اور ناکہ بندی) کی دھمکی دے کر ممالک کی تمام داخلی پالیسیوں میں اپنے پسندیدہ فیصلے کراتا ہے اور جس ملک سے مکمل غلامی، سجدہ ریزی اور اطاعت میں کچھ مزاحمت ملتی ہے اس پر عالمی معاشی تحدیدات (SANETIONS) نافذ کر کے عوام پر اپنی دہشت گردی کے شکنجے کس دیتا ہے۔ اس غنڈا گردی کے آستانے پر پوری دنیا اس طرح سر بسجود ہو جاتی ہے کہ عراق اور افغانستان میں لاکھوں نفوس بالخصوص ننھے ننھے بچوں کو تڑپ تڑپ کر اور بلک بلک کر مرتے دیکھتی ہے لیکن سجدہ سے سر اٹھانے کی ہمت نہیں پڑی۔ والسلام۔ (سہ روزہ دعوت دہلی ۲۸ رنومبر ۲۰۰۱ ص ۲۷۔۲۹)

یہ امریکی، معاشی و اقتصادی دہشت گردی چند نمونے ہیں ورنہ اب پوری دنیا اور خاص کر عالم اسلام اس کی اقتصادی دہشت گردی سے پریشان اور بوکھلایا ہوا ہے۔ دن بدن عالم اسلام اور پوری دنیا کی معیشت گرتی جارہی ہے اور پوری دولت سمٹ سمٹ کر امریکہ کی طرف پلٹ رہی ہے۔ عراق پر بارہ سال تک اقتصادی پابندی اور پھر بالجبر اس پر جنگ مسلط کر کے اس کو اپنے کنٹرول میں لے لینا اور اس کی بے پناہ دولت کو لوٹنا امریکی دہشت گردی کی تازہ ترین مثال ہے۔ لیکن!

کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد
مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد
(اقبال)

اسلام اور دہشت گردی؟

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندہ کو ابھارا
(اقبال)

حق و باطل کی کشمکش بہت پرانی ہے۔حق کو دبانے اور مٹانے کے لئے باطل ہمیشہ پوری تیاری اور پورے ساز وسامان سے لیس ہوکر میدان میں اترا ہے۔مگر ہمیشہ اسے منھ کی کھانی پڑی ہے۔ جزوی اور وقتی طور پر باطل کبھی کامیاب ضرور نظر آیا ہے مگر آخر میں اسے دھول چاٹنی ہی پڑی ہے اور حق سر بلند ہوکر ہی رہا ہے۔ بزعم خویش صلیبی اور صہیونی طاقتوں نے ۱۹۲۴ء میں خلافت اسلامیہ کا خاتمہ کر کے اسلام کو دفن کر دیا۔ مگر آج بھی اسلام کی قوتِ کشش اور اس کی مقبولیت کو جب صلیبی اور صہیونی اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو ان کے بدن کا سارا خون پانی ہو جاتا ہے اور ان کا اپنا وجود خطرے میں نظر آنے لگتا ہے۔ اس لئے کہ اسلام ظلم کا خاتمہ، عدل وانصاف، مساوات اور اخوت کا بول بالا چاہتا ہے۔ جو شیطانی و ابلیسی فطرت انسانوں کو یک لخت بھی نہیں بھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انیسویں اور بیسوی صدی میں صہیونی و صلیبی شیطانی دماغ اسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں رچنے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ اور پھر اپنے میڈیا کو استعمال کر کے اسلام کے خلاف اس قدر پرزور پروپیگنڈہ کیا ہے کہ غیر مسلم انصاف پسند دماغ بھی ماؤف ہوکر رہ گئے ہیں۔ اور جو آپ کو اسلام کا علم بردار کہتے ہیں اور مغربی تعلیم وتہذیب کے دلدادہ ہیں وہ بری طرح تشکیک اور شبہات کا شکار ہو چکے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ کیا واقعی اسلام کی حقیقی شکل وصورت وہی ہے جو مغربی دماغ اور مغربی میڈیا پیش کر رہا ہے تو وہ جو مغربی تعلیم یافتہ ہیں اور اسلامی تعلیمات سے نابلد ہیں ایسے اسلام سے اپنی برأت کا اظہار کرنا شروع

کر دیتے ہیں۔ انہیں پروپیگنڈوں میں سے ایک پروپیگنڈہ اسلامی دہشت گردی کا بھی ہے۔ حالانکہ اسلام اور دہشت گردی دو متضاد چیزیں ہیں۔ جس طرح رات اور دن ایک جگہ اکٹھا نہیں ہوسکتے، اسی طرح دہشت گردی اور اسلام ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔

مگر یہ وقت کی ستم ظریفی ہے کہ اسلام جو دہشت گردی کا سب سے زیادہ مخالف ہے اسی اسلام کا رشتہ اور ناطہ دہشت گردی سے اس طرح جوڑ دیا گیا ہے گویا کہ اسلام ''سلم'' یعنی امن وشانتی سے مشتق نہیں۔ بلکہ دہشت گردی سے مشتق ہے۔

اس پروپیگنڈہ میں اس وقت اور تیزی آئی جب اشتراکیت کا تانا بانا ٹوٹ چکا۔ سرمایہ داری کا سیلاب اُمڈ آیا اور گلوبلائزیشن کا شور دنیا کے کونے کونے میں سنائی دینے لگا۔ مزید اس پر ''جلتے پر تیل'' کا کام ۱۱؍ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکی شہر نیویارک کے ٹریڈ سینٹر پر ہوائی حملے نے کیا۔ پھر کیا تھا اس کے بعد تو اسلامی دہشت گردی کا اس قدر ہوا بنا کہ پوری دنیا میں اسلامی دہشت گردی سکہ رائج الوقت بن گئی اور ایسا لگنے لگا کہ اب گلوبلائزیشن کے علم بردار اسلام کا خاتمہ کر کے ہی دم لیں گے مگر اللہ کا فرمان: ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِؤُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (الصف ۶۱/۸) ''یہ لوگ اپنے منھ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ناگوار ہو'' اور ﴿وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ ''اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے'' (الانفال: ۸/۳۰) اپنی جگہ پر اٹل ہے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے دنیا میں ہمیشہ امن وامان قائم کیا ہے۔ ہمیں نہ تو اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اسلام کی طرف سے دفاع کرنے کی' مگر ذیل کی چند سطور صرف اس غرض سے قلم بند کی جارہی ہیں تاکہ بیمار دلوں اور بخار زدہ دماغوں کو شفا بخش سکیں۔

آج کل اسلام کو مختلف الفاظ اور مختلف مصطلحات سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً انتہا پسندی، بنیاد پرستی، کلیت پرستی، رجعت پسندی اور دہشت گردی وغیرہ وغیرہ۔

یہاں ان تمام موضوعات پر تفصیلی گفتگو ممکن نہیں۔ بس اتنی سی بات بتا دینا کافی ہے کہ اسلام ہر قسم کی دہشت پسندی اور ہشت گردی سے روکتا ہے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اگر کسی نے کسی کے ساتھ ظلم کیا ہے تو اس ظلم کا بدلہ بھی دلاتا ہے۔ اسلام میں راہ زنی، آتش زنی، لوٹ مار، ڈاکہ زنی، اغوا اور ہائی جیکنگ، اپنوں یا غیروں کے ساتھ وحشیانہ سلوک، مقتولین کی لاشوں کی بے حرمتی اور مثلہ نیز قیدیوں کے ساتھ برے سلوک سے منع کرتا ہے اور بے گناہوں کے قتل کو تو فساد فی الارض (دہشت گردی) سے تعبیر کرتا ہے۔

آیئے اب قرآن کی چند آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات کی روشنی میں دیکھا جائے کہ اسلام کن چیزوں کی دعوت دیتا ہے اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے۔ چونکہ ہم ''اسلام اور انسانی حقوق''، ''اسلام اور رواداری'' کے عنوان کے تحت اسلام کی عمومی خصوصیات اور امتیازات تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اس لئے یہاں چند آیات اور چند احادیث کے ذکر پر ہی اکتفا کریں گے۔

۱- ﴿مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِيْ الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً﴾ (المائدۃ:۳۲/۵)

یعنی جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو' قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی کی جان بچالے اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

۲- ﴿وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالحَقِّ﴾ (بنی اسرائیل:۳۳/۱۷)

یعنی اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرو۔

۳- ﴿وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِيْ الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيِهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ

وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ (البقرة:۲/۲۰۵)
یعنی جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے۔

۴- ﴿وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرة:۲/۲۱۷)
یعنی (یہ) فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

۵- ﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ (البقرة:۲/۱۹۰)
یعنی اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

۶- ﴿فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ (البقرة:۲/۱۹۴)
یعنی جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کے مثل زیادتی کرو جو تم پر کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

آئیے اب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

۱- ”أكبر الكبائر عند الله الإشراك بالله وقتل النفس و عقوق الوالدين“
اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا جرم شرک باللہ، قتل نفس اور والدین کی نافرمانی ہے۔

۲- ”من قتل نفساً معاهداً لم يرح رائحة الجنة وإن ريحها توجد من مسيرة أربعين عاماً“ (بخاری، کتاب الجزیۃ حدیث:۳۱۶۶)
یعنی جس نے کسی ذمی کافر کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی دوری سے سونگھی جاسکتی ہے۔

۳- ”نهى رسول الله عن قتل الصبر“ (ابن حبان، حدیث:۱۶۶۰)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۴- "نهى رسول الله عن قتل النساء والصبيان"

(بخاری کتاب الجہاد، حدیث: ۳۰۱۴، ۳۰۱۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵- "لاتقتلوا شيخا فانياً ولا طفلاً ولاصغيراً ولا امراةً"

(ابوداوٴد، کتاب الجہاد باب فيما يستحب من الجيوش والرفقاء والسرايا)

یعنی بوڑھے ضعیف، بچے، چھوٹے اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔

۶- "لاتمثلوا ولاتقتلوا وليداً" (مسلم کتاب الجہاد حدیث: ۱۷۳۱)

یعنی مثلہ نہ کرو اور کسی بچے کو قتل مت کرو۔

یہ اسلامی تعلیمات کی چند جھلکیاں ہیں جن پر حالت جنگ اور حالت امن ہر دو صورتوں میں ہر مسلمان کو عمل کرنا ضروری ہے۔ لیکن افسوس! آج کی متمدن دنیا اسلام کا چہرہ مسخ کرنے پر تلی بیٹھی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اگر مسلمان حکمرانوں کی سیرتوں کا بھی مطالعہ کریں تو ان کی ذاتی زندگیوں میں بہت ساری خامیاں ضرور نظر آئیں گی۔ مگر کہیں آپ کو یہ نظر نہیں آئے گا کہ ایک بھی مسلم حاکم اور بادشاہ نے کسی غیر مذہب کے ماننے والوں کے خلاف کوئی شر انگیزی یا کسی بھی قسم کی دہشت گردی کا سلوک روا رکھا ہو۔ آج بھی مسلم دنیا اور خاص کر خلیجی ممالک اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ نصرانی، یہودی، ہندو اور دیگر مذاہب کے ماننے والے جس سکون و راحت اور امن و امان کے ساتھ اسلامی ممالک میں رہ رہے ہیں خود ان کو ان کے اپنے ملک میں اس راحت و سکون کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس یورپ، امریکہ اور ہندوستان میں مسلمانوں کی زندگیاں اجیرن بن کر رہ گئی ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم ممالک میں جو یہ فرق ہے اس کے حقیقی اسباب کیا ہیں؟ یہی اسلامی تعلیمات، ان کی کشش، جاذبیت اور ان پر عمل کرنے کے احکامات جو اللہ اور اس کے

رسول ﷺ نے مسلمان حکام اور مسلم عوام پر عائد کئے ہیں۔ یہی نہیں کہ ہر دور میں غیر مسلموں کو صرف سکون وراحت اور امن وامان میسر رہا بلکہ اگر کسی مسلم نے کسی غیر مسلم رعایا کے ساتھ کوئی غلط سلوک کیا ہے، ظلم وزیادتی کی ہے، تو اس مسلمان کو عدالت کے کٹہرے میں لاکر کھڑا کیا گیا ہے اور غیر مسلم کو اس کا حق دلا کر مسلمان کو سزا دی گئی ہے۔ تاریخ اسلام میں بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ مگر طوالت سے بچتے ہوئے صرف ایک مثال پیش کرنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں خود ہمارے ملک ہندوستان پر مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک حکومت کی ہے۔ ان مسلم حکمرانوں میں اورنگ زیب عالمگیر کی عالمگیر شہرت کسی تعارف کا محتاج نہیں، اگر چہ اورنگ زیب عالمگیر کو بدنام کرنے کی بہت کوششیں کی گئی ہیں مگر تاریخ کے صفحات میں جو اس کے زریں کارنامے ثبت ہیں ان سے کٹر ہندو اور غیر مسلم مورخ بھی انکار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ ایک انگریز مورخ الفنسٹن کے الفاظ ہیں:

> ”یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی ہندو کو اس کے مذہب کی وجہ سے اورنگ زیب نے قتل، قید یا جرمانہ کی سزا دی ہو یا کسی شخص پر اعلانیہ اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کے سبب اعتراض کیا گیا ہو۔“ (اسلام اور رواداری ص ۲۱۷)

اورنگ زیب عالمگیر کا اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ انصاف اور ہندو پروری کی سچی کہانی ایک سکھ عالم کی زبانی:

> ”اورنگ زیب عالمگیر کے دور حکومت میں پنجاب کے صوبے دار کی نیت ایک کمہار لڑکی کو دیکھ کر بدل گئی تھی۔ اس نے کمہار کو بلا کر لڑکی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ہم ایک ماہ بعد ادھر دورے پر آئیں گے اس وقت لڑکی کو تیار رکھنا۔ کمہار غیرت مند تھا۔ بے چارہ اس نادری حکم سن کر بہت آزردہ ہوا، لیکن اس کی بیوی نے اسے ترغیب دی اور کہا کہ دہلی کا بادشاہ بڑا نیک اور منصف مزاج

ہے وہ فریادی کو مایوس نہیں لوٹاتا۔تم اس کے پاس جاؤ اور بتاؤ کہ ہم ہندو کمہار ہیں۔آپ کا صوبے دار ہمارا دھرم بھرشٹ کر کے ہماری معصوم لڑکی کو اپنے گھر میں رکھنا چاہتا ہے۔یہ بڑا ظلم ہے ہماری امداد کرو اور اس ظلم سے ہمیں بچاؤ۔ چنانچہ بیوی کے اصرار پر کمہار دہلی آیا اور شہنشاہ عالمگیر کو رو رو کر اپنی داستان درد سنائی۔جس کو سن کر عالمگیر کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں۔اس نے مظلوم کو تسلی دی اور کہا کہ تمہاری بیٹی ہماری بیٹی ہے' تمہاری بے عزتی ہماری بے عزتی ہے۔ہم ضرور تمہاری فریاد رسی کریں گے اور جس دن اس ظالم کارندے نے تمہارے گھر آنے کا وعدہ کیا ہے ہم اس کے آنے سے پہلے ہی تمہارے گھر ہوں گے، اطمینان رکھو تمہاری عزت و آبرو کی حفاظت کی جائے گی یہ ہمارا فرض ہے۔کمہار خوشی خوشی گھر لوٹ گیا۔

عالمگیر نے کمہار سے جو وعدہ کیا تھا اس کے مطابق تن تنہا اس خاص دن اس کے گھر پہنچا اور خود اپنی تلوار سے اس ظالم کارندے کو کیفر کردار کو پہنچایا۔''

(مالوہ اتہاس ج ا ص ۱۱۸ بحوالہ اسلام اور رواداری ص ۲۱۳)

''کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں'' یہ ہے اس مسلمان بادشاہ کا اعلیٰ کردار اور ہندو پروری کی بے نظیر مثال، جس کو بدنام کرنے کے لئے ہندوازم کا میڈیا ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے۔

آیئے لگے ہاتھوں آج کے ہندو حکمرانوں اور مغرب کے انسان دوست اور جمہوریت پسند حاکموں کے داغ دار چہرے بھی دیکھتے چلیں جن کی زبانیں انسان دوستی اور انسانی حقوق کا واویلا مچانے سے تھکتی نہیں ہیں۔

آیئے یورپ چلتے ہیں اور انسانی حقوق کی پامالی کا تماشا دیکھتے ہیں۔کوسوا میں تقریباً دس ہزار مسلمانوں کا اجتماعی قتل عام، پانچ لاکھ البانوی اور مقدونوی مسلمانوں کا اغوا، بوسنیا میں سربوں کے ہاتھوں ڈھائی لاکھ سے زائد مسلمانوں کا منصوبہ بند قتل عام، پچاس ہزار

مسلمان ماؤں، بہنوں اور بچیوں کی آبروریزی اور حاملہ عورتوں کے پیٹوں کو چاک کر کے معصوم بچوں کو نکال لینا اور ان کی جگہ پر کتوں اور بلیوں کے بچوں کو رکھ کر سل دینا، اقوام متحدہ کی پابندیوں کے سبب چھ لاکھ عراقی بچوں کا موت سے ہم کنار ہونا، ہزاروں انڈونیشیائی مسلمانوں کا نصرانیوں کے ہاتھوں قتل، انھیں ان کے گھروں سے بے دخل کر کے جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور کرنا۔ سوڈان، لیبیا، ایران اور پناما پر بمباری اور کروز میزائیلوں کا برسانا اور آج کل امریکہ بہادر افغانستان اور عراق میں جو کچھ کر رہا ہے اگر یہ کھلی ہوئی غنڈا گردی اور دہشت گردی نہیں ہے تو پھر ہے کیا؟ کہاں ہیں انٹرنیشنل ہیومن رائٹس آرگنائزیشن کے دعوے دار؟ اور کہاں ہیں ایمنسٹی انٹرنیشنل کے علم بردار؟ اور کس ابدی نیند میں سو رہے ہیں سلامتی کونسل کے ممبران؟ اور کہاں ہے امن کی دیوی ''اقوام متحدہ''؟؟

کیا فلسطین، عراق، چیچنیا، بوسنیا اور کوسوا میں بسنے والے انسان نہیں' کوئی اور مخلوق ہیں؟ شرم کرو۔ تمہارے یہاں جانوروں اور پرندوں کے لئے پیار ومحبت اور ہمدردی کے قوانین ہیں مگر مسلمان انسانوں کے لئے نہیں۔ ٹیریرزم کسے کہتے ہیں؟ اور دہشت گردی آخر ہے کیا؟

یاد رکھو! اب تمہارا بھی یوم الحساب آچکا ہے۔ تمہارے دن گنے جا چکے ہیں۔ مسلم قوم اب بیدار ہو چکی ہے۔ یہ انسانی تاریخ کے آخری ایام نہیں بلکہ یہ امریکی تاریخ کے آخری دن گنے جا رہے ہیں۔ جس طرح روس نے افغانستان پر حملہ کر کے خود اپنی موت کو دعوت دی تھی اسی طرح اب امریکہ بھی افغانستان اور عراق پر حملہ کر کے نیز گلوبلائزیشن کا اعلان کر کے اپنی موت کو دعوت دے چکا ہے۔ ہمیں معلوم ہے اور تمہیں بھی معلوم ہے اب تمہاری معیشت زوال پذیر ہے۔ تمہاری عسکری اور فوجی قوتوں کے توڑ کے لئے پوری دنیا میں تیاریاں ہو رہی ہیں۔ تمہاری تباہی و بربادی کے بادل تمہارے گرد منڈلا رہے ہیں۔ تم

ہزار تدبیریں کرلو مگر رب العالمین کی گرفت سے اب نہیں بچ سکتے ہو۔ تمہاری سرکشی، تمرد اور غرور اب انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ فلسطینی، عراقی، کشمیری، بوسنوی اور چیچنوی بچوں کی آہیں اور سسکیاں عرش معلیٰ سے ٹکرا رہی ہیں اور تمہاری تباہی و بربادی کی مکمل تیاریاں ہو چکی ہیں۔ ''اتق دعوة المظلوم فانه ليس بينها و بين الله حجاب'' (بخاری کتاب الزکاۃ، حدیث:۱۴۹۶، مسلم کتاب الایمان، حدیث:۲۹) یعنی مظلوم کی آہ سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ اور ﴿إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ﴾ (ہود:۱۱/۸۱) یعنی یقیناً ان کے وعدے کا وقت صبح کا ہے کیا صبح بالکل قریب نہیں۔

آیئے اب ہندوستان چلتے ہیں اور وہاں کے سیاسی بازی گروں کے سیاسی بازی گری کا تماشا دیکھتے ہیں۔

ہندوستان میں آئے دن فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ اقلیتوں اور خاص کر مسلمانوں کو قتل اور نذر آتش بنایا جاتا ہے۔ ان فسادات کی فہرست بڑی طویل ہے صرف ریاست گجرات میں جسٹس ریڈی کمیشن کی تحقیق کے مطابق ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۹ء کے درمیان ۲۹۳۸ فرقہ وارانہ فسادات ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ جمشید پور، جبل پور، میرٹھ، بھاگلپور، راوڑ قلعہ، رانچی، احمد آباد (گجرات)، ترکمان گیٹ دہلی، نیلی (آسام)، بھیونڈی اور ممبئی کے فسادات اس قدر رزوردار اور خون آشام تھے کہ جن کے تصور سے ہی دل و دماغ لرز کر رہ جاتے ہیں اور جن میں مسلمانوں کا قتل عام حکومت وقت کی شہ پر ہوا۔ صرف حالیہ ۲۰۰۲ء گجرات کے فسادات میں تقریباً چار ہزار افراد کا منصوبہ بند یک طرفہ قتل عام، تین ہزار کے قریب لوگ لا پتہ اور ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد نہایت کسمپرسی کے عالم میں ریلیف کیمپوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور یہ سب کچھ حکومت وقت کی پشت پناہی اور اس کی نگرانی میں ہوا۔ اب یہاں نہ کوئی دہشت گرد ہے اور نہ ہی فساد نظر آتا ہے۔

۲۷؍فروری ۲۰۰۲ء گودھرا (گجرات) ریلوے اسٹیشن پر سازش کے تحت جو حادثہ

پیش آیا اس کے بعد پورے صوبہ گجرات میں جو مسلم نسل کشی کا منصوبہ بند سلسلہ شروع ہوا تو ڈھائی ماہ تک ختم ہونے کا نام نہ لیا۔ قتل و غارت گری کا بازار اس قدر گرم ہوا کہ اپنے تو اپنے غیر ممالک کے لوگ بھی دیکھ اور سن کر دنگ رہ گئے۔ لوٹ مار، آتش زنی، عصمت دری اور بچیوں کا اغوا کھلے عام ہونے لگا۔ بلکہ حکومت وقت اور پولس کے زیر نگرانی ہونے لگا۔ ظالموں کو شہ ملتی رہی اور وہ اپنا کام کرتے رہے۔ وزیراعظم نے ایک بار مگر مچھ کے آنسو ضرور بہائے مگر ظالموں کے ہاتھ پکڑنے سے قاصر رہے۔ پوٹا قانون پاس کروالیا مگر کس کے لئے؟ اقلیتوں اور خاص کر مسلمانوں کے لئے، گجرات میں قتل وخون کا ننگا ناچ کرنے والے ظالموں کے لئے کوئی پوٹا قانون نہیں؟ اگر کسی جگہ کوئی معمولی سا حادثہ بھی پیش آجائے تو اسے فوراً مسلم دہشت گردی سے جوڑ دیا جاتا ہے مگر ڈھائی ماہ تک جو قتل و غارت گری، عصمت دری اور زندہ انسانوں کو جلایا جاتا رہا اسے کبھی بھی حکومت کے کسی بھی شخص نے دہشت گردی سے یاد نہیں کیا' بلکہ رام سیوکوں کی واہ واہ ہوتی رہی لیکن چڑھتے سورج کی پوجا کرنے والو! تمہیں یاد رکھنا ہوگا قدرت تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔

وقت ہر ظلم تمہارا تمہیں لوٹا دے گا
وقت کے پاس کہاں رحم و کرم ہوتا ہے
(والی آسی)

ہندوستان کی بربادی، فرقہ وارانہ بلکہ یک طرفہ فسادات اور ہندوستان کے حاکموں کی بے بصیرتی، چیرہ دستی، ظلم وزیادتی اور بے اعتدالی پر شورش کاشمیری کے چند اشعار دماغ میں گونجنے لگے، جی چاہتا ہے کہ حوالۂ قرطاس کردوں اور میں جس درد و سوز کے ساتھ پڑھتا رہتا ہوں آپ بھی اسی درد و کرب اور سوز کے ساتھ پڑھتے رہیں۔

جس دیس کو میرؒ و مومنؒ سے اسلوب غزل کا ساز ملا
جس دیس کو حالیؒ و شبلیؒ سے سرمایۂ فخر و ناز ملا

جس دیس سے کالی داس اٹھا ٹیگور کو بھی اعزاز ملا
اس دیس سے ہوکر آیا ہوں جس دیس میں گنگا بہتی ہے
جس دیس کے ذرے ذرے پر اسلام کا شاعر روتا ہے
جس دیس سے آہیں اُٹھتی ہیں جس دیس میں ماتم ہوتا ہے
جس دیس میں بابر آیا تھا جس دیس میں ٹیپو سوتا ہے
اس دیس سے ہوکر آیا ہوں جس دیس میں گنگا بہتی ہے

....

جس دیس کا ہر رو چک سپنا رادھا کا رو چک سپنا تھا
جس دیس کے ویدوں کا رتبہ رشیوں کی زباں سے بالا تھا
جس دیس سے گاندھی اُٹھا ہے جس دیس کا باسی جینا تھا
اس دیس سے ہوکر آیا ہوں جس دیس میں گنگا بہتی ہے

....

جس دیس کے باپو بھگتوں کو باپو کی چتا کا پاس نہیں
جس دیس کے رہنے والوں کا اہنسا کا احساس نہیں
جس دیس کے ہم بھی وارث تھے اب جس سے کوئی بھی آس نہیں
اس دیس سے ہوکر آیا ہوں جس دیس میں گنگا بہتی ہے

....

جس دیس کی دلّی میں ہم نے پیمان محبت باندھا تھا
کچھ ان کے چلن پہ غور کیا کچھ اپنی روش پہ سوچا تھا
اب دیدہ و دل کی بات ہی کیا اک خواب سہانا دیکھا تھا
اس دیس سے ہوکر آیا ہوں جس دیس میں گنگا بہتی ہے

....

دہشت گردوں کی جنت......امریکہ

امریکہ دہشت گردی کے نام پر پوری دنیا میں جو کارروائی جاری کئے ہوئے ہے آیئے ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کریں کہ کیا امریکہ واقعی دہشت گردی کے خلاف ہے۔ یوں تو گزشتہ صفحات میں ''امریکہ اور دہشت گردی'' کے زیر عنوان امریکی دہشت گردی کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جا چکا ہے۔ مگر جب ہم تاریخ کے صفحات کو پلٹتے ہیں تو یہی نہیں دیکھتے ہیں کہ امریکہ صرف دہشت گردی کا حامی ہے بلکہ ہمیں یہ بھی نظر آتا ہے کہ وہ اپنے یہاں دہشت گردوں کو پناہ بھی دیتا رہا ہے اور ان کی بھرپور حمایت بھی کرتا رہا ہے۔ ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے خود ایک مشہور امریکی صحافی ولیم بیلم کا تفصیلی جائزہ پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں جو ''وشهد شاهد من اهلها'' کے مصداق ہوگا۔ ولیم بیلم اپنی مشہور زمانہ کتاب ''روگ اسٹیٹ'' میں یوں لکھتے ہیں:

> ''امریکی محکمۂ خارجہ کی جانب سے ۱۹۹۸ء میں جاری ہونے والی انسانی حقوق کی سالانہ رپورٹ میں کیوبا کا شمار ان ممالک میں کیا گیا تھا جن پر دہشت گردوں کی سرپرستی کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ اپنی متجسس فطرت سے مجبور ہو کر اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے میں نے محکمۂ خارجہ کو فون کیا۔ انھوں نے میرا رابطہ ''دہشت گردی سیکشن'' میں کرا دیا جہاں ''جوزیب'' نامی ایک مہذب شخص نے میرے استفسار پر بتایا کہ کیوبا کو اس فہرست میں اس لئے شامل کیا گیا ہے کہ یہ دہشت گردوں کو پناہ دیتا ہے۔
> یہ تو امریکہ بھی کرتا ہے۔ میامی میں پناہ گزین کیوبا کے بھگوڑے امریکہ میں

اور اس سے باہر دہشت گردی کی سیکڑوں کارروائیوں میں ملوث ہیں۔ میں نے بہت سکون سے جواب دیا۔

سر! یہ نہایت احمقانہ رائے ہے اور میں اس قسم کی بے ہودہ باتیں نہیں سنتا۔ مسٹر جوزیب کا مہذب انداز وخوش خلقی ایک دم غائب ہوگئی اور جاہلوں کی طرح چلاتے ہوئے اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

مجھے مشکلات پیدا کرنے میں لطف آتا ہے اور میں نادم بھی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگلے سال ۴رمئی ۱۹۹۹ء کو عین اس روز جب انسانی حقوق کی سالانہ رپورٹ جاری کی گئی میں نے ایک بار پھر اپنے فون سے 202-697-8682 ملایا۔ ایک بار پھر میرا رابطہ جوزیب سے کرادیا گیا تھا۔ مجھے شک تھا کہ کسی بھی لمحہ وہ پہچان لے گا کہ میں وہی ہوں جس نے پچھلے سال بھی رابطہ کیا تھا اور کسی بھی لمحہ گزشتہ سال والا حادثہ وقوع پذیر ہوجائے گا۔ رسمی دعا سلام تک اس نے نہیں پہچانا لیکن جیسے ہی میں نے میامی میں پناہ گزین کیوبا کے دہشت گردوں کے بارے میں اپنا سوال دہرایا وہ غضب ناک ہوگیا۔ اس نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا ''وہ دہشت گرد نہیں ہیں۔''

''لیکن ایف بی آئی ان میں بعض کو دہشت گرد قرار دے چکی ہے۔'' میں نے اس کے غصہ سے لطف اُٹھاتے ہوئے کہا۔

''تو آپ ایف بی آئی سے رابطہ کریں۔'' اس کی آواز پھٹ رہی تھی۔

''لیکن ہم تو محکمۂ خارجہ کی رپورٹ پر بات کررہے ہیں نا۔'' میں نے بڑے اطمینان کے ساتھ اس کو توجہ دلائی۔

''مگر میں ایسے لوگوں سے بات کرنا پسند نہیں کرتا جو امریکی حکومت کو دہشت گردوں کا سرپرست قرار دیں۔'' اس نے غصے کی آخری حدود کو چھوتے ہوئے فون پٹخ دیا۔ گزشتہ ایک سال کے دوران اس کے رویے میں کسی قسم کی

کوئی نرمی یا لچک پیدا نہیں ہوئی تھی۔

میرے لئے یہ ہمیشہ سے ایک نہایت دلچسپ مشاہدہ رہا ہے اور آپ کا بھی اس سے روزمرہ زندگی میں اکثر اوقات واسطہ پڑتا رہتا ہوگا کہ اندھا تقلید کرنے والا اس وقت ہمیشہ شدید ردعمل کا مظاہرہ کرتا ہے جب اس کے نظریے پر تنقید کرتے ہوئے ایسا غیر متوقع سوال کر دیا جائے جس کا جواب اس سے نہ بن پڑے اور اس اعتراض کی صداقت بھی عیاں ہو ایسے میں کھسیاہٹ میں مبتلا ہو کر وہ محض شرمندگی چھپانے کے لئے اونچی آواز میں چیختا اور چلاتا ہے کہ نقاد اس کے شور کے ہنگامے سے گھبرا جائے۔ ایسے ''سچے پیروکاروں'' کو ہر لمحہ اپنے نظریات پر ہونے والے غیر متوقع اور اچانک تنقیدی حملوں کا خوف لاحق رہتا ہے۔

کیوبا کے جلاوطن دنیا کے سب سے کثیر تعداد میں اور سب سے زیادہ مستقل مزاج دہشت گرد گروہوں میں سے ایک ہیں اور یہ ''اعزاز'' انھوں نے مستقل طور پر برقرار رکھا ہوا ہے۔ ۱۹۹۷ء میں انھوں نے میامی کی ہدایات کے مطابق ہوانا کے ہوٹلوں پر بمباری کی۔ ہوائی جہازوں کے اغوا کو بین الاقوامی طور پر سنگین ترین جرائم میں سے ایک قرار دیا جاتا ہے مگر کیوبا سے امریکہ کے راستے میں بے شمار ہوائی جہاز اغوا کئے گئے۔ کوئی بندوق کی نال پر تو کوئی چاقو کی نوک پر اغوا، اور کبھی جسمانی طاقت کے استعمال کے ذریعہ ہائی جیکنگ عمل میں آئی اور اس عمل میں کم از کم ایک قتل بھی ضرور ہوا، مگر بہت تلاش کرنے پر بھی سوائے ایک کیس کے کوئی مثال نہیں ہے کہ جس میں امریکہ کی طرف سے ہائی جیکرز کے خلاف فرد جرم عائد کی گئی ہو۔ اس کلوتے کیس کا احوال بھی سن لیجیے۔ اگست ۱۹۹۶ء میں تین کیوبائی ہائی جیکر نے فلوریڈا جانے والی پرواز کو چاقو کی نوک پر اغوا کر لیا۔ بدقسمتی کہ پکڑے گئے اور ان کے خلاف فرد جرم عائد کر کے فلوریڈا کی عدالت میں مقدمہ چلا جو ہائی جیکنگ کے مقدمہ سے زیادہ نوئیڈا کی عدالت میں زیر سماعت جوئے کا مقدمہ محسوس ہو رہا

تھا حالانکہ اغوا ہونے والے جہاز کے پائلٹ کو گواہی کے لئے کیوبا سے بلوایا گیا تھا لیکن جیوری کے سامنے وکیل کے صرف یہ کہنے پر کہ یہ گواہ جھوٹ بول رہا ہے کوئی سوال کئے بغیر جیوری نے ایک گھنٹے کے اندر اندر ملزمان کو باعزت بری کر دیا۔

صرف کیوبا کے جلاوطن ہی غیر ملکی دہشت گرد اور انسانی حقوق کو پامال کرنے والے نہیں ہیں جو امریکہ کی پناہ میں محفوظ زندگی گزار رہے ہیں بلکہ اشتراکیت کے سخت مخالفین یا امریکی خارجہ پالیسی سے اتفاق رکھنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی امریکی مہربانیوں سے لطف اٹھا رہی ہے۔ ان کے بارے میں تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں جو یقیناً قارئین کے لئے معلومات افزا ہوں گی۔

گوئٹے مالا کا سابق وزیر دفاع ''ہیکٹر گرامیجو موریلز'' جس کے بارے میں ۱۹۹۵ء میں امریکی عدالت نے حکم دیا تھا کہ وہ امریکہ اور گوئٹے مالا کے آٹھ شہریوں پر وحشیانہ تشدد اور گوئٹے مالا میں کئی خاندانوں کے قتل عام (جن میں ہزاروں انڈین بھی شامل تھے اور اسے ان کی ہلاکتوں کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا) کے ہرجانہ کے طور پر ۴۷ء۵ ملین ڈالر ادا کرے۔ ۱۹۹۱ء کے ایک عدالتی حکم نامہ پر ''گرامیجو'' نے اپنی صفائی میں کہا تھا کہ وہ ہارورڈ کے کینڈی اسکول آف گورنمنٹ کا فارغ التحصیل ہے جہاں اس نے امریکی حکومت کے وظیفہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ جج کی طرف سے اس کیس کا فیصلہ یہ سنایا گیا کہ ''شہادتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گرامیجو کی ہدایت پر شہریوں کے خلاف ایذا رسانی کی نفرت انگیزی کی مہم چلائی گئی۔'' اس عدالتی فیصلہ کے سامنے آنے پر محکمۂ دفاع نے گرامیجو سے فوجی سیمینار میں شرکت اور تقریر کرنے کا دعوت نامہ واپس لے لیا۔ اس واقعہ کے بعد گرامیجو عدالتی حکم کے باوجود ہرجانہ کی رقم ادا کئے بغیر گوئٹے مالا واپس چلا گیا۔ مگر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ اپنی سابقہ رہائش گاہ پر باتیں کرتے ہوئے اس نے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اس نے جو کچھ کیا وہ انسان دوستی کی ایک مثال ہے۔ اس کا کہنا تھا

کہ ہم نے ۱۹۸۲ء میں شہری ادارے قائم کئے جنہوں نے ۷۰ فیصدی آبادی کی ترقی کے لئے نہایت کامیاب اقدامات کئے جب کہ ۳۰ فیصد آبادی کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ حالانکہ اس سے قبل حکمت عملی یہ تھی کہ ۱۰۰ فیصد آبادی کو ہلاک کر دیا۔

☆ انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کرنے والوں کے نزدیک فلوریڈا بہترین جائے پناہ ہے۔ جہاں وہ ''ریٹائرمنٹ'' کے دن سکون سے گزار سکتے ہیں۔ کوئی انھیں ان کے جرائم یاد دلانے والا نہیں ہوگا۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ایل سیلواڈور کی مسلح افواج کے سربراہ سابق جنرل ''جوزگلیر موگارشیا'' پر جس سنگین جرم کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ یہ تھا کہ اس کی ہدایت پر فوج کے ''ڈیتھ سکواڈ'' نے ہزاروں بے گناہ افراد کو فتنہ انگیزوں کے شبہ میں ہلاک کر دیا تھا۔ اب یہی گارشیا ۱۹۹۰ء سے فلوریڈا میں نہایت پرسکون زندگی بسر کر رہا ہے۔

☆ گارشیا کا جانشین جنرل ''کارلوس یوجینیو وائڈز کسانووا'' جس نے ظالم ترین قومی گارڈ کے سربراہ کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دیں آج کل سن شائن اسٹیٹ میں رہائش پذیر ہے۔ ایل سیلواڈور کے لئے اقوام متحدہ کے سچائی کمیشن کے مطابق ''کارلوس وائڈز'' نے ۱۹۸۰ء میں تین امریکی راہباؤں کو بے حرمتی کے بعد ہلاک کرنے اور ایک امریکن کو قتل کرنے والے مجرموں کو نہ صرف بچایا بلکہ انھیں مکمل تحفظ بھی فراہم کیا۔ ایسے ہی کم از کم دو مواقع پر تو اس کی ذاتی طور پر موجودگی کی شہادتیں ہیں۔ ایک تو جب ڈاکٹر جوین روما گوزا آرک پر تشدد کیا جارہا تھا۔ آخر میں تو زخموں کی صورت حال اتنی خطرناک ہوگئی تھی کہ ان کی سرجری بھی نہیں کی جاسکتی تھی۔ اور جب وائڈز ۱۹۹۹ء میں ایک انٹرویو کے دوران یہ کہتا ہے کہ ''میں بار بار اپنے آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کیا میں نے کوئی غلط کام کیا ہے تو جواب ہمیشہ نفی میں ملتا ہے۔'' اس پر کیا تبصرہ کیا جاسکتا ہے۔

اسی زمانہ میں جب گارشیا اور وائڈز امریکہ میں رہائش پذیر تھے امریکی امیگریشن

والوں نے ایل سیلواڈور کے بہت سے پناہ گزینوں کو مزید پناہ دینے سے انکار کر دیا حالانکہ وہ اس خوف کا اظہار کرتے ہوئے دعویٰ کر رہے تھے کہ اگر انھیں واپس بھیجا گیا تو اس پر وحشیانہ تشدد کیا جائے گا یا مار دیا جائے گا۔

ہیٹی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کرنے والے بے شمار افراد بہت اطمینان کے ساتھ پچھلے چند سالوں سے امریکہ میں مقیم ہیں۔ انھیں حکام کی طرف سے کسی قسم کی تکلیف اور پریشانی کا سامنا نہیں ہے حالانکہ ان کے ہاتھ ڈویلیئر شاہی خاندان کے خون میں رنگے ہوئے ہیں۔ وہ جمہوری طریقے سے منتخب ہونے والے فادر جین برٹرنڈ آرسٹائیڈ کا ۱۹۹۱ء میں تختہ الٹنے کے مجرم ہیں اور فوجی انقلاب کے بعد ایک بار پھر ملک کو تشدد کے حوالے کرنے کے گناہ گار ہیں۔ امریکہ میں رہائش پذیر ان افراد کا مختصر ''تعارف'' قارئین کی نذر ہے۔

☆ لکنز کیمبرون جوفرینکوئس ''پاپا ڈوک'' ڈویلیئر کے دور حکومت میں وزیر داخلہ اور وزیر دفاع اور اس کے بیٹے اور جانشن جین کلاڈ ''بے بی ڈوک'' ڈویلیئر کے دور میں مشیر کے عہدوں پر فائز تھا۔

☆ لیفٹیننٹ کرنل پاؤل سمویئل جرمی ۱۹۸۶ء میں جب ''بے بی ڈوک'' سے تخت و تاج چھین لیا گیا تو لیفٹیننٹ کرنل جرمی کو ڈویلیئر مخالفین تشدد کے الزام کے تحت ۱۵ سال قید کی سزا ہوگئی جہاں سے وہ ۱۹۸۸ء میں فرار ہو گیا۔

☆ جنرل پراسپر آورل: ہیٹی کا ایک اور آمر جو حزب مخالف کے ارکان پر وحشیانہ تشدد کا ذمہ دار تھا، اس نے تشدد کے شکار ان خون آلود زخمیوں کو ٹی وی کے ذریعہ سب کو دکھایا۔ ۱۹۹۰ء میں غم وغصہ میں مبتلا عوام نے انقلاب کے ذریعہ اسے حکومت چھوڑنے پر مجبور کر دیا پھر امریکی حکومت نے اسے فلوریڈا میں پناہ دے دی جہاں اسے امید تھی کہ وہ ہمیشہ خوش وخرم زندگی بسر کرے گا، مگر ہوا یہ کہ اس کے ہاتھوں تشدد کا شکار ہونے والے

بعض افراد نے اس کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ مقدمے کی کارروائی کے دوران ایک موقع پر عدالت میں حاضر نہ ہونے کے باعث وہ مقدمے کی پیروی سے محروم ہو گیا۔ پناہ کی تلاش میں وہ مختلف ممالک میں پھرتا رہا، اس دوران ۱۹۹۴ء میں ایک امریکی فیڈرل جج نے امریکہ میں مقیم ہیٹی کے چھ باشندوں کو ۱۴ ملین ڈالرز دلوا دیئے۔

اریسٹرائیڈ کی جلاوطنی کے زمانہ میں ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۴ء کے دوران کرنل کارل ڈوریلین سات ہزار افراد پر مشتمل اس نفری کی نگرانی پر مامور تھا جو ایذا رسانی کی کارروائیوں کے لئے تشکیل دی گئی تھی۔ اس نفری کے ''فرائض'' میں اغوا، تشدد، زنا اور قتل جیسے عوامل شامل تھے اس کے کھاتے میں ہیٹی کے پانچ ہزار شہریوں کی ہلاکتیں شامل ہیں۔ کرنل ڈوریلین نے بھی فلوریڈا میں گھر لے لیا اور اپنے تمام ''فرائض'' سے فارغ ہو کر یہاں سکون کی زندگی گزارنے لگا۔

ہیٹی کے ''ڈیتھ سکواڈ'' کا سربراہ ''عمانویل کونسٹینٹ'' بھی امریکہ میں ہی رہائش پذیر ہے۔ یہ ٹھگوں کے پارلیمانی گروپ (FRAPH) کا بھی سابق سربراہ تھا جس نے قتل و غارت گری، تشدد، سرعام مارپٹائی اور لاچار ہمسایوں پر حملوں کے ذریعہ ہیٹی کے عوام کو مستقل خوف اور دہشت میں مبتلا کر رکھا تھا۔ یہ صورت حال اس وقت اور زیادہ سنگین ہو گئی جب ایسترادا کے خلاف انقلاب کی کامیابی کے بعد مخالفین کی قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوا۔ زندہ انسانوں کے اعضا کاٹ کاٹ کر پھینکنے کے مظاہرے سرعام ہوئے۔ ہیٹی میں ''کونسٹینٹ'' سی آئی اے کا تنخواہ دار ملازم تھا اور اب نیویارک میں رہائش پذیر ہے۔ امریکی محکمہ خارجہ نے ''کونسٹینٹ'' کے حوالے سے ہیٹی کو تحویل مجرمین کی درخواست رد کرتے ہوئے اس کی اپنے ملک واپسی روک دی ہے۔

☆ آرمینڈ و فرینڈز زلیریوس چلی ملٹری سکواڈ کا رکن تھا جو ۱۹۷۳ء کے انقلاب کے بعد کم از کم ۷۲ سیاسی قیدیوں پر تشدد اور ان کی ہلاکت کا ذمہ دار ہے۔ فرینڈز بھی آج کل

امریکہ میں مقیم ہے۔ بظاہر وہ ملٹری سکواڈ کا رکن تھا مگر نیوشے کے دور حکومت میں چلی کی بدنام زمانہ خفیہ پولیس DINA کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ امریکہ میں اس کی مستقل رہائش کا پس منظر یہ ہے کہ اس نے امریکی سرکاری وکلاء کے ساتھ سودے بازی کر کے وعدہ معافی گواہ کی حیثیت سے ایک تحریری بیان دیا جس کے مطابق چلی کے سابق اہلکار آورلینڈ ولیٹلیئر کا ۱۹۷۶ء میں واشنگٹن ڈسی بم دھماکے میں قتل دراصل DINA کی سازش تھی۔ چلی کی حکومت نے امریکہ سے درخواست کی کہ فرینڈز کو اس کے حوالے کر دیا جائے مگر اس کے وکلاء نے یہ موقف اختیار کیا کہ ان کے مؤکل اور محکمۂ انصاف کے درمیان ہونے والے ۱۹۸۷ء کے عدالتی معاہدہ کی رو سے فرینڈز کو کبھی بھی چلی واپس نہیں بھیجا جائے گا۔ محکمۂ انصاف کے حکام نے فرینڈز کے تحفظ کے اس معاہدہ کی شرائط پر کسی بھی قسم کا تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا جو محکمۂ تحویل میں سربمہر ہے۔

☆ چلی کے مائیکل ٹاؤنلے کا خفیہ قتل کی وارداتوں میں نہایت نمایاں کردار تھا۔ اس نے کچھ امریکی جیل میں خدمات سرانجام دیں اور آج کل فیڈرل وٹنس پروٹیکشن پروگرام کے ساتھ منسلک ہے اس لئے اگر کبھی اس سے ملیں گے تو جان نہیں سکیں گے کہ یہ کون ہے اور اس کا ''ماضی'' کیا ہے؟

☆ ارجنٹائن کا ایڈمرل ''جورگے ایزکو'' جو کہ ''ناپاک جنگ'' کے زمانہ (۱۹۷۶-۸۳ء) کے بدنام زمانہ تشدد کے مرکز ''ایسکیولا مکینیکا'' کے ساتھ نہایت سرگرم رکن کی حیثیت سے وابستہ تھا آج کل ''ہوائی'' میں مقیم ہے اور پرسکون زندگی بسر کر رہا ہے۔

☆ ہونڈراس آرمی کی ''بٹالین ۳۱۶'' جو کہ سی آئی اے کی تربیت یافتہ خفیہ تنظیم تھی اور جس نے ۱۹۸۰ء کی دہائی میں بائیں بازو کے سیکڑوں ارکان کو قتل کیا تھا اس کے کم از کم دو سرگرم ارکان آج کل جنوبی فلوریڈا میں مقیم ہیں اور زندگی سے لطف اٹھا رہے ہیں۔

☆ ایتھوپیا کا ''کیسا سانیگاوا'' اٹلانٹا کے تشدد کے مقدمہ میں مدعیٰ علیہ تھا جب وہ

مقدمہ ہار گیا اور ہرجانہ ادا کرنے کا موقع آیا تو وہ غائب ہو گیا۔

کہاں؟...... یہ بتانے کی ضرورت نہیں سب ہی جانتے ہیں......

☆ انڈونیشا کا ایک جرنیل "سنتا نک پنجیتن" بھی امریکہ میں رہائش پذیر ہے۔ یہ مشرقی تیمور ۱۹۹۱ء کے سانتا کروز قتل عام کا ذمہ دار ہے جس میں سیکڑوں لوگ مارے گئے تھے۔

☆ "تھیون پراسیتھ" امریکہ کے اصرار پر پال پوٹ کی خیمر روج کے لئے ۱۹۷۹ء سے ۱۹۹۳ء تک کمبوڈیا کا ایلچی برائے اقوام متحدہ رہا حالانکہ خیمر روج ۱۹۷۹ء میں اقتدار سے باہر ہو گئی تھی۔ پراسیتھ پال پوٹ کے انسانیت سوز جرائم کا نمایاں عذرخواہ تھا اور اس نے ان جرائم کو دنیا سے پوشیدہ رکھنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ آج کل وہ ماؤنٹ ورنن، نیویارک میں آرام اور سکون کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

☆ جنرل منصور مہراری جو کہ شاہ ایران کے دور میں جیل خانہ جات کا انچارج تھا اور اپنے وقت کا نہایت بدنام اذیت رساں اور تشدد پرست تھا، جہاں ایذا رسانی اور تشدد کا ذکر ہوتا ہے وہاں اس کا نام ضرور آتا ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے یہ بھی امریکہ میں مقیم ہے باوجود اس کے کہ ایرانی ملاؤں نے اس کے سر کی قیمت لگا رکھی ہے۔

☆ ویتنام جنگ کے دوران اذیت رسانی، تشدد اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں جیسے جرائم قبول کرنے والے جنوبی ویتنام کے ۱۲۰ افسر بھی کیلیفورنیا میں قانونی طور پر رہائش پذیر ہیں۔

☆ کیلیفورنیا میں مقیم بے شمار ویتنامیوں نے ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۰ء کی دونوں دہائیوں میں اپنے ان ہم وطنوں کے خلاف دہشت گردی اور تشدد کی کارروائیاں جاری رکھیں جن کے بارے میں انھیں شبہ تھا کہ یہ مکمل طور پر اشتراکیت مخالف نہیں ہیں۔ بعض صرف اس وجہ سے حملوں کا نشانہ بنے کہ انھوں نے دہشت گرد سرگرمیوں کی مذمت کی تھی۔ "اشتراکیت مخالف ویتنامی تنظیم" اور "اشتراکیت مٹاؤ قوم بچاؤ" نامی تنظیم نے سیکڑوں

مواقع پر قتل و غارت گری کی، کاروباری مراکز تباہ کیے، گاڑیاں نذر آتش کیں، ویتنامی اخبارات کی اشاعتیں روک دیں اور اہم شخصیات کو قتل کی دھمکیاں دینے کے علاوہ منظّم جرائم کی ہر ممکنہ شکل کے ذریعہ کاروبار حیات کو مکمل طور پر مفلوج کر دیا۔ ان جرائم کے خلاف گواہیاں بھی تھیں اور دعوے بھی دائر کیے گئے مگر ہوا یہ کہ قتل کے چند مقدمات میں بظاہر کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں مگر بہت ہی جلد ان ملزمان کو یا تو رہا کر دیا گیا یا پھر بری کر دیا گیا۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی فرائض کی ادائیگی کے حوالے سے تغافل اور عدم توجہی کا یہ رویہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس سلسلے میں امریکی حکام کے ساتھ ان کا کوئی معاہدہ ہو چکا تھا۔

☆ سابقہ یوگوسلاویہ کے وہ باشندے بھی جن پر ان ہی کے ہم وطنوں نے جنگی جرائم کے الزامات عائد کیے، امریکہ میں مقیم ہیں۔

مندرجہ بالا آمروں اور دہشت گردوں میں سے بعض امریکہ کی مہربانی سے کسی تیسرے ہی ملک میں قیام پذیر ہیں جہاں وہ پورے تحفظ اور سکون کے ساتھ شاندار زندگی بسر کر رہے ہیں (انھیں اس قابل کر دیا گیا ہے کہ ان کے بینک اکاؤنٹس ایک بار پھر انھیں مل گئے ہیں) ان میں ہیٹی سے تعلق رکھنے والے چند امریکی ''مہمانوں'' کے نام مندرجہ ذیل ہیں جو ابھی بھی زندہ ہیں اور امریکہ کی فراہم کردہ خوشیوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ جنرل راؤلی کیڈراس صدر جین کلاڈ ''بے بی ڈوک''، ڈویلیئر اور نیفٹرٹس پولیس چیف جوزف مائیکل فرینکوئس وغیرہ وغیرہ۔

اس تمام پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے صرف ان دو جملوں پر ایک نظر ڈالئے جو ۱۹۹۸ء میں صدر کلنٹن نے دہشت گردی کے حوالے سے اقوام متحدہ کے اجلاس سے خطاب کے دوران کہے۔ صدر کلنٹن فرماتے ہیں:

"دہشت گردی کے حوالے سے ہماری عالمی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ایک تو یہ کہ دہشت گردوں کی سرپرستی نہ کی جائے اور دوسرے انھیں پناہ نہ دی جائے۔"

تحویل مجرمین یا مقدمہ بازی

بین الاقوامی فوج داری مقدمہ بازی کے نظام کے تحت تمام حکومتوں کا یہ فرض ہے کہ وہ قتل وغارت گری، دہشت گردی، جنگی جرائم اور تشدد کی کارروائیوں کے مرتکب افراد کے خلاف فوج داری مقدمہ بازی کریں۔ اس بنیاد پر اصول کے مکمل نفاذ کے لئے ان تمام ممالک پر جہاں جرائم کے مرتکب افراد موجود ہیں یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ انھیں متاثرہ حکومت کے حوالے کر دیں۔ (قانون کے مطابق متاثرہ ملک کی وضاحت اس طرح سے کی گئی ہے کہ وہ ملک جہاں جرم کیا گیا ہو یا وہ ملک جس کے شہری متاثر ہوئے ہوں یا پھر وہ ملک جس کی شہریت مجرم کے پاس ہو) یا پھر خود اس کے خلاف مقدمہ بازی کریں۔ "نیوشے کیس" کی مثال یہاں صادق آتی ہے جس کا آغاز ۱۹۹۸ء میں برطانیہ میں ہوا۔

امریکی حکومت نظریاتی طور پر "تحویل مجرمین کے مقدمہ بازی" کے اس اصول کی بہت بڑی حامی ہے اور درحقیقت چند سال پیش تر وہ بین الاقوامی عدالت انصاف کے روبرو ایک ایسی ہی درخواست لے کر گئی تھی جس میں لیبیا کی حکومت سے ان دو افراد کو امریکہ کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا جن پر الزام تھا کہ وہ پین ایم کی پرواز ۱۰۳ میں بم دھماکے کے ذمہ دار ہیں۔ امریکی حکومت ان ملزمان کے خلاف بھی اس اصول کو بروئے کار لانے کی مکمل حمایت کرتی ہے جنھیں سابقہ یوگوسلاویہ اور روانڈا کے لئے قائم کئے جانے والے جنگی جرائم کے بین الاقوامی ٹریبونل نے جنگی مجرم قرار دیا تھا۔ ٹیکساس میں موجودگی کا انکشاف ہوا۔ اسے فوری طور پر حراست میں لے لیا گیا اور ریاست کے فیڈرل کورٹ میں تحویل مجرمین کی فوج داری کارروائی کے لئے پیش کر دیا گیا۔

امریکہ میں پناہ گزین جنگی مجرمان کی بہت بڑی تعداد کے بارے میں جن کا اوپر

کے صفحات میں ذکر کیا جاچکا ہے امریکہ کا فیصلہ یہ ہے کہ نہ تو انھیں ان کی حکومتوں کے حوالے کیا جائے گا نہ ان کے خلاف فوج داری مقدمہ بازی کی جائے گی۔ یقیناً یہ رویہ سرد جنگ کی باقیات کو ظاہر کرتا ہے۔

دوسرے ممالک کی پناہ گاہیں ناقابل برداشت ہیں......

۱۹۹۵ء میں صدر کلنٹن کے دستخط شدہ صدارتی حکم کا متن یہ تھا:

> ''اگر کوئی ایسی ریاست ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرتی جس نے ہمارے مطلوبہ دہشت گرد کو پناہ دے رکھی ہے تو ہم تعاون پر آمادہ کرنے کے لئے اس ریاست کے خلاف کسی بھی سخت ترین کارروائی کے مجاز ہوں گے۔ میزبان حکومت کے تعاون کے بغیر مشتبہ افراد کی واپسی کا سب سے مؤثر طریقہ طاقت کا استعمال ہے۔''

آپ نے دیکھا کہ کلنٹن انتظامیہ نے ان ممالک کو سزا دینے کا کتنا مصمم ارادہ کرلیا تھا جو دہشت گردوں کو پناہ دینے کے معاملہ میں اس کی برابری کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ پس فروری ۱۹۹۹ء میں ان کی جانب سے فیصلہ سنایا گیا کہ ہم ان ممالک کے دہشت گردی کی سہولیات کے مراکز کو بم سے اڑا دینے کا حق رکھتے ہیں۔

دہشت گردی کی لڑائی میں کلنٹن کے کوآرڈینیٹر رچرڈ کلارک نے مزید وضاحت کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ''ہم صرف دہشت گردی کی سہولیات کو ہی تباہ و برباد نہیں کریں گے بلکہ اگر میزبان ملک 'مصروف پناہ گاہ' ہے تو اس کو دی جانے والی تمام سہولیات ختم کر کے اس کے خلاف سخت ترین انتقامی کارروائی بھی کرسکتے ہیں۔''

میں نے بہت کوشش کی کہ مسٹر کلارک سے ان کے وائٹ ہاؤس کے دفتر میں ملاقات کی کوئی سبیل نکل آئے' دراصل میں ان سے پوچھنا چاہتا تھا کہ امریکہ کو ''معروف معاون پناہ گاہ'' کے خطاب سے نوازنے کی اس تجویز کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے

جو کیوبا کی جانب سے پیش کی جا سکتی ہے اور جو ''حق'' آپ جتاتے ہیں بالکل اسی طرح کیوبا بھی سی آئی اے ہیڈ کوارٹر کو بم سے اڑا دینے اور دیگر اہم جگہوں میامی میں قائم کیوبا کے جلاوطنی کے دفتر کو تباہ کرنے کا ''حق'' رکھتا ہے۔ بہرحال مجھے بتایا گیا کہ ''مسٹر کلارک کے پاس عام لوگوں سے بات کرنے کے لئے وقت نہیں ہے'' ...... افسوس ...... پس میں نے ایک موہوم سی امید کے ساتھ اپنے ان سوالات پر مشتمل ایک خط ان کے نام روانہ کر دیا کہ شاید مجھے اس کا جواب مل جائے۔ (روگ اسٹیٹ ص ۱۱۵ تا ۱۲۴)

☆☆☆

امریکہ کی دہشت گرد تنظیمیں

امریکیوں کو دنیا بھر میں آزادی کی تحریک چلانے والے دہشت گرد نظر آتے ہیں۔ مثلاً فلسطین و چیچنیا وغیرہ میں لیکن جو حقیقی دہشت گرد خود امریکہ میں پائے جاتے ہیں امریکہ اور امریکی میڈیا ان کے بارے میں خاموش کیوں ہے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ خود دہشت گردوں کی پرورش کرتا ہے اور امر واقعہ بھی یہی ہے۔ آیئے ذیل کی تحقیق سے اندازہ لگایا جائے کہ امریکہ میں کس قدر دہشت گرد تنظیمیں ہیں اور ان کے پشت پناہ بھی۔

امریکیوں کی انتہا پسندی، دہشت پسندی اور بنیاد پرستی کی سات اقسام ہیں۔

۱- Aryan Nationas: یہ سفید نسل پرست لوگ ہیں اور ان کا سرغنہ ایک عیسائی پادری ہے۔

۲- Survivalists: یہ لوگ امریکہ کی متوقع اقتصادی اور سیاسی تباہی کے انتظار میں خوراک پانی اور اسلحہ جمع کر رہے ہیں۔ انھوں نے امریکہ کے جنگلوں اور پہاڑوں میں اپنی کمین گاہیں قائم کر رکھی ہیں۔

۳- Patriots: یہ گروپ امریکہ کی مرکزی حکومت کے خلاف ہے۔ ان کے خیال میں امریکی حکومت ریاستی، مقامی اور انفرادی حقوق ضبط و غصب کر رہی ہے۔ اس لئے یہ تنظیم عوام کو حکومت سے مسلح تصادم کے لئے تیار کر رہی ہے۔

۴- Militias: یہ تنظیمیں عوام کو خصوصی فوجی ٹریننگ مہیا کر کے حکومت سے ٹکراؤ کے لئے تیار کر رہی ہیں۔ ان کے پاس اسلحے کے وسیع ذخائر موجود ہیں اور ان کے خیال میں امریکی دستور خطرے میں ہے جس کی مسلح حفاظت ضروری ہے۔

۵- Christian Identity (عیسائی تشخص): یہ تنظیمیں عیسائی مذہب کے

نام پر دہشت گردی کو ضروری خیال کرتی ہیں۔ ان کے نظریات کے مطابق شمالی یورپ کے عیسائی اور ان کی نسلیں بائبل کے ''چنیدہ لوگ'' ہیں اور یہودی شیطان کی ذریت ہیں۔ اس لئے مغرب کو شیطان اور اس کی ذریت سے بچانا ضروری ہے۔

۶- Bosse Comitatus: ان لوگوں کے خیال میں امریکہ کا اقتصادی نظام یہودیوں کے کنٹرول میں ہے اور اسے آزاد کروانے کے لئے مسلح بغاوت کی ضرورت ہے۔

۷- Wise Use: یہ لوگ ''کان کنی'' اور لکڑی کی تجارت کی کمپنیوں کے غنڈے ہیں۔ ان کے خیال میں امریکہ کی حکومت نے ان پر ناجائز پابندیاں لگا رکھی ہیں جس کے تدارک کے لئے دہشت گردی ضروری ہے۔

ان سات مکاتب دہشت گردی سے تعلق رکھنے والی تنظیمیں وہ ہیں جو کہ کھلے عام کام کرتی ہیں۔ ان کے علاوہ زیرزمین، منشیات فروش، جرائم پسند اور دیگر زیرزمین تنظیموں میں سے چند ایک کا تعارف بھی پیش خدمت ہے۔

۱- United States Militia Association: یہ تنظیم خانہ جنگی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ اس کا صدر دفتر Footid Ahoblack میں واقع ہے۔

۲- Almost Heaven: یہ تنظیم صرف اس قانون کی پابند ہے جو بائبل کے خلاف نہیں۔ یہ لوگ حکومت کے افسران پر غداری کے مقدمے چلا کر ان کو پھانسی دینے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

۳- Militia of Montana: یہ سب سے خطرناک گروہ ہے جو کتب، ٹیپ، ویڈیو اور ملٹری ٹریننگ کے ذرائع سے عوام کو خانہ جنگی کے لئے تیار کر رہا ہے۔

۴- Michigan Militia Corps: اس کا سربراہ ایک پادری ہے جو اسلحے کا تاجر بھی ہے۔ اس کی فوج بارہ ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ اسلحے کے وسیع ذخائر کی مالک اس تنظیم کے خیال میں اقوام متحدہ امریکہ کو بین الاقوامی گورنمنٹ میں شامل کرنا

چاہتی ہے۔

۵- Mark Koernke: یہ گروہ عیسائیوں کے بین الاقوامی ریڈیو اسٹیشن WWCR پر ہفتے میں پانچ بار تشدد پسندی پر مبنی پروگرام نشر کرتا ہے۔

۶- American Justice Federation: اس کی سربراہ ایک خاتون وکیل ہے۔ یہ گروپ نیو ورلڈ آرڈر (نیا نظام عالم) کے خلاف پروگرام نشر کرتا ہے۔

۷- Police Against the New World Order: اس گروپ کا سربراہ ایک سابق پولس افسر ہے جو اپنے ذاتی ریڈیو پر حکومت اور نیو ورلڈ آرڈر کے خلاف پروگرام نشر کرتا ہے۔

۸- Guarudians of American Liberties: یہ گروپ امریکن حکومت کی بدعنوانیوں سے تنگ آکر خانہ جنگی میں مصروف ہے۔

۹- Texes Constitutional Al Militia: یہ گروپ بھی حکومت کی بدعنوانیوں سے تنگ آکر خانہ جنگی میں مصروف ہے۔

۱۰- Citzen Govt: یہ گروپ 4.B.S. یعنی بائبل، بندوق Beans اور Bandages کے ذریعہ امریکی حکومت کے امریکن عیسائیوں پر حملہ کا دفاع کرنا چاہتا ہے۔ اسلحہ خرید کر اسٹور کیا جارہا ہے۔

۱۱- Florida State Militia: یہ لوگ منشیات، جرائم، تشدد اور خون خرابے کو امریکن حکومت کی پالیسیاں سمجھتے ہیں اور خانہ جنگی سے امریکن حکومت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

۱۲- Blue Ridgbhunt Club: یہ تنظیم حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کے لئے تیاری کر رہی ہے۔

۱۳- Constitution Defence Militia: یہ گروپ حکومت، اسلحہ پر

پابندی اور اقوام متحدہ کو امریکی عوام کے مفادات کے خلاف سمجھتا ہے۔
ان کے علاوہ ذیل کی دہشت گرد تنظیمیں بھی پائی جاتی ہیں جن کے صرف نام دینے پر اکتفا کیا جائے گا۔

۱- بلیک لبریشن آرمی
۲- کرسچین پیٹریوٹس ڈیفنس لیگ
۳- کوویننٹ دی سورڈ اور آرم آف دی لارڈ (CSA)
۴- کوکلس کلان (Kuklux Klan)
۵- Macheteros
۶- موو (Move)
۷- نیونازی (Neo Nazis)
۸- نیو ورلڈ لبریشن فرنٹ
۹- اومیگا 7
۱۰- دی آرڈر
۱۱- پوسے کومیٹیٹس (Comititus)
۱۲- پورٹوریکن آرم، فورسز آف دی ریولوشن
۱۳- اسکن ہیڈز (Skin Heads)
۱۴- سمبیونیز لبریشن آرمی
۱۵- یونائیٹڈ فریڈم فرنٹ
۱۶- ویدر انڈر گراؤنڈ

ان تنظیموں کے علاوہ امریکہ میں چند دہشت گرد یہودی تنظیمیں بھی پائی جاتی ہیں جو نہایت خطرناک اور طاقت ور ہیں۔ میرا غالب گمان یہی ہے کہ ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کا کرشمہ اور

سازش انھوں نے ہی رچا تھا اور نہایت عیاری و چالاکی کے ساتھ اس کا رخ مسلمانوں کی طرف موڑ دیا تھا' وہ دہشت گرد تنظیمیں یہ ہیں۔

۱- ارگون زوائے لیوی

۲- جیوش ڈیفنس لیگ (جی.ڈی.ایل)

۳- ایل ایچ آئی

۴- موساد کی برانچ ''ایم ای''

ان دہشت گرد یہودی تنظیموں کے بارے میں تفصیلی گفتگو طوالت کا باعث ہوگی۔ بس ان کے بارے میں یہ جان لینا کافی ہے کہ ان تنظیموں نے پورے عالم اسلام کے خلاف فتنہ و فساد، انارکی، خون خرابہ اور دہشت گردی کا بازار گرم کر رکھا ہے اور اب تو عالم اسلام کا نقشہ ہی تبدیل کر دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ جس کو آج کل کی سیاسی زبان میں بقول امریکی صدر جارج ڈبلیو بش ''نقشۂ راہ'' سے تعبیر کیا جا رہا ہے؛ لا سمح اللہ۔

یہ تو مختصر تذکرہ تھا ''عیسائی اور یہودی'' دہشت پسندی اور دہشت گردی کا، اب ان کے پشت پناہوں کی بابت بھی کچھ ملاحظہ فرمالیں۔

۱- Cheno Weth: یہ امریکی کانگریس کی ممبر خاتون ہیں۔ دہشت گرد تنظیموں سے ہمدردی رکھتی ہیں۔ ان کے خیال میں یہ تنظیمیں بے ضرر ہیں اور ان کے خلاف حکومت کی کارروائی غلط ہوگی۔

۲- Colorado کے State Senstor اپنی ریاست کے تشدد پسند گروہ کے لیڈر ہیں۔ جہاں تک عوام کا تعلق ہے 56% امریکی عوام ان دہشت گرد عیسائی تنظیموں کے حق میں ہیں۔ گویا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ امریکی عوام کی اکثریت عیسائی بنیاد پرستی اور دہشت گردی کی حامی ہے۔

(رواداری اور مغرب؟ ص ۹۷،۱۰۲، ۱۱۳-۱۱۵۔ سہ روزہ دعوت نئی دہلی ۲۸ر نومبر ۲۰۰۱ ص ۱۲۵-۱۲۹)

اب ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ نمبر ایک دہشت گرد ملک ہے مگر کس کی مجال ہے کہ لب ہلائے اور کہے کہ امریکہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک ہے۔

کچھ تو دے اے فلکِ ناانصاف!
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
(غالب)

عالمی شہرت یافتہ امریکی مصنف ولیم بیلم کے الفاظ میں:

''۱۱ر ستمبر کے ڈھائی ماہ بعد دنیا کی طاقت ور ترین قوم نے دنیا کے غریب اور پس ماندہ ترین ممالک میں سے ایک افغانستان پر میزائیلوں کی بارش کر کے دنیا بھر کو یہ سوال کرنے پر مجبور کر دیا، بڑا دہشت گرد کون ہے؟ کس نے زیادہ بڑی تعداد میں معصوموں، بے گناہوں، بے کسوں اور لاچاروں کی جان لی؟ ۱۱ر ستمبر کو دہشت گردوں نے اپنے فضائی بموں سے یا پھر افغانستان میں امریکہ نے اپنے کروز میزائیلوں، ڈیزی کٹر اور کلسٹر بموں سے؟؟ (روگ اسٹیٹ مترجم ص ۱۳)

شرع و آئین پر مدار سہی
ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی؟
(غالب)

☆☆☆

اسرائیل اور دہشت گردی

یہودی پروپیگنڈے نے ہٹلر کو بہت بدنام کیا ہے مگر ہٹلر نے اپنی آخری وصیت میں یہودیوں کے متعلق جو بات کہی تھی وہ نہایت بصیرت افروز تھی، اور یہودیوں کے متعلق ہٹلر کے طویل ترین تجربات کی آئینہ دار بھی کہی جا سکتی ہے۔ وہ بات کل بھی مبنی بر حقیقت تھی اور آج بھی حقیقت کا روپ دھارے ہوئے ہے۔ ہٹلر کی آخری وصیت کے الفاظ یہ تھے:

> ''اگر دنیا نے تیسری جنگ کی تباہی کا سامنا کیا تو میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس تباہی کے پیچھے یہودیوں کا ہاتھ ہوگا۔ آج مجھے دنیا یہودیوں کا قاتل سمجھتی ہے کل یہی دنیا مجھے اس بات پر خراج تحسین پیش کرے گی کہ میں نے امن عالم کے سب سے بڑے دشمنوں کو سمجھنے میں غلطی نہیں کی۔'' (بین الاقوامی تعلقات ص ۸۲)

آج دنیا میں جہاں بھی شر و فساد، خون خرابہ اور جنگ و جدل کا بازار گرم ہے اس کے پیچھے یہودیوں کا خفیہ ہاتھ ضرور کام کر رہا ہے اور خلیج کی دونوں جنگیں نیز جنگ افغانستان یہودیوں کی سازشوں کا ہی شاخسانہ ہے۔

فساد فی الارض اور دہشت گردی تو یہودیوں کی فطرت میں داخل ہے جس کی تاریخ بہت پرانی ہے، بزعم خویش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا اور نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے قتل کے منصوبے بنائے۔ یہ تو صدیوں پرانی بات ہے جس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ صرف انیسویں اور بیسویں صدی میں ان کے جرائم اس قدر ہیں کہ ان کا ہی شمار کرنا امر محال ہے۔ یہاں میں ان کی چند دہشت گردانہ کارروائیوں کے ذکر پر ہی اکتفا کروں گا۔ تقریباً ۱۹۳۰ء سے انھوں نے اپنی دہشت گرد کارروائیوں میں تیزی

پیدا کی ہے جن کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جارہی ہیں۔

☆ نومبر ۱۹۴۴ء میں برطانوی وزیر برائے مشرق وسطیٰ کا قتل۔

☆ ۲۲ رجولائی ۱۹۴۴ء کو ڈیوڈ ہوٹل کو اڑا دینا جس میں ۹۱ عرب مارے گئے۔

☆ اکتوبر ۱۹۴۶ء سے دسمبر ۱۹۴۷ء کے درمیان برطانوی وزراء کابینہ کو خطوں میں بم بھیجنا۔ جس کی کئی وارداتیں ہوئیں۔

☆ ۹ راپریل ۱۹۴۸ء کو ۲۵۴ پرامن اور غیر مسلح عرب دیہاتیوں کا دیریاسین میں قتل عام۔

☆ دسمبر ۱۹۴۷ء سے اکتوبر ۱۹۴۸ء کے درمیان سات لاکھ فلسطینی عربوں کو اپنے گھربار چھوڑ کر باہر نکل جانے پر مجبور کردینا۔

☆ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۷ء تک کے اعداد وشمار کے مطابق ۳۸۵ عرب گاؤں کو نہایت منظم طریقہ پر نیست ونابود کردینا۔

☆ ۲۹ راکتوبر ۱۹۵۶ء کو اسرائیل میں ایک عرب گاؤں ''کفرقاسم'' کے ۴۷ باشندوں (جن میں ۹ عورتیں اور ۷ بچے تھے) کو قتل کردینا۔

☆ ۱۷ ردسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کے نگراں کاؤنٹ برناڈٹ کا قتل۔

☆ ۵ رجون ۱۹۶۷ء کو اسرائیل کا قاہرہ اور دوسرے ہوائی اڈوں پر اچانک حملہ کر کے تیسری جنگ چھیڑ دینا۔

☆ ۲۱ راگست ۱۹۶۹ء کو یروشلم میں ۱۴۰۰ سو سال پرانی مسجد مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کرنا اور پھر اسے نذر آتش کردینا۔

☆ ۲۸ راپریل ۱۹۷۲ء کو عقربہ گاؤں کے باشندوں کے کھیتوں پر ہیلی کاپٹر کے ذریعہ نباتات کش کیمیاوی ادویہ چھڑک کران کھیتوں کا تباہ کردینا۔

☆ اپریل ۱۹۸۲ء میں یروشلم کی مسجد میں گولیاں چلانا۔

☆ ۲۲ ردسمبر ۱۹۸۲ء کو صبرا اور شتیلہ نامی پناہ گزینوں کے کیمپوں میں نہتے لوگوں کا

قتل عام جس میں ۳۰۰۰ سے زائد عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔

☆ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو تیونس میں پی ایل او کے صدر دفتر پر زبردست بمباری جس میں ۱۶۰ اشخاص لقمۂ اجل بن گئے۔

☆ ۱۹۸۷ء میں فلسطینی پناہ گزینوں کا دوبارہ بے رحمی سے قتل عام۔

☆ عراق کا ایٹمی ری ایکٹر ہوائی حملہ سے اڑا دینا۔

(سہ روزہ دعوت ۲۸ رنومبر ۲۰۰۱ ص ۹۰، ۹۱)

یہ اسرائیل اور یہودی دہشت گرد تنظیموں کی دہشت گردانہ کارروائیوں کی چند مثالیں ہیں۔ اگر تفصیلی جائزہ لیا جائے تو اس کے لئے دفتر کے دفتر ناکافی ہوں گے۔ آج امریکہ گلا پھاڑ پھاڑ کر دہشت گردی کے خلاف اعلان جنگ کر رہا ہے اور پوری مسلم دنیا نیز ہر مسلمان اس کو دہشت گرد نظر آتا ہے لیکن کیا امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل کی ہم نوا طاقتوں کو یہودیوں کی یہ دہشت گردانہ کارروائیاں کبھی نظر آئی ہیں؟ اور فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی دہشت گردی کی کبھی تحقیقات کروائی گئی ہے؟

مقدروں کے نوشتے میں ہاتھ کس کا ہے؟
یہ اک سوال ہے؟ یارانِ نکتہ داں کے لئے
(شورش)

☆☆☆

دہشت گردی حقیقت کے آئینے میں

صحیح تاریخ یاد نہیں ہے غالباً نومبر 2012 کی بات ہے کہ ٹی وی پر یہ خبر دیکھی گئی کہ امریکہ میں ایک شخص نے اسکول میں گھس کو بچوں پر ادھادھند فائرنگ کر دی ہے جس کی وجہ سے کچھ بچے زخمی اور کچھ بچے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ یہ دل دوز منظر دیکھ کر امریکی صدر اوباما کی آنکھوں میں آنسو آگئے، کیا کبھی فلسطینی، عراقی اور افغانستانی بچوں کی موت پر بھی جناب صدر کی آنکھوں میں آنسو دیکھے گئے؟ امریکہ میں ایک سروے سے پتہ چلتا ہے کہ تقریباً ہر ماہ اس قسم کا واقعہ پیش آتا رہتا ہے مگر میڈیا میں اس پر زیادہ بحث نہیں ہوتی ہے نہ ان کو دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے، نہ ان کے خفیہ ٹھکانوں کا پتہ لگایا جاتا ہے، نہ ان کی تنظیم کے بارے میں کوئی معلومات فراہم کی جاتی ہے۔ ایک شخص کی ذاتی کارروائی کہہ کر بات ختم کر دی جاتی ہے۔

اسی طرح 27.3.2012 کو پوری دنیا میں Zee نیوز اور Star نیوز پر نہایت دکھ اور غم کے ساتھ یہ خبر دیکھی اور سنی گئی کہ نکسلیوں نے خفیہ بچھائے ہوئے بم سے بارہ ہندوستانی نوجوان فوجیوں کو شہید کر دیا ہے۔ (اسٹار نیوز صبح ۹:۳۰ منٹ بوت متحدہ عرب امارات) اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود ان کے سردار کے سر کی قیمت نہیں لگائی جاتی ہے، اقوام متحدہ میں ان کے خلاف کوئی قرارداد نہیں پاس کرائی جاتی ہے، نہ ہی میڈیا میں ان کی دہشت گردی کے خلاف کوئی شور سنائی دیتا ہے، بلکہ ان کی شرطوں کو منظور کر لیا جاتا ہے۔ آخر وجہ کیا ہے؟

اس کے برعکس بین الاقوامی اور ہندوستانی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا دونوں کا کردار مسلم امۃ کے حق میں افسوس ناک اور اذیت ناک رہا ہے۔ ناحق مسلم دہشت گردی

کا اس طرح پر چار کیا ہے اور اس کو اتنی شدید ہوا دی ہے اور اس کو قدر اچھالا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ پوری دنیا مسلم دہشت گردی کے سائے میں جی رہی ہے۔ دراصل یہ شور، یہ ہنگامہ اور غوغا آرائی اپنی دہشت گردی کے چھپانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ ورنہ آیئے ایمان داری اور غیر جانب داری سے فیصلہ کیا جائے اور گہرائی سے جائزہ لیا جائے کہ کیا واقعی دنیا بھر میں مسلم دہشت گرد زیادہ ہیں یا غیر مسلم دہشت گرد؟

ذیل میں پوری دنیا میں پائی جانے والی دہشت گرد تنظیموں کا احصاء کیا گیا ہے اور ان کی ایک فہرست تیار کی گئی ہے اگرچہ یہ فہرست نامکمل ہے۔ مگر اس پر وکی پیڈیا کی مہر لگی ہوئی ہے، اس لئے اب اس فہرست کی روشنی میں آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی کہ مسلم دہشت گردی کے پروپیگنڈے میں کتنی سچائی ہے اور کون دہشت گرد دنیا میں کتنی فیصد میں پائے جاتے ہیں اور مسلم دہشت گردی کی شرح کتنی ہے۔

ڈاکٹر حقی حق ٹیررازم کی تاریخ پر گفتگو کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

''یہ جان کر حیرانی ہوتی ہے کہ آج جن پر دہشت گردی کا الزام لگا کر قابل گردن زدنی قرار دیا جارہا ہے دہشت گردی کے ارتقائی مدارج میں ان کا کوئی کردار ہی نہیں ہے۔ ٹیررازم کے بتدریجی ارتقاء سے ۱۹۶۰ء کے عشرے تک مسلمان اس کار بد میں کسی طرح بھی شریک نہیں تھے۔ انقلاب فرانس کی بچہ دانی سے جس طرح ٹیررازم کو کاٹ کر نکالا گیا یہ بذات خود سنسنی خیز اور غیر فطری عمل تھا۔ اس غیر فطری عمل کی نظریاتی آبیاری یورپی دانشوروں نے کی اور اس کی عملی حدود روس اور یورپی انقلابیوں نے متعین کیں۔ فرانس سے اس کا آغاز ہوا اور روس میں اس کے پہلے ٹیسٹ کیس کا مظاہرہ کیا گیا۔ امریکہ نے اس میں تکنیک، جدت، گہرائی، شدت اور پراسس کا اضافہ کیا۔ انقلاب فرانس سے ۱۹۶۰ء کے عشرے تک ٹیررازم کے ارتقائی دور کے ڈیڑھ سو سالوں میں مسلم اُمہ بحیثیت مجموعی یا انفرادی کسی بھی حیثیت میں ٹیررازم کے

قریب قریب بھی نہیں تھی جو ڈھول بجانے کے لئے ہمارے سر منڈھ دیا گیا ہے۔ نہ تو ہم نے اس کی تند ہی کھینچی ہے نہ ہی اس کا چمڑا خشک کیا ہے۔"

دوسری عالمی جنگ کے بعد جن دہشت گرد تنظیموں نے موجودہ ٹیررازم کی بنیاد فراہم کی' ٹیررازم کو تبدیلی کے ہتھیار کے طور پر متعارف کرایا' اسے فروغ اور وسعت دی، ان میں مسلمان انفرادی، اجتماعی یا ریاستی کسی بھی حیثیت میں شریک نہیں تھے۔ دہشت گردوں کی اکثریت کے عیسائی ہونے کے باوجود عیسائیت کو دہشت گردی سے منسلک نہیں کیا گیا جب کہ مسلم امہ جو اس کاربد میں کسی طرح بھی شریک نہیں تھی، دہشت گردی کے الزام سے دوچار ہوگئی۔ آج کے دہشت گردوں کی اکثریت انہی دہشت گرد تنظیموں کی تربیت یافتہ ہے جو عیسائی عناصر پر مشتمل تھے۔ ریڈ آرمی فیکشن جرمنی، ریڈ بریگیڈ اٹلی، ریڈ آرمی جاپان اور باسک فادر لینڈ اور لبرٹی نے اگر فلسطینیوں کو تربیت اور رہنمائی مہیا کی تھی تو سی آئی اے نے القاعدہ کو۔ رسوائے زمانہ دہشت گرد کارلوس دی جیکال، شیگن نوبوفسا کو اور الرک مین ہوف کے اشتراک، تعاون اور تربیت نے مسلمان دہشت گردوں کو نمایاں اور مسلم دہشت گردی کو مشتہر کرنے میں خصوصی کردار ادا کیا۔ کارلوس دی جیکال کا ۱۹۷۵ء میں آسٹریا میں اوپیک کانفرنس کے شرکاء کو یرغمال بنانے اور کئی سو ملین تاوان وصول کر کے کامیابی سے فرار ہو جانے کی کارروائی فلسطینیوں کے سر منڈھ دینے سے دہشت گردی میں مسلم مہارت کا ایسا تاثر ابھرا کہ جس سے عیسائی، یہودی اور سیکولر دہشت گردی پس پردہ چلی گئی اور مسلم دہشت گرد صفحۂ اوّل پر نمایاں ہو گئے۔ جب کہ ادھر یہ پوچھا جا رہا تھا کہ ہمیں دھکا کس نے دیا تھا۔

ماڈرن ٹیررازم کی ایجاد، فروغ، وسعت اور پھیلاؤ میں مسلمانوں کا حصہ صفر ہونے کے بعد یہ دیکھا جانا چاہئے کہ مسلمان مجموعی دہشت گردی کا کتنا فیصد اور مجموعی دہشت گرد تنظیموں کے کتنے فیصد میں ملوث ہیں۔

دوسرے مذاہب کی دہشت گردی کے مقابلے میں مسلمانوں پر دہشت گردی کا

الزام زیادہ ہے یا دہشت گردی میں ان کی شرکت کا تناسب:

ٹیررسٹ گروپ	ملک/علاقہ	مسلم/غیر مسلم
۱-ناگالینڈ ریبلو	انڈیا	غیر مسلم
۲-نیشنل لبریشن فرنٹ	انڈیا	غیر مسلم
۳-کیو-کلکس-کلین	امریکہ	غیر مسلم
۴-لارڈز آرمی	سوڈان	غیر مسلم
۵-ببر خالصہ	انڈیا	غیر مسلم
۶-دل خالصہ	انڈیا	غیر مسلم
۷-انٹرنیشنل سکھ یوتھ فیڈریشن	انڈیا	غیر مسلم
۸-بھنڈروالا ٹائیگر فورس	انڈیا	غیر مسلم
۹-شہید خالصہ فورس	انڈیا	غیر مسلم
۱۰-خالصتان لبریشن فورس	انڈیا	غیر مسلم
۱۱-خالصہ نیشنل آرمی	انڈیا	غیر مسلم
۱۲-دلیش مش رجمنٹ	انڈیا	غیر مسلم
۱۳-شیوسینا	انڈیا	غیر مسلم
۱۴-بجرنگ دل	انڈیا	غیر مسلم
۱۵-شام باجی بریگیڈ	انڈیا	غیر مسلم
۱۶-رن ویر سینا	انڈیا	غیر مسلم
۱۷-کاچ/کاہان چائی	اسرائیل	غیر مسلم
۱۸-ابوسیاف گروپ	فلپائن	مسلم

۱۹-المجمع السلامیہ	مصر	مسلم
۲۰-آرمڈ اسلامک گروپ	الجزائر	مسلم
۲۱-انصار السلام	عراق	مسلم
۲۲-القاعدہ	افغانستان، یمن، سعودی عرب	مسلم
۲۳-اثبات الانصار	لبنان	مسلم
۲۴-جماعت التوحید والجہاد	عراق	مسلم
۲۵-حرکۃ المجاہدین	کشمیر (پاکستان)	مسلم
۲۶-اسلامک موومنٹ آف ازبکستان	ازبکستان	مسلم
۲۷-جیش محمد	پاکستان	مسلم
۲۸-جیش انصار السنۃ	عراق	مسلم
۲۹-جموں اینڈ کشمیر لبریشن فرنٹ	کشمیر (پاکستان)	مسلم
۳۰-جماع السلامیہ	جنوب مشرقی ایشیاء	مسلم
۳۱-لشکر جھنگوی	پاکستان	مسلم
۳۲-لشکر طیبہ	پاکستان	مسلم
۳۳-مکتب الخدمت	افغانستان	مسلم
۳۴-مراکو اسلامک گروپ	مراکو، سپین	مسلم
۳۵-سلافسٹ گروپ	الجزائر	مسلم
۳۶-سپاہ صحابہ	پاکستان	مسلم
۳۷-کردش حزب اللہ	ترکی	مسلم
۳۸-نیشنل ڈویلپمنٹ فرنٹ	انڈیا	مسلم
۳۹-حماس	فلسطین	مسلم

۴۰- فلسطینی اسلامی جہاد	فلسطین	مسلم
۴۱- الاقصیٰ بریگیڈ	فلسطین	مسلم
۴۲- حزب اللہ	لبنان	مسلم
۴۳- آئرش ری پبلکن آرمی	آئرلینڈ	غیر مسلم
۴۵- پرویژنل آئرش ری پبلکن آرمی	آئرلینڈ	غیر مسلم
۴۶- آئرش نیشنل لبریشن آرمی	آئرلینڈ	غیر مسلم
۴۷- لبریشن ٹائیگرس آف تامل	سری لنکا	غیر مسلم
۴۸- السٹر فریڈم فائٹر	آئرلینڈ	غیر مسلم
۴۹- السٹر والنٹیئر ز	آئرلینڈ	غیر مسلم
۵۰- السٹر ڈیفنس فورس	آئرلینڈ	غیر مسلم
۵۱- اورنج والنٹیئر ز	آئرلینڈ	غیر مسلم
۵۲- لائل والنٹیئر فورس	آئرلینڈ	غیر مسلم
۵۳- ایسٹ ترکستان اسلامک موومنٹ	وسطی ایشیا، چین	مسلم
۵۴- باسک فادرلینڈ اینڈ لبرٹی	اسپین، جنوبی فرانس	غیر مسلم
۵۵- فرنٹ ڈی لبریشن کیوبک	کینیڈا	غیر مسلم
۵۶- لبریشن سیل	کینیڈا	غیر مسلم
۵۷- گرے وولف (کرسچین)	ترکی	غیر مسلم
۵۸- کوسوو لبریشن آرمی	کوسوو	غیر مسلم
۵۹- کریستان ورکرز پارٹی	ترکی	غیر مسلم
۶۰- لاس ماچی ٹیریوز	پورٹریکو	غیر مسلم
۶۱- نیشنل فرنٹ لبریشن کارسیکا	فرانس	غیر مسلم

۶۲-ایکشن ڈائریکٹ	فرانس	غیر مسلم
۶۳-آرمینیا سیکرٹ آرمی فارلبریشن	لبنان، آرمینیا	غیر مسلم
۶۴-چوکا کوہا	جاپان	غیر مسلم
۶۵-کمیونسٹ پارٹی آف نیپال	نیپال	غیر مسلم
۶۶-کمبوڈیا نیشنل لبریشن	کمبوڈیا	غیر مسلم
۶۷-گراپو	اسپین	غیر مسلم
۶۸-جاپان ریڈ آرمی	جاپان	غیر مسلم
۶۹-مینیول راڈری گز فرنٹ	چلی	غیر مسلم
۷۰-نیشنل سوشلسٹ کونسل آف ناگالینڈ	انڈیا	غیر مسلم
۷۱-نکسیلز	انڈیا	غیر مسلم
۷۲-نیو پیپلز آرمی	فلپائن	غیر مسلم
۷۳-17-N	یونان	غیر مسلم
۷۴-پیپلز وار گروپ	انڈیا	غیر مسلم
۷۵-ریڈ آرمی فیکشن	جرمنی	غیر مسلم
۷۶-ریڈ بریگیڈ	اٹلی	غیر مسلم
۷۷-آرمڈ فورسز آف کولمبیا	کولمبیا	غیر مسلم
۷۸-شائننگ پاتھ	پیرو	غیر مسلم
۷۹-ٹو پیک امارو مومنٹ	پیرو	غیر مسلم
۸۰-یونائیٹڈ لبریشن فرنٹ آف آسام	انڈیا	غیر مسلم
۸۱-روانڈا لبریشن آرمی	روانڈا	غیر مسلم

۸۲-آرین نیشنز	یورپ	غیر مسلم
۸۳-بوئر میگ	جنوبی افریقہ	غیر مسلم
۸۴-کمبیٹ - 18	برطانیہ	غیر مسلم
۸۵-کالم-88	برطانیہ	غیر مسلم
۸۶-نیشنل سوشلسٹ موومنٹ	برطانیہ	غیر مسلم
۸۷-الیناز اانٹی کمیونسٹ	ارجنٹائن	غیر مسلم
۸۸-کونٹراز	نکاراگوا	غیر مسلم
۸۹-کوآرڈی نیشن آف یونائیٹڈ آرگنائزیشن	کیوبا	غیر مسلم
۹۰-ڈیتھ سکواڈ	السالواڈور	غیر مسلم
۹۱-اومیگا-۷(انٹی کاسترو)	کیوبا، امریکہ	غیر مسلم
۹۲-الفا-۹۹(انٹی کاسترو)	کیوبا، امریکہ	غیر مسلم
۹۳-منگوز گینگ	گرینیڈا	غیر مسلم

7-(وکی پیڈیا:2005ء)

مصدقہ حوالوں سے مرتب یہ درج بالا فہرست سن ۲۰۰۵ء تک' ان تمام دہشت گرد تنظیموں کا احاطہ کرتی ہے جو پچھلے تین عشروں سے کسی نہ کسی طرح دہشت گردی میں ملوث ہیں۔ دہشت گرد تنظیموں کی اس عالمی فہرست میں بلا امتیاز رنگ، نسل، مذہب، علاقہ اور نظریہ 93 دہشت گرد گروپس شامل ہیں جن میں مسلمان دہشت گرد تنظیموں کی تعداد پچیس ہے۔ فردِ واحد کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل پر محمول کرنے والی امہ کے لئے یوں تو مسلم دہشت گردوں کی ایک تنظیم بھی وجہ اضطراب ہے لیکن عالمی دہشت گردی کے افق پر 93 ٹیررسٹ گروپس کی موجودگی میں پچیس تنظیموں کے جزو کو کل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ستائیس فیصد کو سو فیصد کیسے کہا جاسکتا ہے؟

دہشت گردی کے لگ بھگ اتنے گروپ تو صرف ایک ملک انڈیا ہی میں پائے جاتے ہیں۔انڈیا میں تیئس دہشت گرد گروپس کی موجودگی سے یہ اخذ کرنا عین منطقی ہے کہ اگر عالمی دہشت گردی کے ایک چوتھائی میں ملوث صرف ایک ملک کو دہشت گرد قرار نہیں دیا جاسکتا تو چون ملکوں میں پھیلی ہوئی مسلم امہ کو دہشت گرد کیسے کہو گے؟

وکی پیڈیا کے برعکس یو.ایس.سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے عالمی دہشت گردوں کی جو فہرست جاری کر رکھی ہے اس میں نہ تو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک انڈیا کی دہشت گرد تنظیمیں شامل ہیں، نہ دل کے سرور یہودیوں کی،سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی فہرست نے دہشت گردی اور مسلمانوں کو لازم وملزوم بنا کر پیش کیا ہے۔ اس فہرست کا عنوان یو.ایس.سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ ٹیررسٹ لسٹ کی بجائے ''مسلمانوں سے ہوشیار رہو'' لگتا ہے۔ یو.ایس. سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی اس فہرست کے بارے میں شیلا موسا.جی لکھتی ہیں:

> ''اس طرح کی فہرستوں اور اعداد و شمار سے صرف یہی نتیجہ اخذ کیا جانا چاہیے کہ ہمیں محتاط رہنا ہوگا کہ حتمی رائے کی بنیاد جانبدارانہ اور غلط سمت میں لے جانے والی اطلاعات پر استوار نہ ہو۔''

8-(شیلا موسا.جی:2005)

یو.ایس سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی شانہ بشانہ یو.ایس کانگریشنل ریسرچ سروسز کا ہدف بھی مسلمان ہی ہیں۔ کانگریس کی سی.آر.ایس رپورٹ فروری ۲۰۰۴ء میں جن چھتیس دہشت گرد تنظیموں پر تحقیقی مواد پیش کیا گیا ہے اس میں بھی ساٹھ فیصد تحقیقی کام مسلم دہشت گرد گروپس کے بارے میں ہے جب کہ عالمی دہشت گردی میں ایک چوتھائی تنظیموں کے حامل ملک انڈیا کی ایک تنظیم بھی شامل نہیں ہے۔شیلا موسا.جی کے بقول اس طرح کی جانبدارانہ اور غلط سمت میں لے جانے والے حقائق کی بنیاد پر قائم کردہ رائے کو معتبر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

1970ء سے 1979ء تک عالمی دہشت گردی کے کل ۱۱۷ واقعات

رونما ہوئے جن میں مسلم اور غیر مسلم دہشت گردی کی شرح کچھ یوں ہے۔

1970ء کے آغاز سے شروع ہونے والی دہشت گردی جسے مسلم دہشت گردی کا پہلا سال کہا جاتا ہے اس پہلے سال ہی دہشت گردی کی دس عالمی کارروائیوں میں سے چھ غیر مسلم دہشت گردوں نے انجام دیں۔

1970ء میں مسلم دہشت گردی کی شرح=40فیصد

1970ء میں غیر مسلم دہشت گردی کی شرح=60فیصد

1971ء میں عالمی دہشت گردی کی دس کارروائیاں رجسٹرڈ کی گئیں۔ دو میں مسلمان دہشت گرد ملوث پائے گئے جب کہ آٹھ کارروائیوں میں انتہاپسند یہودی اور عیسائی شامل تھے۔

۱۹۷۱ء میں مسلم دہشت گردی کی شرح=20فیصد

۱۹۷۱ء میں غیر مسلم دہشت گردی کی شرح=80فیصد

۱۹۷۲ء میں دہشت گردی کی بارہ کارروائیاں ریکارڈ کی گئیں۔ تین میں مسلمان دہشت گرد ملوث پائے گئے۔

۱۹۷۲ء میں مسلم دہشت گردی کی شرح=25فیصد

۱۹۷۲ء میں غیر مسلم دہشت گردی کی شرح=75فیصد

۱۹۷۳ء میں عالمی دہشت گردی کے نو واقعات رونما ہوئے۔ چار میں مسلمان دہشت گرد ملوث پائے گئے۔

۱۹۷۳ء میں مسلم دہشت گردی کی شرح=۴۴فیصد

۱۹۷۳ء میں غیر مسلم دہشت گردی کی شرح=۵۶فیصد

۱۹۷۴ء میں عالمی دہشت گردی کی چودہ کارروائیوں میں سے چھ میں مسلمان دہشت گرد ملوث پائے گئے۔

۱۹۷۴ء میں مسلم دہشت گردی کی شرح =۴۳فیصد

۱۹۷۴ میں غیر مسلم دہشت گردی کی شرح = ۵۷ فیصد

۱۹۷۵ء میں عالمی دہشت گردی کے ۲۰ واقعات رونما ہوئے تین میں مسلمان دہشت گرد ملوث پائے گئے۔

۱۹۷۵ء میں مسلم دہشت گردی کی شرح = ۱۵ فیصد

۱۹۷۵ء میں غیر مسلم دہشت گردی کی شرح = ۸۵ فیصد

۱۹۷۶ء میں دہشت گردی کے گیارہ واقعات رونما ہوئے۔ دو میں مسلمان دہشت گرد ملوث پائے گئے۔

۱۹۷۶ء میں مسلم دہشت گردی کی شرح = ۱۸ فیصد

۱۹۷۶ء میں غیر مسلم دہشت گردی کی شرح = ۸۲ فیصد

۱۹۷۷ء میں عالمی دہشت گردی کے نو واقعات ہوئے ایک واقعہ میں مسلمان دہشت گرد ملوث پائے گئے۔

۱۹۷۷ء میں مسلم دہشت گردی کی شرح = ۱۱ فیصد

۱۹۷۷ء میں غیر مسلم دہشت گردی کی شرح = ۸۹ فیصد

۱۹۷۸ء میں عالمی دہشت گردی کے گیارہ واقعات رونما ہوئے۔ دو میں مسلمان دہشت گرد ملوث پائے گئے۔

۱۹۷۸ء میں مسلم دہشت گردی کی شرح = ۱۸ فیصد

۱۹۷۸ء میں غیر مسلم دہشت گردی کی شرح = ۸۲ فیصد

۱۹۷۹ء میں عالمی دہشت گردی کے گیارہ واقعات رونما ہوئے۔ تین واقعات میں مسلمان دہشت گرد ملوث پائے گئے۔

۱۹۷۹ء میں مسلم دہشت گردی کی شرح = ۲۷ فیصد

۱۹۷۹ء میں غیر مسلم دہشت گردی کی شرح = ۷۳ فیصد

(یو-ایس- اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ، ہسٹورین آفس: ۲۰۰۵، سنٹر فار ڈیفنس اینڈ انٹر

نیشنل سیکورٹی اسٹڈیز: (1970-1980)
(ایمرجنسی اینڈ ڈزاسٹر مینجمنٹ یو-ایس-اے: ۲۰۰۴)

میں نے تفصیل بیان کرنے سے گریز کیا ہے۔ صرف اس بات پر اکتفا کیا ہے کہ کس سن میں کتنے واقعات رونما ہوئے اور ان میں مسلمان کتنی فیصد میں ملوث پائے گئے اور یہ تفاصیل بھی امریکی تحقیقات اور ان کی رپوٹس پر مشتمل ہیں۔ اب اس سے اندازہ لگانا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ دہشت گردی میں مسلمانوں کا حصہ کم، مگر ان کے خلاف شور زیادہ مچایا جارہا ہے۔

مزید تفصیل ڈاکٹر حقی کے الفاظ میں:

یو- ایس- سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ، ہسٹورین آفس کے ٹیرر ازم ریکارڈ (2003-1961) سے ہمیں مایوسی ہوئی۔ اس ریکارڈ میں ایک طرف تو مسجدوں میں دہشت گردی کے واقعات کا اندراج نہیں ہے اور دوسری طرف دہشت گردی کے ان واقعات کو نظر انداز کردیا گیا ہے جن میں مسلمان دہشت گردی کا نشانہ بنے ہیں۔ چین، سربیا، روس، برما، انڈیا اور تھائی لینڈ کے مسلمان جس بدترین دہشت گردی کا نشانہ بنے ہیں ان کا سرے سے کوئی اندراج، کوئی حوالہ یو ایس سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ریکارڈ میں موجود نہیں ہے۔ اسی طرح جیوش ڈیفنس لیگ اور آئرش ری پبلکن آرمی کی دہشت گردی کے نسبتاً بہت ہی کم واقعات درج کئے گئے ہیں۔ جب کہ ہر وہ واقعہ جس میں مسلمان ملوث تھے خصوصی توجہ سے درج کیا گیا ہے مثلاً آئرش ری پبلکن آرمی کے ہاتھوں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا قتل یو- ایس سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے نزدیک دہشت گردی نہیں ہے سو اس کا اندراج نہیں ہے۔ یو- ایس- ایس کول پر حملے کا اندراج موجود ہے کہ اس میں مسلم دہشت گرد ملوث تھے لیکن یو ایس ایس لبرٹی پر اسرائیلی حملے کا اندراج نہیں ہے چونکہ اس میں یہودی ملوث تھے۔ فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی دہشت گردی کا صرف ایک واقعہ درج ہے جب کہ اسرائیلیوں کے خلاف فلسطینی دہشت گردی کا ہر ایک واقعہ قلم بند ہے۔ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ

کی اس مذکورہ فہرست کے مصدق ہونے کا یہ حال ہے کہ اس میں ۱۹۹۶ء کے اٹلانٹا اولمپکس میں دہشت گردی کا مشہور عالمی واقعہ تک شامل نہیں ہے۔ شیلا موساجی، یو-ایس سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے اس ریکارڈ کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ:

''توڑ موڑ کر پیش کردہ حقائق کے زور پر مخصوص مذہب اور لوگوں کے خلاف عمومی رائے کو بدلنے کی کوشش دانشورانہ دہشت گردی کی ایک بدترین صورت ہے۔''

۱۲-(شیلا موساجی: ۲۰۰۵)

یوں ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۹ء تک عالمی دہشت گردی کے کل ۱۱۷ واقعات ہوئے۔ ۳۰ واقعات میں مسلم دہشت گرد ملوث پائے گئے جب کہ ۸۷ واقعات میں انتہا پسند عیسائی، یہودی، ہندو اور سیکولر عقیدے کے دہشت گرد ملوث تھے۔ حقائق، اعداد وشمار، شہادت اور ثبوت کے حوالے سے مسلم دہشت گردی کی شرح ۲۵ فیصد ہے جب کہ الزام کے ناطے سے سو فیصد۔

۱۹۷۰ء کا عشرہ جسے مسلم دہشت گردی کا عشرہ اور عروج قرار دے کر مسلم امہ کو دفاعی صورت حال سے دوچار کر دیا گیا ہے، حقیقۃً یہ عشرہ مسلمانوں کی دہشت گردی کا نہیں بلکہ دہشت گردی کے نشانہ بننے کا ہے۔ 1996ء میں مسجد اقصیٰ میں آتش زدگی کے واقعے سے شروع ہونے والا دہشت آمیز عشرہ ۱۹۷۹ء میں مسجد الحرام کو لہولہان کر دینے کے سانحہ پر ختم ہوا۔ جس دورانیے کا آغاز ہماری آبرو اور افتخار پر بٹہ لگنے سے شروع ہوا تھا، انجام کار تک عزت نفس اور حلقوم پر چھری چلنے تک آن پہنچا۔ آغاز سے انجام تک جن کا لہو پانی کی طرح بہا ہو، ان پر ہی خون بہانے کا الزام ....ایک ایسا کذبِ سفاک ہے جسے انسانی ضمیر، تاریخ کے صفحے اور انصاف کی آنکھ قبول نہیں کر سکتی۔

(استفادہ: ہوئے تم دوست جس کے: ڈاکٹر حقی حق)

☆☆☆

باب دہم

عالم اسلام پر ایک نظر

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ" (الحجرات:۴۹/۱۰) ربع مسکون پر پھیلے ہوئے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے ان کے حالات وظروف، حادثات و واقعات سے آگاہی رکھنا ایک مسلمان کا فرض بنتا ہے۔ اگر دنیا کے کسی گوشہ میں کسی مسلمان بھائی کو کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو دوسرے مسلمان بھائی کو اس کی ٹیس اور کسک محسوس کرنی چاہئے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

(اقبال)

آیئے دیکھتے ہیں کہ مسلمان پوری دنیا میں کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے کس حیثیت کے مالک ہیں۔ ان کی افرادی قوت کیا ہے؟ ان کے پاس دفاعی اور جنگی صلاحیت کتنی ہے؟ ان کی آمدنی کے ذرائع کیا ہیں؟ اور اس کا تناسب کیا ہے؟ اور اس مادی قوت کے استعمال اور عدم استعمال سے ہماری سیاسی اور اقتصادی زندگیوں پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور مستقبل میں کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟

رقبہ: دنیا کے جملہ ممالک کا مجموعی رقبہ ۱۴ کروڑ مربع کلومیٹر ہے، رقبہ میں مسلم ممالک کا مجموعی رقبہ ۳ کروڑ ۵۰ لاکھ مربع کلومیٹر ہے، رقبہ میں مسلم ممالک کا تناسب ۲۵ فیصد

ہے۔ رقبہ کے اعتبار سے سب سے بڑا مسلم ملک قزاقستان ہے جس کا رقبہ ۲۷ لاکھ مربع کلومیٹر ہے۔ رقبہ کے اعتبار سے سب سے چھوٹا مسلم ملک مالدیپ ہے جس کا رقبہ ۲۹۸ مربع کلومیٹر ہے۔

آبادی: پوری دنیا کی مجموعی آبادی ۵ ارب ۴۸ کروڑ ہے۔

(اقوام متحدہ میں عالمی آبادی سے متعلق شعبہ رپورٹ ۱۹۹۲ بحوالہ مسلم دنیا)

مسلم آبادی ایک ارب ۲۷ کروڑ ہے۔ دنیا میں تناسب مسلم آبادی ۲۳ فیصد ہے۔ آبادی کے اعتبار سے سب سے چھوٹا مسلم ملک مالدیپ ۲ لاکھ ۱۹ ہزار، غیر مسلم ممالک میں سب سے زیادہ مسلمان ہندوستان میں ۲۲ کروڑ تقریباً ۲۰ فیصد ہیں۔

(بحوالہ ۲۸ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس پاکوڑ جھارکھنڈ ایک مسلم صحافی کی رپورٹ)

ممالک: دنیا کے جملہ ممالک ۲۲۸

آزاد ممالک ۱۹۶

جملہ مسلم ممالک ۶۰

آزاد مسلم ممالک ۵۲

دنیا کے ممالک میں مسلم ممالک کا تناسب ۲۶ فیصد ہے۔

افواج: دنیا کے جملہ ممالک کی افواج تقریباً ۳ کروڑ ۴۰ لاکھ ہے۔ مسلم ممالک کی جملہ افواج تقریباً ۸۵ لاکھ ہے۔ دنیا کی افواج میں مسلم افواج کا تناسب ۲۵ فیصد ہے۔ عالم اسلام کی سب سے بڑی فوج پاکستان کی ہے جس کی تعداد تقریباً ۹ لاکھ ہے۔

پیداوار: مسلم ممالک کی اہم پیداوار اور دنیا کی جملہ پیداوار میں اس کا تناسب

پٹرول ۸۴ فیصد

کولمبانٹ (دھات)	۹۰ فیصد
ربر	۸۰ فیصد
ٹین	۵۳ فیصد
کھجور	۹۲ فیصد
باجرہ	۷۵ فیصد
ناریل	۸۰ فیصد
ریشمی روئی	۷۵ فیصد

پٹرول پوری دنیا میں سب سے زیادہ خلیجی عرب ممالک میں ہے۔

فاسفیٹ	مراقش میں
پٹ سن	بنگلہ دیش میں
ربر	ملیشیا میں
ٹین	ملیشیا میں (پوری دنیا کا ۳۵ فیصد)
روئی	مصر میں
کھجور	عراق میں (پوری دنیا کا ۸۰ فیصد)
کولمبانٹ (دھات)	نائیجریا میں (پوری دنیا کا ۹۰ فیصد)

ان معدنیات کے علاوہ میگنیز، تانبہ، لوہا، شیشہ، المونیم، کوئلہ، سوتی دھاگہ، دودھ، مچھلی، گنا، جو، زیتون، چاول، گندم، چائے، کافی، شکر، مکھن، بھیڑ بکریاں، گائے، بھینس، تمباکو نیز ۱۲ فیصد قدرتی گیس (قطر میں) پائی جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے اسلامی ممالک ان معدنیات اور مادی قوتوں سے مالا مال ہیں۔ اتنی بڑی تعداد میں ہمارے پاس فوج بھی موجود ہے۔ افرادی قوت بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ دیگر فوجی ساز وسامان تو چھوڑ دیجئے، ایٹم بم تک بنالیا گیا ہے۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ہم آج

تک دوسروں کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہیں۔ ان کے آستانوں پر جبہ سائی کرتے ہیں۔ ان کو اپنا آقا اور مولا تسلیم کرتے ہیں۔ اس میں اگر دوسروں کی سازشوں کا حصہ ہے تو خود ہماری کمزوریوں اور کم ظرفیوں کا بھی ہاتھ ہے۔ تقریباً ساٹھ سال سے ارض فسلطین کراہ رہی ہے، آہ وفغاں کر رہی ہے، مگر ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی ہے۔ ساٹھ سال میں کتنی کانفرنسیں ہو چکی ہیں، کتنی قرار دادیں پاس ہو چکی ہیں مگر ان کے نتائج کیا نکلے؟ ہماری غلامی میں مزید اضافہ ہی ہوا ہے۔ جب ہمارے پاس کچھ نہ تھا تو ہم نے دوسروں سے لڑ کر اپنی زمینوں کو آزاد کروالیا، اپنی آزادیاں حاصل کرلیں۔ مگر آج سب کچھ ہونے کے باوجود ہم غلام ابن غلام کیوں ہیں؟ ایک سوال ہے یاران نکتہ داں کے لئے !!!

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سر آدم ہے ضمیر کن فکاں ہے زندگی
(اقبال)

☆☆☆

عالم اسلام کی بڑی تنظیمیں

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

۱۹۲۴ء میں جب اپنوں کی غداریوں، نادانیوں اور غیروں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے خلافت اسلامیہ کا خاتمہ ہو گیا تو اس کے بعد بہت ساری تنظیمیں، ادارے اور تحریکیں وجود میں آئیں مگر وہ خلافت کا بدل ثابت نہ ہوسکیں اور ہو بھی نہیں سکتی تھیں۔ اس لئے ان کے وہی ثمرات اور اثرات سامنے آئے اور مرتب ہوئے جو کہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ ان کا قیام قومیت، وطنیت، اقلیمیت اور اقتصادیت کی بنیادوں پر ہوا۔ اسلام سے ان کا کوئی تعلق یا تو تھا ہی نہیں یا برائے نام تھا۔ اس لئے ان سے مسلمانوں کی آزادی، حریت اور شان وشوکت میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ مسلمانوں کو مزید غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔

عالم اسلام کے بڑے بڑے ادارے اور تنظیمیں حسب ذیل ہیں:

۱- تنظیم اسلامی کانفرنس
۲- رابطہ عالم اسلامی
۳- عرب لیگ
۴- خلیج تعاون کونسل
۵- اسلامی ترقیاتی بینک
۶- اوا پیک [1] (تیل برآمد کرنے والے عرب ممالک کی انجمن)

---

[1] ان تنظیموں کے بارے میں اگر کسی کو تفصیلی معلومات چاہئے تو اردو زبان میں ''مسلم دنیا'' ص ۵۹، ۶۷ اور عربی زبان میں ''حاضر العالم الاسلامی'' ص ۲۷۶، ۲۸۹ دیکھ سکتے ہیں۔

یہ تنظیمیں مسلمانوں کے اتحاد کو اجاگر تو نہیں کرتی ہیں البتہ ان کے داخلی اختلافات پر غمازی ضرور کرتی ہیں اور ہماری کمزوریوں اور مجبوریوں کو بھی ظاہر کرتی ہیں، ان تنظیموں کی تاریخی حیثیات اور خدمات پر بحث کرنا میں ضروری خیال نہیں کرتا۔ ان کی کچھ رفاہی خدمات مثبت انداز میں ضرور ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عمومی طور پر انھوں نے عالم اسلام اور مسلمانوں کی کیا خدمات کی ہیں یہ ایک غور طلب سوال ہے۔ میں اس تفصیل طلب سوال و جواب میں جانا نہیں چاہتا اور نہ یہ اس کا مقام ہی ہے۔ صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ انھوں نے آج تک کوئی جرأت مندانہ اقدام نہیں کیا جس سے عالم اسلام کے وقار اور مورال میں کوئی اضافہ ہوا ہو۔

میری میں، فقیری میں، شاہی میں، غلامی میں
کچھ کام نہیں بنتا بے جرأت رندانہ
(اقبال)

عراق کے ابوغریب جیل میں مسلمان عراقی قیدیوں کے ساتھ امریکیوں نے جو بہیمانہ سلوک روا رکھا، اپنی درندگی اور حیوانیت کا ثبوت دیا اپنی وحشت ناکی اور دہشت گردی کا تماشا دکھایا، اپنی انسانیت دشمنی کا ننگا ناچ نچایا، آزادی اور جمہوریت کا خون کیا اور مذاق اڑایا، مسلمانوں کی بے بسی اور بے کسی پر تالیاں بجائیں اور قہقہے لگائے، کیا اس پر کسی اسلامی تنظیم نے کوئی آواز اٹھائی، کوئی احتجاج کیا' کیا یہ قوم اس قدر مردہ ہو چکی ہے؟ کیا اس قوم کی رگوں کا خون پانی ہو گیا ہے؟ یہ وہی بصرہ اور بغداد ہیں جن کا والی (گورنر) حجاج بن یوسف تھا۔ کیا اس قوم میں حجاج بن یوسف کا سا بھی ایمان نہیں جو سندھ کے ساحل پر صرف ایک قافلہ اور ایک لڑکی کے لٹ جانے پر تڑپ اٹھا تھا اور جس کے تاریخی الفاظ آج بھی تاریخ پڑھنے والوں کی زبانوں پر ہیں۔

''سندھ کے راجہ کی یہ جرأت؟ بکریاں بھی شیروں کو سینگ دکھانے لگیں۔''

کہاں ہیں تنظیم اسلامی کانفرنس کے عہدیداران؟ کہاں ہیں رابطہ عالم اسلامی کے

سرپرست، رہبر اور جنرل سیکریٹری؟ کہاں ہیں عرب لیگ کے دعوے دار؟ اور کس ابدی نیند میں سو رہے ہیں عرب قومیت کے مناد اور داعی؟ کیا نہیں ہے تمہارے پاس؟ فوجیں ہیں، فوجی ساز وسامان ہیں۔ افرادی وقت ہے، مال ودولت کی ریل پیل ہے۔ نہیں ہے تو ایمان نہیں ہے، اپنی ذلت ورسوائی کا احساس نہیں ہے۔ ''ولاء'' اور ''براء'' کا شور مچانے والو! امریکیوں کی وحشت اور دہشت پر پوری دنیا میں احتجاج اور مظاہرے ہوئے، نہیں ہوئے تو عرب اور اسلامی ملکوں میں، شرم نہیں آتی؟ امریکیوں سے ڈرتے ہو۔

''أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ'' (التوبۃ:۹/۱۳)

یعنی کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اللہ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کا ڈر رکھو بشرطیکہ تم ایمان والے ہو۔

ڈاکٹر عبدالرحمن صالح العشماوی حفظہ اللہ نے بابری مسجد کے انہدام پر عربی زبان میں جو مرثیہ لکھا ہے میں یہاں اس کے چند اشعار ہی پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں جن میں تمام تنظیموں، اداروں اور ہمارے بااختیار حکمرانوں کے کردار کی سچی تصویر کشی کی گئی ہے۔

۱۔ عبثاً، دعوت وصحت یا أحرار — عبثاً، لأن قلوبکم أحجار

۲۔ عبثاً، لأن عیونکم مسمولہ — بالوھم، تظلم عندھا الأنوار

۳۔ عبثاً، لان شوونکم یاقومنا — فی الغرب یفتل حبلھا وتدار

۴۔ ولأنکم خشب مسندۃ فما — تدرون ماذا یصنع المنشار

۵۔ ولأن غایۃ ماترید نفوسکم — ألایفارق عرشہ الدولار

۶۔ أما سقوط البابری فحالۃ — مالوفۃ تجری بھا الأقدار

۷۔ أنکرتم الفعل الشنیع بقولکم — شکراً لکم لن ینفع الإنکار

۸۔ شکراً علی تنظیم مؤتمراتکم — وعلی القرار یصاغ منہ قرار

۹۔ قد أھدرت منا الدماء وإنما — یحمی الدماء الصارم البتار

۱۰۔ یاویحکم یامسلمون نساؤنا	یسألن عنکم والدموع غرار
۱۱۔ لو أن سائحةً من الغرب اشتکت	فی أرضکم لتحرک الاعَصار
۱۲۔ أما الصغار فلا تسل عن حالهم	مرضٌ وخوف قاتل وحصار
۱۳۔ والجوع یصنع مایشاء فمالهم	زاد، ودمع عیونهم مدرار
۱۴۔ ملیارکم لاخیرفیه کأنما	کتبت وراء الواحد الأصفار
۱۵۔ خابت سیاسة امة، غایاتها	تحقیق مایرضی به الکفار

(ہفت روزہ الاصلاح دبئی عدد ۲۱۷۔ ۱۷۔ ۲۳ر دسمبر ۱۹۹۲ء)

۱- اے آزاد مسلمانو! میں نے بہت پکارا اور آواز دی مگر میری پکار بے کار ثابت ہوئی کیونکہ تمہارے دل پتھر ہو چکے ہیں۔

۲- اور تمہاری آنکھوں کو وہم کی بیماری لگ گئی ہے اس لئے ان آنکھوں کے سامنے روشنی کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔

۳- میری آواز بے کار ثابت ہوئی کیونکہ معاملات اور احوال وظروف کی باگ ڈور مغرب کے ہاتھ میں ہے جن کے تانے بانے وہیں بنے جاتے ہیں۔

۴- اور اس لئے بھی کہ تم لکڑی کے کندے بن چکے ہو جو دیوار کے ساتھ چن کر رکھ دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے تمھیں معلوم نہیں کہ آرے کیا گل کھلاتے ہیں۔

۵- اور تمہاری زندگی کا مقصد صرف یہ رہ گیا ہے کہ کرسی اور ڈالر سے چپکے رہو۔

۶- البتہ بابری مسجد کا سقوط اور انہدام تو یہ ایک مانوس بات ہے جس پر تقدیر کا قلم چل چکا ہے۔

۷- تمہارا شکریہ! کم از کم تم نے قولاً اس بے ہودہ عمل پر نکیر کیا لیکن تمہارا یہ انکار بے معنی اور بے فائدہ ہے۔

۸- تمہارا شکریہ! کہ تم نے کانفرنسیں منعقد کیں اور قراردادوں پر قراردادیں پاس

کیں۔

۹- ہمارے خون کی ندیاں بہائی گئیں (اور تمہیں معلوم ہے) کہ خون کی حفاظت صرف کھلی ہوئی چمکتی تلوار ہی کر سکتی ہے۔

۱۰- تمہارے حالات پر افسوس مسلمانو! ہماری خواتین تم سے آنسو بہاتے ہوئے سوال کرتی ہیں۔

۱۱- اگر کوئی مغرب کی مسافرہ عورت تمہاری سرزمین پر کوئی شکایت کر دیتی ہے تو طوفان برپا ہو جاتا ہے۔

۱۲- لیکن (ہمارے) کمسن اور شیر خوار بچے جن کو خوف و ہراس، بیماریوں اور (اقتصادی) پابندیوں نے قتل کر رکھا ہے ان کے احوال کے بارے میں کس سے پوچھا جائے؟

۱۳- بھوک جیسا چاہتی ہے ان کے ساتھ سلوک روا رکھتی ہے ان کو قوت حیات بھی میسر نہیں ہے اور ان کے آنسو ہیں کہ تھمنے کا نام نہیں لیتے۔

۱۴- تمہارے پاس بلین کے بلین ہیں لیکن ان کا کوئی فائدہ نہیں یہ تو ویسے ہی ہیں کہ ایک سے پہلے نقطوں کے انبار لگا دیئے جائیں۔

۱۵- ایسی امت کی سیاست ناکام ہوتی ہے جس کا مقصد کافروں کی رضامندی کی تکمیل ہو۔

☆☆☆

مغربی میڈیا اور عالم اسلام

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر
(اقبال)

مغربی گلوبلائزیشن (عالمگیریت) نے اپنا الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا استعمال کر کے پروپیگنڈہ تشہیر اور پرچار کا ایسا ریکارڈ قائم کیا ہے کہ ہر دروغ اور بری چیز سچی اور اچھی لگنے لگی ہے۔ انسانی دماغوں کو اس قدر رواش کر دیا گیا ہے کہ اعلی تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی ہر گندی چیز صاف ستھری نظر آنے لگی ہے۔ انسانی معاشرہ کو اس قدر مسموم اور پراگندہ کر دیا گیا ہے کہ ع

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی

اگر کوئی شریف آدمی کسی بری چیز پر نکیر کرتا ہے تو اس کو دقیانوس، قدامت ورجعت پسند، ترقی کا مخالف، تہذیب کا دشمن، کٹرپنتھی ملا، پسماندہ، متعصب اور جمود پسند اور نہ جانے کن کن الفاظ سے یاد کر کے اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

عالم اسلام کے تمام میڈیا پر مسلمان نما یہودی، مسیحی، ملحد اور بے دین عناصر کا غلبہ ہے۔ اسی لئے عالم اسلام کا میڈیا مغربی میڈیا کے نقش قدم پر رواں دواں ہے جس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ، بے حیائی، انارکی، جنسی اباحیت اور عریانیت کا شکار ہے، عالم اسلام کے روزنامے اور ماہنامے (سیاسی رسائل وجرائد) مثلاً "الأهـرام"، "الـجـمـهـوريـة"، "الاخبـار"، "الشـرق الأوسط"۔ پاکستان کے اردو اخبارات مثلاً "جنگ"، "نوائے وقت"، "خبریں"، اور "اخبار جہاں" وغیرہ ہندوستان کے اخبارات مثلاً "اردو ٹائمز" وغیرہ

فحاشی اور عریانیت سے ان کے صفحات بھرے ہوتے ہیں۔اسی طرح عالم اسلام کے کسی بھی ٹی وی چینل کو آن کیجئے اور دیکھئے کہ برائیاں اور فحاشیاں کس قدر دعوتِ نظارہ دے رہی ہیں اور عذاب الٰہی کو للکار رہی ہیں۔

مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ کے الفاظ میں:

''آج کا مسلمان نوجوان ایک تلخ تجربہ اور خطرناک کشمکش سے گزر رہا ہے۔وہ وزارتِ نشریات، صحافت اور ٹیلی ویژن سے انتشار انگیز ترغیبات و رہنمائی سے دوچار ہوتا ہے۔اور ایسے نشریاتی پروگرام سنتا ہے جو اسلامی تربیت کے بچے کھچے اثرات کو بھی مٹا دینے پر تلے ہوئے ہیں۔اسی طرح وہ اس میں فکری بغاوت اور نفسیاتی اضطراب پیدا کر دیتے ہیں۔اخبارات و رسائل صبح صبح اسے متعفن و مسموم غذا فراہم کرتے اور کچھ اور پڑھنے سے پہلے جذبات کو برانگیختہ کرنے والا سامان مہیا کر دیتے ہیں۔چنانچہ سب سے پہلے جن چیزوں پر اس کی نگاہ پڑتی ہے وہ شہوانی تصویریں، ہیجان پرور عنوانات، شک و شبہ پیدا کرنے اور ایمان ویقین کو کمزور کرنے والے مقالات ہوتے ہیں جن کو وہ شوق ورغبت کے ہاتھوں سے لیتا ہے۔'' (حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب ص ۸۴۔۸۵)

ان برائیوں اور فحاشیوں کی نگرانی، مالی سرپرستی اور دیکھ ریکھ مسلمان حکومتیں کرتی ہیں۔کروڑہا ڈالر خرچ کرتی ہیں۔اس سے میڈیا کی قوت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔تمام اسلامی اور عرب ممالک میں میڈیا کے تمام پروگرام مغربی میڈیا کے انداز پر چلائے جاتے ہیں اور تمام تر ڈرامے، فلمیں اور سیریز، پیرس، لندن اور نیویارک سے درآمد کی جاتی ہیں اور انھیں فلموں اور ڈراموں کی وجہ سے عرب اور اسلامی ممالک میں جرائم بڑھتے جا رہے ہیں۔یہاں کا سکون اور امن وامان غارت ہوتا جا رہا ہے۔دین و اخلاق کی راہوں اور شریعت پر کاربند لوگوں کو مجرم قرار دیا جاتا ہے اور مغربی طرز زندگی اختیار کرنے والوں کی سرپرستی کی جاتی ہے۔آزادیوں سے نوازا جاتا ہے اور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

ہم یہاں روزنامہ الاہرام قاہرہ ۲۵/دسمبر ۱۹۹۵ء کے صفحات سے ریڈیو، ٹی وی، سینما اور ڈراموں کے پروگراموں کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں۔ یہ بتانے کے لئے کہ ہم مسلمان اپنی قبریں اپنے ہاتھوں کس طرح کھودرہے ہیں۔

قاہرہ ٹیلی ویژن پروگرام کا ایک اجمالی جائزہ

پہلا چینل	۷ بجے صبح تا ۲ بجے شب	۱۹ گھنٹے
دوسرا چینل	۷ بجے صبح تا ۲ بجے شب	۱۹ گھنٹے
تیسرا چینل	۲ بجے دوپہر تا ۲ بجے شب	۱۲ گھنٹے
چوتھا چینل	۴ بجے شام تا ۱ بجے شب	۹ گھنٹے
پانچواں چینل	۱۰ بجے صبح تا ۱ بجے شب	۱۵ گھنٹے
چھٹا چینل	۳ بجے دن تا ۱۲ بجے شب	۱۰ گھنٹے
ساتواں چینل	۱۰ بجے دن تا ۱۲ بجے شب	۱۴ گھنٹے
نیل ٹی وی	۱۰ بجے دن تا ۶ بجے شام	۸ گھنٹے

ڈش انٹینا کے ذریعہ

بی بی سی، اسٹار ٹی وی — ۲۴ گھنٹے

سی این این — ۲۴ گھنٹے

ایم بی سی مڈل ایسٹ براڈ کاسٹنگ سنٹر لندن — ۱۲ گھنٹے

(۱۶۶ گھنٹے یومیہ)

قاہرہ ریڈیو پروگرام

ریڈیو قرآن ۳۵-۷ بجے صبح تا ۵۵:۱ منٹ شب — ۱۹ گھنٹے

جنرل پروگرام — ۲۲ گھنٹے

صوت العرب ۳۵ ۷ بجے صبح تا ۴ بج کر دس منٹ صبح تک ۲۰ گھنٹے
الشرق الاوسط ۱۶ گھنٹے
(۷۷ گھنٹے)

قاہرہ میں بائیس سینما گھر، پانچ ڈرامہ ہال، پچیس نائٹ کلب، آٹھ نہری کلب ہیں جو دریائے نیل کی سطح پر رواں کشتیوں پر غیر ملکی سیاحوں کے لئے پیش کرتے ہیں۔

قاہرہ کے سینما گھروں میں روزانہ پچیس امریکی، آٹھ فرانسیسی اور چھ ہندوستانی فلمیں پیش کی جاتی ہیں۔ مجموعی طور پر انتالیس غیر ملکی فلمیں صبح ساڑھے نو بجے سے رات ساڑھے بارہ بجے تک پیش کی جاتی ہیں۔

مصری ٹی وی کے تمام چینلوں سے روزانہ چھ امریکی، ایک فرنچ، دو ہندوستانی اور چھ عربی سیریز اور دو عربی ڈرامے پیش کئے جاتے ہیں۔ ریڈیو قاہرہ کے ذریعہ بھی عرب سیریز، ڈرامے اور فلموں کے مکالمے پیش کئے جاتے ہیں۔ صحافت کے ذریعہ جو عریاں تصاویر، فحش ناول، افسانے، مفسد و مخرب اخلاق مقالات و مضامین پیش کئے جاتے ہیں وہ الگ ہیں۔

کویتی ہفت روزہ ''المجتمع'' نے عرب ممالک میں امریکی فلموں کی درآمد کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ ڈش انٹینا کے اس دور میں جبکہ براہ راست ۳۵ چینلوں سے عرب کے باشندے اپنی مرضی کا پروگرام دیکھ سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود امریکی فلمیں گراں قدر رائلٹی دے کر سرکاری سطح پر منگوائی جاتی ہیں۔ اعداد و شمار حسب ذیل ہیں۔

مصر میں ۸۵ فیصد امریکی فلمیں پیش کی جاتی ہیں۔ اردن میں ۶۵ فیصد، عرب امارات میں ۷۷ فیصد، ٹونس میں ۷۸ فیصد، الجزائر میں ۷۹ فیصد، مراکش میں ۸۲ فیصد، کویت میں ۷۷ فیصد اور ہر مہینہ چار سو کیسٹ ویڈیو فلم کے (ممنوع فلموں کے) عالم عرب میں داخل ہوتے ہیں۔ ۸۹ فیصد بچوں کے پروگرام ٹی وی کے لئے غیر مسلم ملکوں (امریکہ

وجاپان) سے منگوائے جاتے ہیں۔ انھیں فلموں، سیریز، ڈراموں اور متحرک کارٹونوں کے ذریعہ مشرکانہ عقائد وخیالات نوخیز نسلوں کے دل ودماغ میں بڑی فنی مہارت اور چابک دستی سے اتارے جاتے ہیں۔

مسلم ممالک کے خلاف مغربی میڈیا کی جنگ کتنی زبردست، وسیع، عمیق، مؤثر، طاقتور اور چومکھی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ وائس آف امریکہ روزانہ عربی زبان میں ۴۹ گھنٹے پروگرام نشر کرتا ہے۔

مغربی میڈیا کی براہ راست یورش اور بلا اجازت مسلمان گھرانوں میں داخلہ کی زبردست کوششوں کو دیکھئے دوسری طرف ان اسلامی ملکوں کو بھی دیکھئے جو اس زہر کو ڈالر اور پونڈ دے کر منگواتے ہیں اور اپنے مسلمان ہم وطنوں اور دینی بھائیوں کے حلق میں زبردستی انڈیل دیتے ہیں۔

بارہ اسلامی ممالک ۵۰ فیصد ٹی وی، ریڈیو پروگرام مغربی ملکوں سے درآمد کرتے ہیں۔ دس ممالک ایسے ہیں جو ۶۵ فیصد ٹی وی، ریڈیو پروگرام مغربی ملکوں سے درآمد کرتے ہیں۔ نو مسلم ممالک ایسے ہیں جو ۷۲ فیصد ٹی وی، ریڈیو پروگرام مغربی ملکوں سے درآمد کرتے ہیں۔ چار اسلامی ممالک ایسے ہیں جو ۸۰ فیصد ٹی وی، ریڈیو پروگرام مغربی ملکوں سے درآمد کرتے ہیں۔ مسلم ممالک میں سرکاری میڈیا کے ذریعہ ڈیڑھ لاکھ سے لے کر دو لاکھ گھنٹے تک مغربی ملکوں میں تیار کئے ہوئے پروگرام دکھائے جاتے ہیں اور ان کی رائلٹی لاکھوں ڈالر اور اسٹرلنگ پونڈ میں ادا کی جاتی ہیں۔ (مغربی میڈیا اور ان کے اثرات)

''وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُواً أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ'' (لقمان:۶/۳۱)

☆☆☆

سعودی میڈیا پر ایک نظر

یہ تو مصر، اردن، کویت اور دیگر عرب ممالک کے میڈیا کی بات تھی، آیئے اب سعودی میڈیا پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں تا کہ اندازہ لگایا جاسکے کہ جہاں توحید کی جڑیں سب سے زیادہ مضبوط ہیں اور جہاں مسلمانوں کے سب سے مقدس شہر (مکہ، مدینہ) ہیں وہاں گلوبلائزیشن کے منفی اثرات کس قدر پائے جاتے ہیں اور وہاں کے عوام ٹی وی اور صحافت کے تیز رو دھارے میں کس قدر بہتے جارہے ہیں۔ خاص کر وہاں کی صنف نازک کی صورت حال نہایت نازک ہوتی جارہی ہے اور یہی امریکی گلوبلائزیشن کا اولین مقصد ہے کہ مسلمانوں کی تہذیب وثقافت اور دین واخلاق کو ملیامیٹ کردیا جائے اور یہ کام مغربی میڈیا بڑی باریکی سے انجام دے رہا ہے۔

مملکت سعودیہ عربیہ کے بارے میں ایک مسلمان ادیب سیاح نے بہت عمدہ تبصرہ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:

> ”جدہ میں اب صرف دو چیزیں عرب ہیں ایک زبان دوسرے اذان، باقی ہر چیز پر یورپ کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ ان کی ذہنی رگوں سے جس طرح لہو نچڑ رہا ہے اور ان کے دماغ کے سوتے جس تیزی سے خشک ہورہے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کی عقلیں گنگ ہوگئی ہیں۔ ان کے الفاظ عرب ہیں ان کے افکار عرب نہیں۔ وہ اپنی روایتوں کو بھی یورپ کے سہارے زندہ کررہے ہیں اور شمشیر وسناں سے طاؤس ورباب میں داخل ہورہے ہیں۔ جدہ اس کا سرآغاز ہے“۔[1]

---

[1] شب جائے کہ من بودم ص ۱۱ تا ۱۷ نوٹ: یہ تبصرہ ۳۵ سال قبل ۱۹۶۹ء کا ہے اب مملکت سعودیہ کی جو حالت ہے وہ کسی صاحب نظر سے مخفی نہیں تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہی سیاح جب بحرین ایر پورٹ پر اترا تو آگے چل کر اس کے متعلق یوں لکھتا ہے۔

''بحرین ہوائی اڈے پر جہاز ۴۵ منٹ ٹھہرا۔ یہاں سے عرب شروع ہو جاتے ہیں لیکن انگریزوں کے تصرفات نے بحرین کو تاراج کر دیا ہے۔ بحرین عربوں کے حاشیہ میں یورپی تہذیب کا دم واپسیں ہے۔ استعمار نے اس کا خون نچوڑ لیا اور اس کی جگہ شراب دے گیا ہے۔ میں نے بحرین کے ہوائی اڈے پر کسی عرب کے چہرے کو شگفتہ نہیں پایا۔ وہ غیرت جو رونق پیدا کرتی ہے ان کے چہروں سے اڑ چکی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا عرب کا نیا خون کب تک اسلام کا ساتھ دے گا اور اسلام کب تک انھیں ساتھ لے کر چلے گا۔ وہ قیامت ضرور آنی چاہئے اور آکر رہے گی جس کی خبر قرآن نے دی ہے۔ یہ تمام اس کی نشانیاں ہیں جو بحرین سے جدہ تک پھیلی ہوئی ہیں۔''

(شب جائے کہ من بودم)

یہی باغیرت سیاح اپنے سفرنامہ کے اختتام پر بڑے رنج وغم کے ساتھ یوں گریہ کناں اور اشک فشاں ہے:

''اب ان میں عمر بن الخطاب تو کیا حجاج بن یوسف بھی پیدا نہیں ہوتا جو پکی فصلیں کاٹنے پر قادر ہو۔ وہ طوفانوں سے کھیلنے والے عرب تھے اور خود ایک طوفان تھے۔ یہ ساحل کے تماشائی عرب ہیں جو کنارہ پر کھڑے خود ایک کنارہ ہو گئے ہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ ان کا ماضی سے کوئی رشتہ نہیں رہا لیکن یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان کا ماضی ان سے محروم ہو چکا اور اس چراغ کی طرح ہو گیا ہے جو یادوں کے مزار پر بھولی بسری لو دیتا ہے۔

اذان ہوتی ہے لیکن رسم اذان ہے روح بلالی نہیں۔ ان کے خواب گاہوں میں ٹیلی ویژن اور ریڈیو آگئے ہیں۔ ان کی گھٹی میں عرب ملکوں کی شہرۂ آفاق

گانے والیوں کے سر اور دھنیں پڑی ہیں۔ ان کے خون میں کبھی طیش تھا اب عیش سما گیا ہے۔ جس قوم کا آغاز ہاجرہ (ام اسماعیل) سے ہوا تھا اس قوم کا خاتمہ ام کلثوم (مصری مغنیہ) پر ہو گیا۔" (شب جائے کہ من بودم ص ۱۱، ۲۱۱، ۲۱۲)

عرب دنیا اور خاص کر سعودی عرب کی یہ صورت حال کیوں کر ہوئی؟ یہ سب مغربی میڈیا کی یورش اور یلغار کا سبب ہے۔ اور جس کو مسلمان ممالک لاکھوں پونڈ اور ڈالر دے کر درآمد کرتے ہیں اور سینوں سے لگاتے ہیں۔ مغربی اور امریکی گلوبلائزیشن (عالمگیریت) کا سب سے خطرناک کھیل ہی یہ ہے کہ دوسروں کی تہذیبوں اور ثقافتوں کو تہس نہس کرنا اور اپنی گندی اور حیا باختہ تہذیب کو دوسروں پر مسلط کرنا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک بار سعودی وزارت دفاع کے ترجمان ماہنامہ "الحرس الوطني" کے نامہ نگار نے سابق امریکی جنرل برنٹ اسکوکرافٹ سے یہ سوال کیا کہ امریکہ ساری دنیا کے کلچر پر ڈش انٹینا کے ذریعہ اثر ڈال رہا ہے تو انھوں نے اس کے جواب میں بڑی صراحت سے کہا کہ امریکہ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مقامی تہذیبوں اور کلچروں کو ختم کر کے پوری دنیا کو ایک رنگ میں رنگ دیا جائے۔

چنانچہ سعودی ٹی وی پر بچوں کے جو پروگرام دکھائے جاتے ہیں ان میں متحرک کارٹونوں کے ذریعہ مشرکانہ عقائد اور بداخلاقی کے زہر فنی مہارت سے ذہنوں، ان کے دل و دماغ اور جذبات میں اتارے جا رہے ہیں۔ (مغربی میڈیا اور اس کے اثرات ص ۲۱۴، ۲۱۵)

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
اہل حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہو کو مرغزار ختن سے نکال دو
(اقبال)

یونیسکو نے عربوں کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کا بنیادی عقیدہ کمزور ہو گیا ہے۔نئی نسل میں دس سے پچیس سال تک کے بچوں کی ۸۰ فیصد تعداد ایسی ہے جو ٹی وی کے مشرکانہ پروگراموں سے متاثر ہو چکی ہے۔عیسائیوں اور یہودیوں کے افکار و شعار اور تہذیب و تمدن اور ان کے رائج کیے ہوئے فیشن کو احترام اور تقدس کی نظر سے دیکھتی ہے۔پندرہ سال کے اندر مصر و سعودی عرب اور کویت کو خاص طور سے نشانہ بنا کر منشیات کو رائج کیا گیا ہے۔جنسی خواہشات کی ناجائز تکمیل کے واقعات، جبر و تشدد، عصمت دری، مالی و اخلاقی جرائم کی کثرت ہو گئی ہے۔خواتین اور بچوں کے ذریعہ منشیات کو طلبہ طالبات میں ٹافی، کیسٹ، ٹی وی گیمس اور البم کے ذریعہ فواحش کو عام کیا جا رہا ہے۔

سعودی عرب میں ہر ماہ ۷۰ ہزار سے ۸۰ ہزار تک امریکہ و جاپان میں تیار کیے ہوئے ویڈیو اور ایک لاکھ آڈیو کیسٹ فروخت ہوتے ہیں۔

مصری روزنامہ الاھرام نے ۱۹۸۴/۹/۱۳ء کے شمارے میں عالم عربی اور فرانس میں ٹیلی ویژن اور ویڈیو کیسٹ کی موجودگی کا جائزہ اور موازنہ شائع کیا ہے جو عبرت انگیز ہے۔

فرانس میں ہر ایک ہزار شخص پر دس وی سی آر سیٹ ہے جبکہ اس کے بالمقابل کویت میں ہر ہزار پر چار سو نوے اور سعودی عرب میں ہر ہزار پر سات سو پچاس وی سی آر ہے۔ ۱۹۹۵ء میں یہ تناسب سو فیصد ہو گیا ہے۔

دس سال سے بھی کم مدت میں سعودی معاشرہ پر ٹی وی کے جو غیر معمولی اثرات پڑے ہیں ان کا تجزیہ ہم ریاض سے شائع ہونے والے مؤقر رسالہ "الـدعـوة" کے صرف دو شماروں سے بغیر کسی تبصرہ کے پیش کر رہے ہیں۔

رسالہ الدعوۃ نے چند خواتین کے ذریعہ ریاض میں مقیم سعودی خاندان کا سروے کرایا اور شمارہ (۱۵۷۷) جنوری ۱۹۹۷ء میں اس سروے کا نتیجہ شائع کیا۔رسالے نے ڈش انٹینا کی آمد کے بعد سعودی معاشرہ پر مرتب ہونے والے اخلاقی اثرات کا جائزہ لیا

اور اس موضوع پر خواتین سے جو جوابات ملے ان کی حیثیت ”وشهد شاهد من أهلها“ کی ہے۔

☆ ۴۴ فیصدی سعودی خواتین نے چار سال سے (یہ سروے جنوری ۱۹۹۷ء میں کرایا گیا ہے) فیشن ایبل لباس پہننا شروع کر دیا ہے۔

☆ ۳۸ فیصدی یہ لباس پہن کر بازار جاتی ہیں۔

☆ ۸۱ فیصدی خواتین کے والدین اور شوہر اس لباس کو پسند نہیں کرتے لیکن اس کے باوجود خواتین ایسا لباس استعمال کرتی ہیں۔

☆ ۳۵ فیصدی خواتین کے والدین اور شوہر ایسے لباس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

☆ ۳۵ فیصدی نے کہا کہ ہم ایسا لباس ترک کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔

☆ ۶۰ فیصدی نے کہا کہ ہم صرف فیشن سمجھ کر پہنتے ہیں۔

☆ ایسی بھی خواتین ہیں جن کی عمریں پچاس سے متجاوز ہیں وہ بھی ایسا لباس استعمال کرتی ہیں۔ ساٹھ باسٹھ سال کی بعض خواتین نے بتایا کہ وہ ایسا لباس ایک سال سے پہن رہی ہیں۔

☆ ۸۵ فیصدی خواتین نے وجہ یہ بتائی کہ ان کے عزیز واقارب ایسا لباس پہنتے ہیں یا انھوں نے ٹی وی دیکھ کر یا دوکانوں کے شوروم دیکھ کر یہ فیشن اختیار کیا ہے۔

☆ ۶۱ فیصدی نے کہا کہ ہم کو ایسے لباس کے استعمال سے شرمندگی نہیں ہوتی۔

☆ ۳۹ فیصدی نے کہا کہ ہم کو شرمندگی ہوتی ہے۔

☆ ۶۵ فیصدی نے کہا کہ ان کے شوہروں اور والدین نے اس سے منع نہیں کیا۔

☆ فیشن ایبل لباس کی تعریف رسالہ نے یہ کی ہے کہ جو ساتر نہ ہو، مغربی طرز کا چست لباس ہو، رسالہ کی تحقیق کے مطابق خواتین اور بچیاں (چھ سال تا بیس سال) تنگ جینز استعمال کرتی ہیں۔ بازو ننگے ہوتے ہیں اوپر سے باریک برقعہ ہوتا ہے۔ ۴۵ فیصدی

خواتین مغربی رقص اور گانے پسند کرتی ہیں۔

☆ ۶۵ فیصدی خواتین مغربی طرز کے کھانے اور ۹۵ فیصدی مغربی مشروبات پسند کرتی ہیں۔

یہ تو ڈش انٹینا کی کہانی تھی۔ آیئے اب سعودی صحافت کی طرف چلتے ہیں۔ اگر چہ ٹی وی کے مقابلہ میں پرنٹ میڈیا کی قوت تاثیر کا تناسب ۳۰ فیصدی ہے لیکن جزیرۃ العرب کے معاشرہ پر بہر حال اس کے منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

ذہن سازی اور کردار کی تشکیل میں ٹی وی کے بعد دوسرے نمبر پر سعودی خواتین کے لئے خصوصاً "سیدتی" کے نام سے ماہنامہ شائع ہوتا ہے جس کی ادارت ایک سعودی خاتون کے ذمہ ہے تاکہ اس رسالہ کو ذریعہ بنا کر سعودی معاشرہ کے شیرازہ کو بکھیرا جا سکے۔ (مغربی میڈیا اور اس کے اثرات ص ۲۱۴ تا ۲۲۰)

سعودی عرب کے روزناموں اور ماہناموں میں ایسی ایسی عریاں اور حیا باختہ تصاویر شائع ہوتی ہیں کہ الحفیظ والامان، سعودی صحافت کی داستان بھی بہت طویل ہے مگر بخوف طوالت اپنی بات فیض احمد فیض کے اس شعر پر ختم کر رہا ہوں۔

جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چرا کے چلے جسم و جاں بچا کے چلے
(فیض)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

(النور: ۲۴/۱۹)

☆☆☆

پاکستانی میڈیا پر ایک نظر

پہلے سلہٹ سے تھا خیبر تک ہمارا دبدبہ
اب کئی مجبوریوں کا نام پاکستان ہے
(شورش)

ہندوستانی میڈیا پر ہم اس لئے نظر نہیں ڈالتے ہیں کہ وہ ایک غیر اسلامی ملک ہے اور اس کو اسلامی تہذیب سے نہ واسطہ ہے نہ ہی اس کا دعویٰ۔ لیکن پاکستان جو صرف اور صرف اسلام کے نام پر وجود میں آیا اور پاکستان جس کا مطلب ہر پاکستانی ''لا الٰہ الا اللہ'' بیان کرتا ہے اور جن کو اپنی تہذیب، ثقافت، رہن سہن، طور وطریق اور طرز معاشرت پر بڑا ناز ہے بلکہ ہندوستانی مسلمانوں سے اپنے آپ کو افضل و برتر بھی ثابت کرتے رہتے ہیں۔ تو آیئے دیکھتے ہیں کہ وہاں اسلام کس قدر غریب ہے، اسلامی تہذیب کی کس قدر دھجیاں اڑائی جاتی ہیں، اسلام پسندوں سے کس قدر بغض وعناد رکھا جاتا ہے اور ان کا کس قدر مذاق اڑایا جاتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے سچ کہا تھا۔

''جس قوم کی ذہنی فضا نفرت کی آب وہوا سے تیار ہوگی اس میں ایک متمدن قوم کی آب وتاب کا پیدا ہونا ناممکن ہے۔'' (ابوالکلام احمد ص ۲۶۲)

آج پاکستانی قوم کی ذہنی اور ثقافتی حالت افسوس ناک ہی نہیں بلکہ یورپی ممالک سے بھی گئی گزری ہے۔ وہاں کے حکام کا نقطۂ نظر یورپ اور امریکہ کے حکام سے بدتر ہے۔ یورپی حکام بائبل پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھاتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ مگر پاکستانی حکام سراسر قرآن کے خلاف عمل کرتے ہیں اور دنیاوی زندگی میں ان کے

نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ وہاں آج تک کوئی ایسا دستور نہیں بن سکا ہے جو وہاں کے ہر حاکم کے لئے قابل قبول ہو، جب بھی وہاں کوئی نیا حاکم آتا ہے تو اپنا نیا دستور لاتا ہے اور میڈیا کو استعمال کر کے پورے زور وشور کے ساتھ اس کا پرچار کرتا ہے تا کہ عوام اس کے دستور کو حق مان کر دل و جان سے قبول کر لیں۔میرا موضوع وہاں کے حکام پر کچھ لکھنا نہیں ہے۔اگر کسی کو تفصیل مطلوب ہے تو چند کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔مثلاً پارلیمنٹ سے بازار حسن تک ''کوڑھ کی کاشت'' پاکستان میں انٹیلی جینس ایجنسیوں کا سیاسی کردار وغیرہ وغیرہ۔

صدر جنرل ایوب خان کے دور حکومت ۱۹۶۴ء میں ٹیلی ویژن آیا تو اس کے دو بنیادی مقاصد بیان کئے گئے۔ایک صدر ایوب خان کے (سیاہ) کارناموں کا گھر گھر پرچار کرنا، دوسرے قوم اور متوسط طبقہ کو فرسودہ مذہبی تصورات وخیالات سے آزاد کرانا۔

دوسرے مقصد کے حصول کے لئے جو طریقۂ کار تجویز کیا گیا اس کے متعلق پالیسی وضع کرنے والی کمیٹی کے صدر ذوالفقار بخاری نے یوں کہا۔

> ''اس مقصد کو اس خوبی سے انجام دیں کہ لوگوں کو شعوری طور پر اس کا پتہ نہ چلے کہ آپ جدید نسلوں کو مذہبی اثرات سے پاک کرنے کی کوئی مہم چلا رہے ہیں۔اگر آپ نے یہ کام کر لیا تو یاد رکھئے کہ ہم ہمیشہ کے لئے مذہبی جنونیوں اور ملاؤں سے اپنی معاشرت اور سیاست کو پاک کر دیں گے۔
>
> آپ اس مقصد کو اس طرح پورا کر سکتے ہیں کہ منافقت اور متضاد کردار کے لئے منفی ڈرامہ کرداروں کی داڑھی لگائے۔مضحکہ خیز کرداروں اور اناؤنسروں کو وہ لباس پہنانا ہے جو ہماری ترقی یافتہ معاشرہ میں سو سال بعد رائج ہونا چاہئے اور جو ایک فیصدی اوپر کے طبقہ میں رائج ہے۔''
>
> (مغربی میڈیا اور اس کے اثرات ص ۲۴۷،۲۴۸)

مذکورہ بالا پالیسی پر ہر دور میں عمل ہوتا رہا ہے چاہے فوجی حکومت رہی ہو یا عوامی

بس تھوڑی سی تبدیلی جنرل ضیاء الحق کے دور میں ہوئی تھی، مگر جب بے نظیر بھٹو کی حکومت آئی تو اس کی بھی کسر پوری کر دی گئی اور ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت پوری قوم اور پوری نئی نسل کو ایک خاص سمت کی طرف موڑ دینے کی شعوری کوشش جاری ہے اور جو کچھ کسر باقی رہ جائے گی اس کو مغربی میڈیا کے ذریعہ پورا کر دیا جائے گا۔

چنانچہ "تشدد اور جرائم سے بھرپور فلمیں پہلے سنیما ہالوں میں دکھائی جاتی تھیں اب وی سی آر کی وجہ سے ہر محلہ میں کیسٹ کھلے عام فروخت کیے جاتے ہیں۔ پھر ڈش انٹینا نے تو ہر گھر کو فحبہ گری کی تعلیم کا مرکز بنا دیا ہے۔ ایک مغربی ٹی وی تو چوبیس گھنٹے ایسے جنسی پروگرام دکھاتا ہے جو مغرب میں بھی ممنوع ہیں۔" (مغربی میڈیا اور اس کے اثرات)

مصور پاکستان علامہ اقبالؒ نے سچ کہا تھا:

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدار یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا
گزر گیا اب وہ دور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہان میخانہ، ہر کوئی بادہ خوار ہوگا

پاکستانی سنیما ہالوں میں مغرب کی درآمد شدہ قتل و غارت گری، فحاشی، بے حیائی اور جنسی ہیجان سے بھرپور انگریزی فلمیں کھلے عام دکھائی جاتی ہیں اور ان ہی کی نقل پر پشتو، اردو، پنجابی زبانوں میں فلمیں اور کیسٹ تیار کر کے پھیلائے جاتے ہیں۔ بھارتی فلموں کے علاوہ مغربی غلاظت سے آلودہ ڈرامے اور ناچ گانوں کے پروگرام تفریح کے نام پر دکھائے جاتے ہیں۔ حکومت پاکستان ان پر پانی کی طرح پیسے بہاتی ہے۔

پاکستان کے بک اسٹالس اور گلی کوچوں میں ویڈیو کی پھیلی ہوئی دکانوں پر آپ نظر ڈالیں گے تو معلوم ہوگا کہ ملکی و غیر ملکی جرائد و رسائل اور گھروں میں پڑھی جانے والی کتابوں و رسالوں اور خصوصی میگزین ایسے اخلاق سوز مضامین و تبصرے، رنگین صفحات، ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی برہنہ اور نیم عریاں تصاویر سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان سب کا

بنیادی مقصد معاشرہ میں مغربی تہذیب کی آلائشوں، آزاد خیالی، آزادانہ جنسی کلچر کو فروغ دینا ہے۔

فحاشی اور عریانیت کے سیلاب کی تندی و تیزی میں سب سے اہم اور مؤثر رول ذرائع ابلاغ ادا کر رہے ہیں۔ میڈیا نے عورت کے جسم کو، اس کے حسن و جمال کو، اس کے چہرے کو اور اس کی برہنگی کو اپنی تجارت بڑھانے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ کتنے ہی رسالے ہیں جو چٹ پٹی خبروں، فحش کہانیوں اور خبروں کے ذریعہ چل رہے ہیں۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں بے حیائی کا کوئی واقعہ رونما ہو یا کسی فلمی اداکار کا کوئی اسکینڈل ہو یا کسی کھلاڑی کا معاشقہ چل رہا ہو، پاکستانی اخبارات (مثلاً ''نوائے وقت''، ''جنگ''، ''خبریں''، ''اخبار جہاں''، ''اردو نیوز''، ''امارات ایکسپریس'' وغیرہ میں عریاں تصاویر دیکھیں گے تو سر پکڑلیں گے) و رسائل اسے مرچ مسالہ لگا کر چھاپنا اپنا منصبی فرض سمجھتے ہیں شاید وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی اسکینڈل سے قوم واقف نہ ہوگی تو ہماری قوم ترقی کے میدان میں پیچھے رہ جائے گی۔ (مغربی میڈیا ص ۲۵۲-۲۵۴)

پاکستان کے مشہور صاحب قلم اور معروف صحافی جناب حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کے الفاظ میں:

> ہماری صحافت بالخصوص روزنامے، مغربی ملکوں کے روزناموں سے بھی زیادہ بے حیائی پھیلانے میں مصروف ہیں۔ یہ چند ٹکوں کی خاطر مسلمان عورت کو روزانہ عریاں اور نیم عریاں کر کے پیش کرتے ہیں تاکہ عوام کی ہوس پرستی اور جنسی اشتہا کی تسکین کر کے ان کی جیبوں سے پیسے بھی کھینچے جائیں اور انھیں دولت ایمان سے بھی محروم کردیں۔ ان غارت گران دین وایمان کو اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ ان مہ وشوں، سیمیں تنوں اور رہزنان تمکین و ہوش کی رنگین اور شہوت انگیز تصویروں سے عوام کے اخلاق و کردار، کس بری طرح بگڑ رہے ہیں، بے حیائی اور بے پردگی کو کس طرح فروغ مل رہا ہے اور فحاشی کا سیلاب کس طرح ہر گھر کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ انھیں صرف اپنی کمائی

سے غرض ہے، اس کے علاوہ ہر چیز سے انھوں نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔“

(ماہنامہ السراج مارچ ۲۰۰۲ ص ۲۴)

یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سچی تصویر ہے جو لاکھوں جانوں کی قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا تھا اور جس کا مقصد یہ بتایا گیا تھا کہ وہاں اسلام کا بول بالا ہوگا مگر آج پاکستان کے در و بست پر غیر اللہ اور شیاطین الجن والانس کا راج ہے۔ جتنی شرابیں پاکستان میں بنتی اور بکتی ہیں شاید ہی کہیں بنتی اور بکتی ہوں۔ اخلاق اور روحانیت کا جنازہ نکل گیا ہے۔ اخبارات پڑھیے خبریں سنئے اور ٹی وی دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ پورے ملک کی فضا پر افرا تفری چھائی ہوئی ہے۔ منشیات کے بڑے بڑے اڈے پائے جاتے ہیں اور پوری دنیا میں سپلائی بھی کرتے ہیں۔ پبلک مقامات نشہ خوروں اور ٹھگوں کے اڈے بن گئے ہیں۔ اس کا مشاہدہ سفر پاکستان کے دوران میں راقم الحروف نے خود کیا ہے۔ واگہ باڈر اور لاہور اسٹیشن پر بڑے بڑے ٹھگ اور اچکے پائے جاتے ہیں۔ اخلاق اور حسن سلوک سے پورا معاشرہ کا معاشرہ خالی نظر آتا ہے اور یہ سب ڈش انٹینا، ذرائع ابلاغ اور انٹرنیٹ کی دین ہے۔

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ

(اقبال)

پاکستان کے علماء کرام اور دین پسند حضرات قابل تحسین اور مبارکباد ہیں کہ الحاد اور لادینیت پسندوں کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ مقدور بھر دین کے پرچار اور تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے فحاشیوں اور برائیوں کا کچھ تو توڑ ضرور ہو رہا ہے البتہ الحاد پسند عناصر کا غلبہ ہے اور اسلام کی قوت کمزور نظر آتی ہے لیکن اگر دین پسندوں کی مزاحمت جاری رہی تو ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب الحاد پسندوں کو اپنی سازشوں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان شاء اللہ وہ دن ضرور آئے گا۔ ”جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا“۔

مسلم دنیا اور بین الاقوامی تجارت

عالم اسلام کے سلسلے میں گزشتہ صفحات میں جو روشنی ڈالی گئی ہے اس سے عالم اسلام کی زبوں حالی کا پتہ چلتا ہے اور یہ کہ اسلامی تہذیب، مغربی تہذیب کی اسیر ہو کر رہ گئی ہے جس کے نتیجہ میں اسلامی تہذیب کو مغربی تہذیب دیمک کی طرح چاٹتی جارہی ہے۔ کل کیا ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے لیکن بظاہر عالم اسلام پر ذلت ونکبت کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ ایک طرف یہ صورت حال ہے۔ دوسری طرف وہائٹ ہاؤس (امریکہ) کی ہر اقتصادی پالیسی عالم اسلام کی اقتصادیات کے خلاف ہی شائع ہوتی ہے اور عالم اسلام کے لئے ایک نئی مصیبت لاتی ہے۔ خاص کر خلیجی ممالک کو دھمکیاں ملتی ہیں کہ وہ ہر حال میں گلوبلائزیشن کا ساتھ دیں ورنہ ان کا حشر برا ہوگا۔ (الخلیج ۱۷/۸/۲۰۰۴ء ص۱)

عالم اسلام کے اقتصاد کو ناکارہ بنانے اور عالم اسلام کے فقر وفاقہ میں اضافہ کی ہر تدبیر بروئے کار لائی جارہی ہے۔ مثال کے طور پر ۲۰۰۱ء میں اس وقت کے پاکستان کے وزیر تجارت عبدالرزاق داؤد نے ایک اخبار کو بتایا کہ انھوں نے امریکہ سے کہا کہ وہ پاکستان سے درآمد کئے جانے والے کپڑوں پر ٹیرف یعنی محصول کم کردے لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔

تین سال بعد پاکستان کے بنائے ہوئے سویٹر اور بستر کی چادروں پر لگایا جانے والا امریکی محصول جاپان اور یورپ سے آنے والی کاروں اور کمپیوٹر چپس پر لگائے جانے والے محصول سے پانچ سے دس گنا زیادہ ہے۔ یہ مسئلہ صرف پاکستان اور امریکی محصول کا نہیں ہے اس کا تعلق حقیقت میں اسلامی دنیا کی معاشی بدحالی سے ہے جو شمالی افریقہ سے لے کر بنگلہ دیش تک تیس ملکوں اور سات سو ملین لوگوں پر مشتمل ہے۔ معاشی ترقی کے لئے

آزاد تجارت کی جس خوبی کا اکثر مغربی ممالک ڈھنڈورا پیٹتے ہیں عام طور پر مسلمان ملکوں کے ساتھ تجارت میں نظر نہیں آتی۔

۱۹۸۰ء میں جب تیل کا بول بالا تھا اسلامی خطے کا عالمی برآمدات میں حصہ صرف چودہ فیصد تھا۔ پچیس سال بعد یہ اعداد وشمار پانچ فیصد سے بھی کم رہ گیا ہے۔ امریکی تجارت کے متعلق زیر بحث آنے والے مسائل جیسے بیرونی وسائل کا استعمال اور دوسرے ملکوں میں کم مزدوری کے عوض کام کرانا یعنی آؤٹ سورسنگ کا اسلامی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تمام کے تمام ستاون اسلامی ممالک میں کل مل کر تقریباً اتنی بیرونی سرمایہ کاری ہوتی ہے جتنی یورپ کے کسی ایک چھوٹے ملک جیسے سویڈن اور ہالینڈ میں ہوتی ہے۔

ایک ایسے وقت میں جب زیادہ تر دنیا میں گلوبلائزیشن یعنی عالمگیریت پر بحث ہو چکی ہے ایسا لگتا ہے کہ مسلم ممالک دنیا میں عالمی تجارت سے متعلق جو کچھ ہوا ہے وہ گلوبلائزیشن کی ضد ہے۔ اس وقت زیادہ تر اسلامی دنیا ایک معاشی جمود کی حالت میں ہے۔

مسئلے کی جڑ مقامی سطح پر بنائی جانے والی پالیسیاں ہیں۔ ملکی مفاد میں بنائی جانے والی معاشی پالیسیاں، جنہیں جنوب مشرقی ایشیاء اور لاطینی امریکہ ایک عرصے سے چھوڑ چکا ہے ملکوں کو ایک دوسرے سے اور عالمی معیشت میں الگ تھلگ کر دیتی ہیں۔ زیادہ تجارتی رکاوٹیں اس کی ایک مثال ہیں۔ شام میں گاڑیوں پر محصول دو سو فیصد ہے حالانکہ شام کوئی گاڑی نہیں بناتا۔ پچھلے بیس سالوں میں معاشی پابندیوں کے پھیلاؤ نے چاہے اس کی سیاسی وجہ کچھ بھی ہو، اس علاقائی خلیج کو اور بھی گہرا کر دیا ہے۔ توانائی اور تیل کی منڈی پر اثر ورسوخ رکھنے کے باوجود مسلمان دنیا کو ڈبلیوٹی او کے ذریعے عالمی تجارتی پالیسی بنانے میں عمل دخل مشرقی ایشیاء، لاطینی امریکہ اور افریقہ کے صحارا پار کے علاقوں سے بھی کم ہے۔

اسلامی ممالک کی معاشی اصلاحات میں کامیابی کے سلسلے میں امریکہ اور یورپی دنیا کی بظاہر واضح دلچسپی ہے مگر ان کی موجودہ پالیسیاں ان کی مدد کے بجائے ان کے لئے

مشکلات کا باعث ہوتی ہیں۔

اس کی ایک مثال یورپی کاشت کاروں کی پالیسیاں ہیں۔ اٹلی، اسپین اور یونان کو زیتون کے تیل کی پیداوار کے لئے حکومتوں کی طرف سے دی جانے والی چھوٹ کوئی دو ارب ڈالر سالانہ ہے (یہ شرح یورپی یونین سے باہر کی دنیا میں زیتون کے تیل کی تجارت سے دوگنا زیادہ ہے) جس کی وجہ سے عالمی منڈی میں یورپی تیل کی قیمتیں کم رہتی ہیں اور قیمتوں میں مقابلے کی وجہ سے مراکش اور تیونس کا اعلیٰ درجہ کا زیتون کا تیل دنیا کی منڈی میں آ ہی نہیں پاتا۔

امریکہ کے آزاد تجارتی معاہدے اور ترجیحی جال ایک اور مسئلہ ہیں۔ ان کے اقدام کی وجہ سے افریقہ اور لاطینی امریکہ کے سرسٹھ ترقی پذیر ممالک کو محصول معاف ہے۔ اس کا ایک غیر ارادی نتیجہ یہ ہے کہ یہ مسلمان دنیا کے برآمد کنندگان کو ناموافق صورت حال میں ڈال دیتا ہے۔ اگر چہ امریکہ کے پرچون اسٹور پیرو، لیسوتھو یا ال سلواڈور سے ایک شرٹ خریدنے پر کوئی محصول نہیں دیتے مگر وہی شرٹ اگر پاکستان، مصر اور ترکی سے خریدیں تو انھیں اس پر بیس فیصد محصول ادا کرنا پڑے گا۔ اگلے سال یہ دباؤ اور بھی بڑھ جائے گا جب ٹکسٹائل کوٹا ختم ہونے پر بھارت اور چین جیسے بڑے ملک دوسروں سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔ (بی بی سی اردو لائن ۲۰/۹/۲۰۰۴ء)

یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکہ کی پالیسیوں نے امریکی کمپنیوں اور انٹرنیشنل ملٹی نیشنل کمپنیوں کے لئے ایک وسیع اقتصادی میدان کھول دیا ہے اور ہر ممکن طریقہ سے یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اقتصادی میدان میں ترقی کا واحد راستہ اوپن مارکیٹ کا نظام ہی ہے یعنی مکمل طور پر آزادانہ اقتصادی نظام کا وجود تاکہ دنیا کی تمام مارکیٹیں امریکی اور مغربی پیداوار کے لئے اپنے دروازے وا کردیں اور اس کے لئے پروپیگنڈے کی پوری مہم چلائی جارہی ہے۔ لوگوں کے دماغوں کو ماؤف کیا جارہا ہے اور انھیں یہ یقین دلایا جارہا

ہے کہ سرمایہ دارانہ فکر اور مغربی تہذیب کا کوئی بدل نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی مسلم دنیا کے خلاف سیاسی، ثقافتی اور عسکری حملہ تیز کر دیا گیا ہے جس کے لئے مختلف وسائل اور طریقوں کو کام میں لایا جارہا ہے تا کہ پوری دنیا اور خاص کر مسلم دنیا کو اپنے کنٹرول میں رکھ کر ایک ایسا کھیل کھیلا جائے کہ دنیا کے حالات میں استقرار اور ٹھہراؤ باقی ہی نہ رہے۔ مسلم دنیا میں اضطراب و بے چینی اور انتشار و خلفشار کا سیلاب امڈ آئے۔ اس کے بعد دنیا کے جغرافیہ میں تبدیلی لائی جائے۔ اس کے لئے اسلحوں کی تجارت کو تیز سے تیز تر کر دیا گیا ہے۔ سرحدوں کے اختلافات کو خوب خوب ہوا دی جارہی ہے اور اجاگر کیا جارہا ہے۔ اسلام کی عالمگیریت پر خوب خوب ضرب لگائی جارہی ہے تا کہ لوگ اسلام سے برگشتہ ہو کر مغربی افکار اور تہذیب کی طرف رجوع کریں اور پھر اس طرح اسلام اور مسلمانوں کو شکست دی جا سکے۔ (العولمة أم عالمية الشريعة الاسلامية ص ۴۱، ۴۲)

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دنیا میں ہر جگہ اتحاد کی باتیں چل رہی ہیں۔ مشترکہ اقتصادی منڈی کی باتیں ہو رہی ہیں۔ سنگل کرنسی کی طرف لوگ دوڑ رہے ہیں۔ لیکن مسلم دنیا کی حالت اس کے برعکس ہے۔ یہ مزید نفاق و شقاق کے شکار ہوتے جارہے ہیں۔ کبھی مصر، یمن سے نبرد آزما ہوتا ہے، سوڈان کو آنکھیں دکھاتا ہے، لیبیا، سعودیہ پر پھبتیاں کستا ہے۔ قطر غراتا ہے۔ عراق کویت پر چڑھ دوڑتا ہے، ایران، عراق کے ساتھ دست وگریباں اور لہولہان ہو رہا ہے اور متحدہ عرب امارات کو دھمکیاں دیتا ہے۔ پاکستان افغانستان کے خلاف سازشوں میں لگا ہوا ہے وغیرہ وغیرہ۔ افسوس یہ باتیں کبھی اغیار میں پائی جاتی تھیں۔ اب ہم نے اپنا لیا ہے۔ اور جو ہمارا طرۂ امتیاز تھا اب اغیار نے اپنا لیا ہے مثلاً افریقہ متحد ہو رہا ہے، یورپ متحد ہو رہا ہے۔ اس کی مشترکہ اقتصادی منڈی بن گئی ہے۔ وہ سنگل کرنسی یورو پر عمل کرنے لگا ہے۔ جب کہ ان کے عقائد مختلف، ان کے افکار و خیالات مختلف، ان کی زبانیں مختلف اور ہم ہیں کہ ہمارا رب ایک، ہمارا نبی ایک، ہمارا

عقیدہ ایک، ہمارا قرآن ایک، ہمارا قبلہ ایک، ہماری زبان (عربی زبان) ایک، لیکن ہم ایک نہیں ہیں۔ ع

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

کبھی ہم مارکس کی اشتراکیت کی طرف دوڑتے ہیں اور خائب و خاسر لوٹتے ہیں۔ کبھی ہم، اقوام متحدہ، واشنگٹن، لندن اور پیرس کی طرف دامن پھیلائے ہوئے جاتے ہیں اور ذلیل و خوار ہو کر واپس آتے ہیں۔

عربوں کا انتشار قیامت سے کم نہیں
دل ہے کہ اس خیال ہی سے پائمال ہے
(شورش)

﴿الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ (النساء:۴/۱۳۹)

جن کی یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے پھرتے ہیں، کیا ان کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں (تو یاد رکھیں کہ) عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

اگر ہم کو عزت چاہئے تو صرف ایک ہی در سے مل سکتی ہے اور وہ کعبہ کے رب کا در ہے۔ آیئے ایک اسلامی بلاک بنائیں، اپنی مشترکہ اقتصادی منڈی کو وجود میں لائیں۔ اور سنگل کرنسی کی باتیں کریں۔ تب جا کر کہیں ہم گلوبلائزیشن کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے

پاس وسیع زمینی رقبہ ہے۔ افرادی قوت ہے، فوجی قوت ہے، مادی قوت ہے، ایٹم بم ہے، آبی گزرگاہیں ہیں، ایئرروٹس ہیں، نہیں ہے تو اتفاق واتحاد، گویا کہ مسلم دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ غدر اور نفاق ہے، اس لئے ہر میدان میں ہم رسوا و ذلیل ہیں اور دوسروں کے دست نگر ہیں آیئے سیاسی، ثقافتی اور عسکری ہر میدان میں ہم اللہ کے اس قول ''وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم'' (الانفال:۸/۶۰) پر عمل پیرا ہیں، ورنہ پھر ہمیں کہنا پڑے گا۔ ع

اشہبِ تاریخ کو حاجت ہے پھر مہمیز کی
بزدلوں کو پھر ضرورت ہے کسی چنگیز کی
(شورش)

☆☆☆

گلوبلائزیشن دینی مدارس کے دروازوں پر

''چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے''
(فیض)

گلوبلائزیشن دراصل نئی صلیبی جنگ کا آغاز ہے۔ جس کی ہمہ گیری اور عالمگیری کا اندازہ لگائیے کہ اس نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اگر چہ اس نے اقتصاد کو سر فہرست رکھا ہے لیکن جب ہم غور سے اس کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس کے جملہ پروگراموں پر سنجیدگی سے نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کو اس کے نقطۂ نظر سے اولیت حاصل ہے۔ کسی کو کسی پر تقدم اور فوقیت نہیں ہے۔ تعلیم، مذہب، سیاست، اقتصاد، تہذیب وتمدن، اعلام ونشریات اور فوجی قوت ہر ایک پر اس کی کڑی نظر ہے اور عالم اسلام کی ہر ایک چیز کو وہ اپنے نقطۂ نظر سے ناپنے اور اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور یہ صلیبی جنگ (گلوبلائزیشن) بہت پرانی ہے۔ مدارس کے خلاف مغرب کی دشمنی بہت قدیم ہے۔ فرانس نے الجیریا میں، روس نے وسط ایشیا میں، ہالینڈ نے انڈونیشیا میں اور برطانیہ نے ہندوپاک میں ان کو ختم کرنے یا مفلس وقلاش اور بے اثر بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اسی طرح اتاترک نے جب مغربی بننے کا فیصلہ کیا تو خلافت ختم کر کے پہلا وار مدرسوں پر کیا اور عربی رسم الخط کو لاطینی سے بدل دیا تاکہ دینی علوم سے رشتے کی کوئی سبیل ہی باقی نہ رہے۔ (ترجمان القرآن مئی ۱۹۹۰ ص ۵)

''یورپی اقوام نے نظام تعلیم کو محکوم قوموں کے خلاف ایک جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ جس کی ایک مثال، لارڈ میکالے کا فرمان ہے۔ دوسرا اعلان نپولین کا ہے کہ مسلمان ملکوں میں'' مقامی لوگوں کو مقامی لوگوں سے مرواؤ یعنی (NATIVES

(TO KILL NATIVES) گزشتہ تین برسوں کے دوران امریکہ نے مسلم دنیا کے بارے میں جتنی رپورٹیں جاری کی ہیں ان میں مسلمان ملکوں کے نظام تعلیم کو بنیادی ہدف بنانے کی سفارش کی گئی ہے۔ عراق پر قبضہ کرنے سے ایک سال پیشتر جون ۲۰۰۳ء میں عراقیوں کے لئے امریکہ نے درسی کتب تیار کر لی تھیں۔ اور ۱۰/ اپریل ۲۰۰۳ء کو بغداد پر کنٹرول حاصل کرنے کے آدھے گھنٹے بعد امریکہ نے عراق کے لئے جاری کی جانے والی سب سے پہلی امداد عراقی نظامِ تعلیم سے منسوب کی تھی۔''

(ماہنامہ ترجمان القرآن ستمبر ۲۰۰۴ ص ۵۷)

اسی طرح جب افغانستان کے خلاف امریکی بربریت کا آغاز ہوا اور بے گناہ افغانی عوام خاک وخون میں تڑپ رہے تھے عین اسی وقت امن کی دیوی ''اقوام متحدہ'' کا نہایت اہم ادارہ ''یونیسیف'' اپنا گھناؤنا کردار ادا کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے صرف دو ماہ کے اندر اندر افغانستان کے نصاب تعلیم کو صرف تبدیل کرنے کا ہی مشورہ نہیں دیا بلکہ نصابِ تعلیم کو تبدیل کرنے کے لئے ایک اعلیٰ سطحی بورڈ بھی تشکیل دے دی۔ اور طالبان کے دور کے نصاب تعلیم کو ردی کی ٹوکری میں یہ کہتے ہوئے ڈال دیا کہ اس سے پوری دنیا میں دہشت گردی کو ہوا ملتی تھی اور وہ نصابِ تعلیم امنِ عالم کے لئے ایک کھلا ہوا خطرہ تھا۔

(اردو نیوز جدہ ۱۴/۱۲/۲۰۰۱ء)

جہاں جہاں نصابِ تعلیم تبدیل ہو رہے ہیں یا جن ممالک نے اپنے یہاں نصابِ تعلیم میں تبدیلی پر آمادگی ظاہر کی ہے امریکہ کی طرف سے ان کو باقاعدہ خطیر رقم کی شکل میں امداد مل رہی ہے ان ممالک کی فہرست میں مصر، یمن، اردن اور پاکستان سرِفہرست ہیں۔

ایک طرف عالمِ اسلام کے اقتصاد کو ناکارہ بنایا جا رہا ہے۔ دوسری طرف وہاں کی تعلیمی پالیسی کا از سر نو ترتیب دیا جا رہا ہے تاکہ مسلمانوں کی آنے والی نسل اسلامی مبادیات اور بنیادی عبادات سے بھی ناآشنا رہے اور پوری طرح مغربی رنگ میں رنگ

جائے۔ نصابِ تعلیم یں تبدیلیاں اس لئے لائی جارہی ہیں تا کہ یہود و نصاریٰ کے سلسلے میں قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ جن چیزوں کی نشان دہی کرتی ہیں اور ان کے گھناؤنے کردار اور گھٹیا عادات واطوار سے پردہ اٹھاتی ہیں مسلمانوں کی آنے والی نسل ان سے یکسر ناواقف رہے۔ نصابِ تعلیم میں تبدیلیوں کو رواداری کا نام دیا جارہا ہے۔

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف
(اقبال)

حالانکہ یہی رواداری امریکہ، اسرائیل اور ہندوستان کے نصاب تعلیم سے مفقود ہے۔ وہاں مسلمانوں کی تصویر کشی اس انداز سے کی جاتی ہے کہ یہ ایک خونخوار معاشرے کے علم بردار ہیں۔ انسانی حقوق کو پامال کرنے والے ہیں۔ ان کا دین انسانوں کو قتل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ انسانیت کا احترام اسلامی تعلیم میں مفقود ہے۔ اسلام جنونیوں اور وحشیوں کا مذہب ہے وغیرہ وغیرہ۔

مصر کے نصاب میں تو پہلے ہی صدر انور سادات کے دور میں تبدیلیاں لائی جا چکی ہیں۔ اب امریکی دباؤ میں آکر کویت نے پہل کر دی ہے۔ (انقلاب ۲۰۰۳/۱۲/۳۰۔ انقلاب انٹرنیٹ) اور اس کے بعد سعودی عرب اور دیگر اسلامی ممالک اس کی تقلید کر رہے ہیں اور یہ تبدیلیاں وہ لوگ لا رہے ہیں جو اپنے آپ کو اسلام کا ٹھیکیدار گردانتے ہیں۔ اور تقریباً ایک صدی سے ولاء اور براء کا شور مچاتے رہے ہیں۔ اب امریکی دباؤ میں آکر نصابِ تعلیم میں تبدیلی ان کو رواداری نظر آتی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ اس سے نفرت ختم ہوگی۔ دہشت گردی کا خاتمہ ہوگا اور پوری دنیا میں امن وامان کی بہار آئے گی۔ مگر ان سیاست دانوں اور امریکی گماشتوں کو کیا معلوم نہیں؟؟

''کہ...... تل ابیب میں ایک سمینار ہوا جس میں سابق مصری وزیر اعظم مصطفیٰ خلیل اور بطرس غالی نے شرکت کی، اس کا موضوع تھا ''قرآن کے اثرات عرب اور اسرائیل

تعلقات کی بحالی پر'' بیگن نے صاف صاف مطالبہ کیا کہ ان تمام مدارس کو بند کردیا جائے جہاں قرآن مجید پڑھایا جاتا ہے، اسرائیل اور امریکہ کے مشترکہ احکامات کی تنفیذ از ہر اور مصری وزارتِ تعلیم وتربیت دونوں کے نصاب تعلیم میں کی جارہی ہے۔ یہ مسئلہ دونوں کے لئے اتنا اہم ہے کہ سی آئی اے کے سربراہ اور امریکی کانگریس کے وفد شیخ الازہر سے مل کر یہ بیان دیتے ہیں کہ از ہر میں اصلاح عمل جاری ہے اور اس کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جارہا ہے۔ پاکستان میں مشرف، مصطفیٰ کمال پاشا کا کردار ادا کرنے کی کوشش کررہے ہیں، اسی لئے انہیں استعماری طاقتوں کی زبردست پشت پناہی حاصل ہے۔ ہندوستان میں تو آزادی کے بعد ہی سے مسلمانوں کو برہمنی تہذیب کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش ہورہی ہے۔ امریکہ واسرائیل کی مدد کے بعد جسمانی اور ثقافتی نسل کشی کے عمل کی رفتار تیز ہوگئی ہے۔ مدارس کو دہشت گردی کا اڈہ ثابت کرنے میں ہندوستانی میڈیا، وزارتِ داخلہ (سابقہ) کے نقش قدم پر ہے۔ لیکن دوسروں سے دہشت گردی کی تعلیم نہ دینے کا مطالبہ کرنے والوں کا حال یہ ہے کہ امریکہ، اسرائیل اور ہندوستان تینوں ملکوں کا نصاب تعلیم خالص مذہبی اور شدید متعصبانہ مسلم دشمنی پر مبنی ہے۔ مثال کے طور پر دہشت گردوں کے سب سے بڑے شیطان اسرائیل کی نصابی کتابوں کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کو بیالیس مقامات پر چور، ڈاکو، اچکے، بدمعاش، ستر جگہ دہشت گرد، تیس مقامات پر تخریب کار، ستر جگہ قاتل، ستائیس جگہ انسانوں کے شکاری، اکتیس مقامات پر جہازوں کا اغوا کرنے والے اور ایک سو اکتالیس جگہ غاصب وخائن، ستر درختوں اور کھیتوں کو تاراج کرنے والے اور ایک سو کیاسی جگہ شقی القلب کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ ایک اسرائیلی پروفیسر کوہین نے عبرانی زبان میں پڑھائی جانے والی کتابوں کے تجزیہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ عام طور پر ۷۰ فیصد یہودی بچوں کو ابتدائی مراحل میں یہ یقین ہوجاتا ہے کہ عرب قاتل اور بچوں کے اغوا کرنے والے ہیں۔ کم وبیش اسی

طرح کے تاثرات ہندو بچوں کے مسلمانوں کے بارے میں ہوتے ہیں وہ ہر مسلمان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ چھرا رکھتے ہیں اور ہندوؤں کو قتل کر دیتے ہیں۔''

(مغربی میڈیا اور اس کے اثرات ص۴۲، ۴۳)

اسی کی آج وفاداریاں ہوئیں مشکوک
جو سرحدوں پہ بھی عبد الحمید ہوتا ہے
(رؤف)

آل انڈیا ملی کونسل کے تحت ایک کل ہند دینی مدارس کنونشن کے سامنے اپنے کلیدی خطاب میں قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ یوں کہتے ہیں:

''عین اس وقت جب ہم زبوں حالی پر آنسو بہا رہے ہیں اور مدارس اسلامیہ کی کمزوریوں کا محاسبہ کر رہے ہیں دشمنان اسلام انہی مدارس کو اپنے لئے خطرے کا سب سے بڑا مرکز سمجھ رہے ہیں۔قال اللہ و قال الرسول کے گونجنے والے نغموں میں (انہیں) اسلام کی حیاتِ نو کا خطرہ، بنیاد پرستی کی بو، اور آئی ایس آئی کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ مدارس کو بدنام کرنے کے لئے انہیں کبھی اسمگلنگ کا اڈہ بتایا جا رہا ہے اور کبھی ان کی جدید تعمیرات میں غیر ملکی پیسے کا عمل دخل بتایا جاتا ہے۔تہذیب اور لباس کی تبدیلی کو بڑی گہری نظر سے واچ کیا جا رہا ہے۔ اسے ایک بڑا خطرہ تصور کیا جا رہا ہے۔اصل خطرہ یہ بتایا جا رہا ہے کہ چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو ایسی تعلیم دی جا رہی ہے کہ بڑے ہو کر بنیاد پرست اور عسکریت پسند بنیں گے اور کسی کو یہ خوف ہے کہ جو طبقہ ان مدرسوں سے نکلے گا وہ اسلامی تشخص اور اپنی مذہبی شناخت کا سخت وکیل ہوگا۔''

(الفرقان لکھنؤ نومبر و دسمبر ۱۹۹۴ء ص ۴۱ بحوالہ ترجمان القرآن مئی ۱۹۹۰ ص ۴)

تقریباً چھ ماہ قبل کی بات ہے کہ شمالی ہند کے دینی مدارس کا ہندوستانی اور امریکی وفود نے خفیہ دورہ کیا، اس دورہ کو اس قدر راز میں رکھا گیا کہ شروع میں میڈیا اور پریس کو بھنک تک نہ پہنچی اور مدارس کے ذمہ داران کو بھی افشائے راز سے سختی سے منع کر دیا گیا۔مگر قربان

جایئے میڈیا اور پریس کی متجسس نگاہوں پر اور ان کی جدو جہد پر کہ اس راز کو راز نہ رہنے دیا ابھی دورہ مکمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ راز طشت از بام ہوگیا اور دنیا بھر میں انٹرنیٹ پر دیکھا اور پڑھا گیا، پھر وفود نے اپنی شرمندگی اور کھسیاہٹ کو دور کرنے کے لئے یہ بیان داغا کہ ان مدارس میں دہشت گردی کی تعلیم نہیں ہوتی ہے اگر یہ بات سچ ہے اور یقیناً سچ ہے اور وشهد شاهد من أهلها کے مصداق بھی ہے تو پھر امریکہ اور اس کے حواری ہاتھ دھو کر دینی مدارس کے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ ایسا تو نہیں کہ ''يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ''(آل عمران:۳/۱۶۷)''اپنے منھ سے وہ باتیں سناتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں'' کے مصداق ہیں اور یقیناً ہیں۔ان کے کرتوت اور ان کے اعمال اس بات پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

پوری دنیا میں بالعموم اور ہندوستان میں بالخصوص مسلمانوں پر اور ان کے دینی اداروں پر دہشت گردی کا الزام لگایا جاتا ہے۔ہم اپنی طرف سے اس بارے میں کچھ بھی صفائی پیش کرنا نہیں چاہتے ہیں لیکن دنیا کبھی بھی انصاف پسندی اور حق گوئی سے خالی نہیں رہی ہے۔دنیا سے انصاف پسند اور منصف لوگ ناپید نہیں رہے ہیں۔ بلکہ ایسے انصاف پسند اور حق گو ہمیشہ پائے گئے ہیں جو پوری جرأت اور بہادری کے ساتھ اپنی بات لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔ انصاف پسندی اور حق گوئی کے لئے دھرم، مذہب، علاقہ اور ملک کی قید نہیں ہے۔حق جہاں ہوتا ہے سرچڑھ کر بولتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ پربھاش جوشی، راج دیب سردیسائی، ریٹائرڈ سرکاری افسر بی-رمن-معروف صحافی آمولیہ گانگولی، معروف آئی،اے-ایس ہرش مندر، مینا کنڈاسوامی، اور رویندر پنڈیا وغیرہ کے نام ہمیشہ تاریخ کے صفحات پر آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکتے اور دمکتے رہیں گے۔

چنانچہ ان لوگوں کو جو مدارس کو دہشت گردی کا اڈہ بتاتے ہیں آئینہ دکھاتے ہوئے روبندر پنڈیا اپنے ایک مضمون میں یوں لکھتے ہیں:

''مغربی میڈیا کے پروپیگنڈے کے نتیجے میں بیشتر غیر مسلموں کی یہ عام رائے بن گئی ہے کہ مدرسوں کا دہشت گردی سے گہرا تعلق ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مدرسے مذہبی تعلیم دیتے ہیں۔ اگر کہیں ہتھیاروں کی تعلیم دی جاتی ہے تو وہ ادارے سب کچھ ہو سکتے ہیں مدرسے نہیں ہو سکتے۔ مدرسوں میں تو سبھی مسلمان جاتے ہیں تو کیا سبھی مسلمان دہشت گرد کہے جائیں گے؟ اور جب ایسا نہیں ہے تو مسلسل پروپیگنڈے کے ذریعے لوگوں کی ایسی ذہنیت کیوں بنائی جاتی ہے؟ یہ ممکن ہے کہ مدرسے چلانے والے کچھ لوگ دہشت گردوں سے ملے ہوں۔ ایسے لوگوں کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے۔ مگر عام طور پر تمام مدارس کو بدنام کرنا ٹھیک نہیں ہے، مدارس کو بند کرنے کا مطالبہ کرنا اور ان کو ملک کے لئے خطرہ بتانا غلط اور نامناسب ہے۔'' (میڈیا روپ اور بہروپ ص ۶۵)

اسی طرح مدارس کے تعلق سے مینا کنڈ اسوامی کا ایک بیان بہت ہی معنیٰ خیز ہے اور ان چیزوں سے پردہ اٹھاتا ہے جو مدرسوں کو بدنام کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔ مینا کنڈ اسوامی کا بیان:

''مدرسوں میں معصوم بچوں کے کچے ذہنوں کو دہشت گردی کی تعلیم دینے کا الزام لگانے والے عناصر آر ایس ایس کے اداروں پر[1] نظر کیوں نہیں ڈالتے۔ وہاں جنگجوئیت کی جو مشق کرائی جاتی ہے اس کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ لاٹھی چلانے، مارچ کرنے،

---

[1] آر ایس ایس کی ملک بھر میں ۴۴ ہزار شاکھائیں ہیں جو ۳۰ ہزار سے زیادہ شہروں اور قصبوں میں سرگرم ہیں، تاہم اس کے رضا کاروں کی اصل تعداد معلوم نہیں یہ تعداد ۷۰۔۸۰ لاکھ کے آس پاس ہو سکتی ہے معرف مصنفہ ارندھتی رائے (Arundhati Ray) نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے: آر ایس ایس کی ۴۵ ہزار شاکھائیں ہیں اس کی خودکی ذیلی تنظیمیں اور ستر لاکھ والینٹیر ملک بھر میں اس کے منافرانہ نظریات پھیلانے میں مصروف ہیں۔ (کرکرے کا قاتل کون؟ ص ۳۲)

جسمانی ورزش اور دیش بھگتی کی آڑ میں اقلیتوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کو کیوں نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ کم از کم مدرسوں میں تو ہتھیار چلانے کی ٹریننگ نہیں دی جاتی۔ مسجدوں کو ہتھیاروں کا اسٹور ہاؤس کیوں کہا جاتا ہے۔ کیا ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے۔'' (میڈیا روپ اور بہروپ ص ۶۴، ۶۵)

مینا کنڈا سوامی نے اس رپورٹ کا بھی حوالہ دیا ہے جو کشمیر کے مدارس کی چھان بین کے بعد، کشمیر کے انسپکٹر جنرل آف پولس، کے راجیند رکی نگرانی میں تیار کی گئی تھی اور پھر ۲۵ اپریل ۲۰۰۱ء کو انڈین ایکسپریس میں شائع بھی ہوئی۔ اس رپورٹ کا خلاصہ یہ ہے۔

''کشمیر میں مدرسوں کے چلنے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ پاکستان کے ان مدارس کی مانند نہیں ہیں جو جہادی فیکٹری بن گئے ہیں۔ جموں وکشمیر پولس، فوج اور بی ایس ایف نے جانچ کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا، جس سے دہشت گردی کے پھیلاؤ میں مدرسوں کی شمولیت کا کوئی اشارہ ملتا ہو۔ انکوائری رپورٹ میں کہا گیا کہ وادی میں موجود ان مدارس نے خود کو دہشت گردی سے دور رکھا ہے اور ان میں صرف مذہبی تعلیم پر توجہ دی جاتی ہے۔'' (میڈیا روپ اور بہروپ ص ۶۴)

بعض ایسے لوگ ہیں جو مسلم دشمنی کی تمام حدوں کو پار کر چکے ہیں۔ اور اپنی حقیقت پسندی کی بینائی کھو چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کو دنیا بھر میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً ہر حادثہ کے پیچھے مسلمانوں کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ اس نظریہ کی تردید پوری شدت اور ٹھوس دلائل کے ساتھ کرتے ہوئے ایک ہندو ریٹائرڈ سرکاری افسر بی۔ رمن اپنے ایک مضمون میں یوں لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں ۱۴ کروڑ مسلمان ہیں مگر ان کی بہت معمولی تعداد دہشت گردی میں ملوث ہے۔ اور وہ بھی مختلف اسباب اور مختلف شکایات کی بنا پر دہشت گرد بنے ہیں۔ ورنہ مسلمانوں کی اکثریت دیش بھگت اور ملکی قوانین کی سختی سے پابندیاں کرنے والی ہے۔

مسلمانوں نے اپنے غصے کو کبھی بھی حکومت یا ہندوؤں کے خلاف ابلنے کا موقع نہیں دیا۔ اگر جموں و کشمیر کو مستثنیٰ کر دیا جائے تو ۱۹۸۰ء میں دنیا کے الگ الگ ملکوں سے چھ ہزار مسلمان سوویت روس کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے افغانستان گئے تھے اور ان میں ایک بھی ہندوستانی مسلمان نہیں تھا۔ سیکڑوں مسلمان پاکستان کے مدارس میں جہاد کی ٹریننگ لے رہے ہیں اور ان میں ایک بھی ہندوستانی نہیں ہے۔ بن لادن کے آئی آئی ایف میں تیرہ ممبر تنظیمیں ہیں جن میں پانچ تنظیمیں پاکستان کی ہیں، مگر ایک بھی ہندوستانی تنظیم اس کی ممبر نہیں ہے۔ یہاں تک کہ کشمیر کی بھی کوئی تنظیم اس گروپ میں شامل نہیں ہے افغانستان پر امریکی حملے کے دوران بہت سے مسلمان جنگ لڑنے افغانستان گئے تھے مگر ان میں ایک بھی ہندوستانی مسلمان نہیں تھا۔

کیوبا کے گوانتاناموبے کے امریکی قید خانے، ڈیا گوگارشیا اور افغانستان کے بگرام میں واقع قیدیوں کے مراکز میں سیکڑوں مسلمان بند ہیں جن کی جانچ چل رہی ہے مگر ان میں ایک بھی ہندوستانی مسلمان نہیں ہے'' (میڈیا روپ اور بہروپ ص۶۲،۶۳)

اسی طرح ''کرکرے کا قاتل کون؟'' کے مصنف سابق آئی جی پولس مہاراشٹر ایس۔ ایس۔ ام مشرف ''کیا ہندوستانی مسلمان دہشت گرد ہیں؟'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''ہندوستان کی تاریخ میں مسلم دہشت گردی کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ البتہ برطانوی دور حکومت میں بیشک ہندوؤں کی طرح کچھ محب وطن مسلم انقلابیوں پر بھی، جنھوں نے ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی میں اور بعد میں گاندھی جی کی قیادت میں تحریک آزادی میں حصہ لیا، برطانوی حکومت نے دہشت گردی کا ٹھپہ لگایا تھا۔ ماضی قریب میں بیشک تین ایسے بڑے واقعات ہوئے ہیں جن میں چند مسلمان بھی ملوث تھے، یہ ہیں: ۱۹۹۳ء کے ممبئی سیریل بم بلاسٹ، ۱۹۹۸ء کے کوئمبٹور بم دھماکے اور ۲۰۰۱ء میں انڈین

ایرلائنس کے جہاز کا قندھار اغوا، ان تینوں میں صرف ہوائی جہاز اغوا معاملہ کو ہی ''دہشت گردی'' کہا جاسکتا ہے۔۱۹۹۳ء کے ممبئی بم دھماکے، بابری مسجد کے انہدام کے بعد رونما ہونے والے فسادات میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے ردعمل کے طور پر۔ایک مسلم جرائم پیشہ لوگ سنگھ پریوار کی مسلم دشمنانہ سرگرمیوں سے پیچ وتاب کھائے ہوئے تھے۔یہ دونوں ہی واقعات کتنے ہی شدید کیوں نہ ہوں یقیناً دہشت گردی کی کارروائی ہرگز نہیں تھے،مفروضہ ''مسلم دہشت گردی'' کا بھوت تو دراصل برہمنی ذہنیت اور آئی بی نے اس لئے کھڑا کیا تھا کہ اس کی آڑ میں حقیقی برہمنی دہشت گردی کے چہرے کو چھپایا جاسکے۔''

(کرکرے کا قاتل کون؟ص۶۲،۶۳)

یہ وہ حقائق ہیں جن کو مسلم اور غیر مسلم انصاف پسند دانشور تسلیم کرتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنے خیال اور اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں،اس کے باوجود اسلام دشمن اور دیش دروہی عناصر اسلام پر چھینٹا کشی سے باز نہیں آتے ہیں۔اور اپنے بغض وعناد کا اظہار مختلف پیرائے اور مختلف انداز میں موقع بموقع کرتے ہیں۔لیکن میڈیا ان کو زیادہ کوریج نہیں دیتا ہے۔ابھی حال ہی میں،فروری ۲۰۱۳ کی بات ہے کہ توگڑیا نے منافرانہ بھاشن دیا ہے مگر میڈیا نے اس کو نشر نہیں کیا صرف مہاراشٹر میں داخلہ پر پابندی کی بات بتا کر ختم کردی،اور بس۔

جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ کے ''دعوت اسلامی اور مدارس دینیہ'' کے سہ روزہ پروگرام میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد رابع حفظہ اللہ نے فرمایا کہ:

''مدارس دینیہ نے ہی لحہ بہ لحہ بدلتی اس دنیا میں ملت کو استقرار اور ثبات نصیب کرائے ہیں۔تاشقند اور بخارا میں ہم نے دیکھا کہ وہاں مدارسِ دینیہ کے بند کردینے کے نتیجے میں بس دنیا کا ایک موہوم اور گنجلک تصور ہی باقی ہے۔حالات بہت سنگین ہیں۔

ہماری کوششوں کو سبوتاژ کرنے کے لئے مخالف طاقتیں تمام وسائل کے ساتھ متحرک ہیں۔ ہم کو مخلصانہ جذبہ اور فکر مندی کے ساتھ کام کرنے اور باہم تعاون کرنے کی ضرورت ہے۔" (ڈبلوڈبلو انقلاب کم بتاریخ ۲۸/۲/۲۰۰۵ء)

یقیناً حالات بہت سنگین ہیں۔ نئی صلیبی جنگ (گلوبلائزیشن) پوری تیاری کے ساتھ میدان میں اتری ہے۔ ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے اپنے اداروں کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنی ہے۔ صلیب پرست صہیونی ہر وہ ہتھیار آزمائے گا جو اس کی اسلحہ ساز فیکٹری میں پایا جاتا ہے اور ہر وہ تیر آزمائے گا جو اس کے ترکش میں موجود ہے۔ اس لئے ہمیں ایمانی فراست، پورے اخلاص اور فکر مندی کے ساتھ اپنی جدو جہد جاری رکھنا ہے۔ بیدار مغزی کا ثبوت دینا ہے۔ ہمت و جرأت سے کام لینا ہوگا۔ کشکول گدائی سے اجتناب کرنا ہوگا۔ اقوام متحدہ، سلامتی کونسل، نیٹو، ہیومن رائٹس واچ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل جیسی صہیونی اور صلیبی تنظیموں کے سامنے دست سوال دراز کرنے اور اپنی مظلومیت کی داستان سنا کران سے تعاون و مدد مانگنے سے گریز کرنا ہوگا۔ اللہ پر مکمل ایمان اور توکل کرنا ہوگا۔ پھر اپنی قوتِ بازو کو داؤ پر لگانا ہوگا اور آزمانا ہوگا جیسا کہ ہمارے اسلاف نے کیا تھا۔

زورِ بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے
(شارب)

گلوبلائزیشن اور ہمارا موقف

گلوبلائزیشن اس صدی کا سلگتا ہوا موضوع ہے۔ بیسوی صدی کے اخیر اور اکیسویں صدی کے شروع کے ایام میں اس پر خوب گرما گرم بحثیں ہوچکی ہیں۔ اس کے مفید اور مضر تمام پہلوؤں پر خوب خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو اس کے داعی اور مناد ہیں وہ اپنی دلیلیں دیتے ہیں اور جو اس کے مخالف ہیں ان کے اپنے دلائل ہیں، اس طرح گلوبلائزیشن پر بحث کرتے ہوئے ہمارے نقاد، مفکرین اور علماء تین گروپوں میں بٹ گئے ہیں۔

(۱) ایک گروہ کی آنکھیں موجودہ گلوبلائزیشن کی چمک دمک سے خیرہ ہیں اور وہ لوگ اس کے سحر سے مسحور ہیں۔ اس کے پرجوش حامی اور داعی ہیں۔ بغیر کسی شرط، بندش اور قید کے گلوبلائزیشن کے ساتھ معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ گروہ وہ ہے جن کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

”غیر قوموں (یہود و نصاریٰ) کے طریقوں کی اتباع کریں گے تو ہو بہو انہیں کے نقش قدم پر چلیں گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ (یہود و نصاریٰ) گوہ کی سوراخ میں داخل ہوئے، تو یہ (مسلمان) بھی داخل ہوں گے۔ (بخاری ج ۱۳ کتاب الاعتصام ص ۲۵۵، مسلم کتاب العلم حدیث نمبر ۲۶۶۹) یہ گروہ بے راہ روی میں انتہا درجے کو پہنچا ہوا ہے اور مغرب کی ہر آواز پر لبیک کہتا ہے بقول حالی ع

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

(۲) دوسرا گروہ وہ ہے جو پہلے گروہ کے بالکل برعکس ہے۔ یہ گروہ ایسے نظام اور ایسے چیلنج کا سامنا کرنے سے گریز کرتا ہے، راہ فرار اختیار کرتا ہے اور عبادت گھروں میں

جا کر گوشہ نشین ہو جاتا ہے۔ اس گروہ کو دنیاوی سیاست اور اقتصاد وغیرہ سے کوئی سروکار اور نسبت نہیں ہے۔ یہ گروہ وہ ہے جو کسی نئے فتنے کا مقابلہ کرنے سے گھبراتا ہے۔ ہر پرانی روش کو دل سے لگاتا ہے اور ہر نئی چیز سے وحشت محسوس کرتا ہے اور بقول غالب کہتا ہے۔

ع وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں؟

(۳) تیسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو ان دونوں گروہ کے بین بین ہے اور اس گروہ کا موقف امت کے لئے عادلانہ موقف کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو اپنے دین میں نہایت سخت ہے، اپنے ماضی پر فخر کرتا ہے، اپنے اسلام کے عالمگیر ہونے پر ناز کرتا ہے۔ اپنی قدیم تہذیب وتمدن اور روایت وثقافت پر قانع ہے، اس کے ساتھ ہی آنے والے ہر چیلنج کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے۔ اس سے کسی بھی قسم کا خوف یا وحشت محسوس نہیں کرتا ہے بلکہ وسیع تر دنیا میں زندگی بسر کرتا ہے۔ ہر نئی چیز سے متمتع ہوتا ہے اور ہر اس نئی چیز کو قبول کرتا ہے جو اس کے دین و مذہب سے متصادم نہیں ہے۔ اس کی تہذیب و روایت کے منافی نہیں ہے۔ اور ہر اس چیز کو ٹھکرا دیتا ہے جو اس کے دین کے راستے میں رکاوٹ بنے اور روڑا اٹکائے۔ وہ کچھ لو اور کچھ دو کے فارمولے پر عمل کرتا ہے اور افراط وتفریط سے دور رہتا ہے۔

ہمارا موقف:

دنیا کا نظام جس طرح چل رہا ہے اور اہل مغرب خاص کر امریکہ نے جس طرح دنیا کی قیادت کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے یہ ایک حقیقت ہے چاہے ہم اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں اس سے فرار کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ہم اس کا پر جوش استقبال کریں اور اس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں۔ تو پھر بیچ کا راستہ کون سا ہے؟ یہی نا؟ کہ ہم اس نئے استعمار سے ہوشیار ہو جائیں۔ اس نئی سامراجیت کو قبول کرنے سے انکار کر دیں۔ ہم اپنے آپ کو بیدار کر لیں اور مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں۔ تیسری دنیا کے

تمام ممالک خواہ افریقی ہوں یا ایشیائی، دولت مشترکہ سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی اور تنظیم سے اور دنیا میں جہاں بھی کمزور اور ناتواں بستے ہیں تمام حرکت میں آجائیں اور اس نئی یلغار اور نئے طوفان سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کریں اور کوشش کریں۔ گلوبلائزیشن کے خلاف اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔ ہر ملک کے عوام اٹھ کھڑے ہوں۔ اپنی تہذیب، روایت واقدار، اپنے افکار وخیالات، اپنے عقائد ورجحانات کی حفاظت کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں اور گلوبلائزیشن کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں۔ (المسلمون والعولمة ص ۱۳۱، ۱۳۴)

مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر
(اقبالؔ)

☆☆☆

انسانیت کے لئے راہِ نجات

اللہ نے بخشی ہے جہانگیری اب ان کو
کہتے ہوئے سب آئے جنہیں امن کے دشمن
(جلیل ساز)

۲۱ ویں صدی کا گلوبلائزیشن (عالمگیریت) ایک ایسا ''فکر شریر'' اور شجر خبیث ہے جس نے استعماریت اور سامراجیت کے ایسے تلخ اور کڑوے پھل دیئے ہیں کہ دنیا نے آج تک اس قدر خطرناک، مضرت رساں اور بدترین عالمگیریت نہیں دیکھی ہے۔ پوری دنیا اور خاص کر عالمِ اسلام کے ثروات وخیرات اور مال و دولت کو بالجبر لوٹا جائے اور اگر کوئی ملک مزاحمت کرے تو اس کو دھمکیاں دی جائیں۔ اقتصادی ناکہ بندیاں کی جائیں۔ اور وقت پڑنے پر اس کے خلاف مختلف حیلے بہانے بنا کر فوجی کارروائیاں کی جائیں۔ افغانستان اور عراق اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

ویسے تو اس کھیل کا آغاز پہلی خلیجی جنگ (۱۹۹۱ء) سے ہی ہو چکا تھا، مگر اس میں تیزی ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد آئی۔ چونکہ مغربی یہودی دانشوروں نے ایک مفروضہ قائم کر کے مغربی سیاست دانوں خاص کر امریکیوں کو یہ باور کرانے میں کامیابی حاصل کر لی کہ آنے والی صدی ''تہذیبوں کے ٹکراؤ'' کی صدی ہوگی اور روس کے بکھراؤ اور ٹوٹ پھوٹ کے بعد اسلام کے بارے میں ان کا پرانا بغض وعناد ابھر کر سامنے آ گیا کہ اب مغربی تہذیب کا ٹکراؤ اسلامی تہذیب کے ساتھ ہونے والا ہے۔ اس لئے امریکیوں نے اپنی تمام تر ثقافتی، اقتصادی اور عسکری توجہ عالم اسلام کی طرف مرکوز کر دی۔ اور للچائی ہوئی نظریں خاص کر خلیجی ممالک پر مرتکز ہو کر رہ گئی ہیں۔ اور اب ہر وہ چیز جو اسلام کے خلاف ہے، اسلامی تہذیب و ثقافت کے منافی ہے، گلوبلائزیشن کے ذریعہ عالم اسلام پر تھوپ

دینے کی سازش رچی جارہی ہے۔ تاکہ اسلام کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جاسکے اور سرمایہ داری کو ہر قسم کے حملوں سے محفوظ کیا جاسکے، ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (الصف:٨/٦١)

آج سے تقریباً پچپن برس قبل عالمِ اسلام کے مشہور ادیب اور بے باک صاحب قلم سید قطبؒ اپنی کتاب ''السلام العالمی والاسلام'' [1] میں امریکہ پر تبصرہ کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

''ہر وہ شخص جو امریکی صحافت کا گہرا مطالعہ کرتا ہے، نشر و اشاعت کے دیگر ذرائع اور سنیما وغیرہ پر گہری نظر ڈالتا ہے حتی کہ یونیورسٹیوں، درسگاہوں کے اندر بھی، تو وہ واضح طور پر یہ نتیجہ اخذ کرلیتا ہے کہ یہ ایک ایسی قوم ہے جو جنگ کی تیاری کررہی ہے یعنی بالکل ایک قریبی جنگ کی تیاری، وہ رائے عامہ کو ہر طرح سے مکمل طور پر تیار کررہی ہے۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ ان تمام تیاریوں اور ساری جدوجہد میں جو کچھ خرچ ہورہا ہے اگر یہ کھلی حماقت نہیں تو ایک کھلی اور مکمل جنگ ضرور ہے۔ اور وہ بھی بہت قریب، پس آج امریکی نقطۂ نظر سے جنگ قومی زندگی کی ایک ضرورت بن چکی ہے۔'' [2]

سید قطبؒ اپنی بین الاقوامی سیاسی بصیرت کا بھرپور ثبوت دیتے ہوئے تیسری بڑی جنگ اور عالم اسلام کے مستقبل کے تعلق سے اپنی کتاب میں آگے چل کر یوں لکھتے ہیں:

''اگر تیسری جنگ ہوئی تو اصلی معرکہ کا میدان جنگ دونوں بلاکوں [3] کی سرزمین سے باہر ہوگا۔ یہ جنگ ترکی، ایران، شام، مصر، شمالی افریقہ، پاکستان اور افغانستان میں

---

[1] اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا تھا۔

[2] امن عالم اور اسلام ص ۲۲۱۔۲۲۵ جنگ خلیج اول ۱۹۹۱ء سے پہلے امریکہ ۱۹۵۰ء سے اب تک کئی جنگیں لڑ چکا ہے۔ مثلاً جنگ کوریا، جنگ ویتنام، یوگوسلاویہ، صومالیہ اور بوسنیا کی جنگیں وغیرہ اس کے بعد افغانستان اور عراق کے خلاف جو جنگیں لڑی گئی ہیں سب کے سامنے ہیں۔

[3] دونوں بلاکوں سے امریکہ اور روس مراد ہیں البتہ اب روسی بلاک ٹوٹ چکا ہے۔ اور سرمایہ داروں کا بلاک امریکہ ہی باقی رہ گیا ہے۔ ان شاء اللہ عنقریب یہ بھی ٹوٹ جائے گا۔

لڑی جائے گی۔ عبادان اور ظہران کے پٹرول کے ایرانی وعربی چشمے اس کا میدان ہوں گے، وہ ہمارے وسائل کو تباہ کرے گی۔ ہماری زندگی کو برباد کرے گی۔ اور ہماری سرزمین کو برباد اور تباہ حال کھنڈروں میں تبدیل کرے گی، چاہے یہ بلاک فتح پائے یا وہ، بہر حال معرکہ سے ہم ٹکڑے ٹکڑے اور ایندھن بن کر نکلیں گے، اس طرح نہیں جس طرح کہ پچھلی جنگ میں یورپ نکلا تھا بلکہ اس طرح جس طرح کہ اس سے پہلے کوئی قوم کسی جنگ سے نہیں نکلی۔ جب ہیروشیما ایک چھوٹے سے ایٹم بم کی وجہ سے ضرب المثل بن کر رہ گیا ہے تو ہم ایٹم بموں کے تجربوں کے لئے چھوٹے چھوٹے چوہے بن جائیں گے۔ ہم پر ہائیڈروجن بم، موت کی حملہ آور گیس اور موت کی بے ہوش کن شعاعیں، تباہ کن جراثیمی جنگ اور ہر وہ ہتھیار آزمایا جائے گا جو مغربی مجرم ضمیر کی دنیا میں کافر ذہن سے برآمد ہوا ہے۔'' (امن عالم اور اسلام ص ۲۳۴)

آج سے پچیس برس قبل کا یہ بصیرت افروز سیاسی تجزیہ عالم اسلام پر آج حرف بحرف صادق آرہا ہے۔ مسلم دنیا بلکہ پوری دنیا میں کوئی مائی کا لال ہے جو ان ایمانی بصیرتوں اور سیاسی تجزیوں کو غلط ثابت کردے، آخر افغانستان اور عراق میں کون سا ہتھیار ہے جو آزمایا نہیں گیا؟ شام، ایران اور پاکستان ہٹ لسٹ پر ہیں۔

ع

کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد؟

(غالبؔ)

ان خطرناک عزائم رکھنے کے باوجود امریکی سرمایہ داروں اور گلوبلائزیشن کے پرستاروں کا اصرار ہے کہ دنیا کے مسائل کا حل ان کے پاس ہے۔ اور وہی ہیں جو دنیا میں امن وامان قائم کرسکتے ہیں۔ حالانکہ ان کے تمام تر پروگرام تعصب اور عدمِ رواداری کے آئینہ دار ہیں۔ ان کے پروگراموں میں کھلی ہوئی عصبیتیں اور واضح امتیازات پائے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں ہر جگہ انتشار اور خلفشار برپا ہے۔ اس لئے کہ مغربی سرمایہ دار کبھی بھی اپنے مفاد سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں اور دوسروں کو ان

کے حقوق دینے کے لئے کھلا ہوا ذہن نہیں رکھتے ہیں۔ اس لئے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کا ازسر نو مطالعہ کیا جائے۔ اس کے بتائے ہوئے بین الاقوامی قوانین پر ریسرچ کیا جائے۔ بین الاقوامی سرحدوں کے متعلق اسلام کے اصولوں کو کسوٹی پر پرکھا جائے، ہمسائیگی اور پڑوسیوں کے متعلق جو بھی ہدایات اسلام نے دی ہیں ان پر عمل کیا جائے۔ مسلم اور غیر مسلم کے جو حقوق اس نے متعین کردیئے ہیں ان کو اپنی زندگیوں میں برتا جائے۔ مذہب وعقیدہ کی جو آزادی اسلام نے دی ہے اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جائے۔ اور خاص کر لا اکراہ فی الدین کا جو فلسفۂ حیات اس نے دیا ہے اس پر غور وفکر کی عمارت کھڑی کی جائے۔ غرض کہ اگر دنیا میں امن وامان ہم چاہتے ہیں تو تعصب کا آئینہ اتار کر اور حقیقی معنوں میں روادار بن کر اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ کرنا پڑے گا اور پھر اس کو زندگی کے ہر شعبہ میں لاگو کرنا پڑے گا۔ دنیا کے جملہ مسائل کا حل صرف اسلام میں ہے۔ اس لئے کہ اسلام کا تعلق کسی ایک قوم سے نہیں ہے، اس کو کسی ایک قوم سے لگاؤ ودلچسپی اور کسی دوسری قوم سے عداوت ودشمنی نہیں ہے۔ وہ تمام انسانوں کو ایک ہی ماں باپ کی اولاد بتاتا ہے اور تمام انسانوں کی فلاح و بہبود چاہتا ہے اس کا دامن تنگ نہیں، وہ ایک وسیع نظریہ رکھتا ہے اور تمام انسانوں کے لئے اپنے دامن میں صلح و آشتی کا پیغام رکھتا ہے۔

دنیا فاشزم (فسطائیت) کی ستم رانیاں دیکھ چکی ہے۔ جہاں صلح، سلامتی اور امن مفقود تھے' جہاں قانون، اخلاق، عدل وانصاف بے معنی تھے، جہاں نظم ونسق اور اتفاق و اتحاد کے بجائے نفاق وشقاق اور افتراق واختلاف کی حکمرانی تھی، اشتراکیت کو دنیا نے آزمایا اور رد کردیا۔ جہاں صرف داروگیر اور سفاکیت کی حکمرانی تھی' امپریلزم اور سرمایہ داری کو بھی دنیا آزما چکی ہے اور کر رہی ہے۔ مغربی اور امریکی جمہوریت دنیا کے لئے ایک لعنت بنی ہوئی ہے اور اس کے زیر سایہ انسانیت سسک رہی ہے، تڑپ رہی ہے۔

سرمایہ داروں کی معاشی لوٹ کھسوٹ، سامراجی نمائندوں کے سیاسی ظلم وستم، فسطائی آمروں کے جابرانہ، قاہرانہ اور ظالمانہ افعال اور اشتراکی انقلاب انگیزیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان سب کا وجود ظلم کے بطن اور جور وستم کی ماں کی کوکھ سے ہوا ہے۔ اس لئے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کو ایک بار پھر آزمایا جائے۔ اسلام اپنے اندر انسانیت کے لئے ایک گلوبل اور عالمگیر پیغام رکھتا ہے۔ اس پر ایمان لانے والے اللہ کے سچے پرستار، انسانیت کے خیر خواہ اور سچے خادم ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کو شکارگاہ نہیں سمجھتے ہیں کہ مکروفریب کے جال میں کمزور قوموں کو پھنسا کر اپنا لقمۂ تر بناتے رہیں۔ ان کے دل ودماغ سامراجیت اور استعماریت کے جذبات اور خواہشات سے پاک ہوتے ہیں۔ وہ کمزور اور ناتواں قوموں کی دولت کو لوٹنے اور سمیٹنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کی مدد کرتے ہیں اور وہ ہمیشہ اس بات کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ اسلام کے پاکیزہ اصولوں کو نہایت نرمی، بردباری، شرافت اور عدل کے ساتھ دنیا کی مختلف قوموں میں پھیلائیں۔ وہ انسانیت کو ظلم کی ہر شکل سے نجات دلانے کی پیہم کوشش کرتے ہیں ان کی جدوجہد کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں اللہ کی وحدانیت کا ڈنکا بجے، عدل وانصاف، سچائی، صداقت و شرافت، امانت ودیانت اور اخلاق عالیہ وکریمانہ کا دور دورہ ہو۔ مکروفریب، ظلم وزیادتی بے حیائی وفحاشی، جہالت ورذالت اور دست درازی دنیا سے ناپید ونابود ہو۔ تاکہ انسان امن وچین کی زندگی بسر کرسکے۔ مسٹر گب اپنی کتاب ''جہاں کہیں اسلام ہوتا ہے'' میں لکھتے ہیں:

''اسلام ہمیشہ اس چیز پر قادر رہا ہے کہ انسانیت کی ایک بہت ہی عظیم خدمت انجام دے۔ اس کے سوا دنیا میں کوئی ایسی تنظیم نہیں جو انسانوں کی مختلف اقسام واجناس کو ایک ہی دائرے میں جمع کرنے میں اتنی واضح کامیابی حاصل کرسکی ہو۔ اس اجتماع کی بنیاد صرف مساوات ہے۔ افریقہ، ہندوپاک اور انڈونیشیا میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد

چین میں ان کی تھوڑی سی تعداد اور جاپان میں معمولی سی تعداد اس حقیقت کو واضح کر دیتی ہے کہ اسلام کے اندر ہمیشہ ان مختلف اجناس وطبقات کو جوڑنے اور ان سب پر چھا جانے کی پوری طاقت رہی ہے۔ جب بھی مشرق و مغرب کی عظیم سلطنتوں کے تصادم اور اختلاف کا موضوع زیر بحث ہو۔ اختلاف کے ختم کرنے کے لئے اسلام کی طرف متوجہ ہونا ناگزیر ہوگا۔'' (امن عالم اور اسلام ص ۲۰۰)

اب ہم ان حقائق کی روشنی میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ امریکی گلوبلائزیشن کے تمام تر دعوے باطل اور انسانیت کے لئے قاتل ہیں۔ مزید اس کے ثبوت میں ہم اپنے وزیر اعظم جناب ڈاکٹر منموہن سنگھ کی وہ تقریر بھی پیش کر سکتے ہیں جو ۲۹/جنوری ۲۰۰۵ء کو انہوں نے نئی دہلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ یونیورسٹی کے مراکز برائے مشرق وسطیٰ مطالعات کا افتتاح کرتے ہوئے کی۔ انہوں نے کہا:

''ہندوستان میں کئی فرقوں کا نمائندہ جمہوری نظام کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے جو تہذیبوں کے ٹکراؤ کے نظریے کو رد کرنے کی جیتی جاگتی مثال ہے۔ اگر ہم حقیقی معنوں میں دنیا کو کوئی پیغام دے سکتے ہیں تو وہ نہ امیری ہے نہ غریبی، بلکہ مذہبی، کثیر ثقافتی اور کثیر نسلی جمہوریت ہے۔ جو تہذیبوں کے تصادم کے نظریہ کو رد کرنے کی زندہ جاوید مثال ہے۔ میں اکثر اس کا مشترکہ تہذیبوں کی حیثیت سے ذکر کرتا رہتا ہوں۔

''وزیر اعظم نے کہا کہ بعض دفعہ ہمیں اپنے آپ کو یہ یاد دلانے کی ضرورت رہتی ہے کہ متعدد خامیوں کے باوجود ہم ضبط وتحمل کی تاریخی اور تہذیبی روایت کے امین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ مشترکہ اور متنوع قدریں مشرق وسطیٰ کے ملکوں کے ساتھ مسلسل رابطوں سے مالا مال ہوئیں۔'' (انقلاب ص ۲۹/۱/۲۰۰۵ www.inquilab.com)

اب اگر دنیا کو راحت، چین اور سکون چاہیے تو اس کو صرف اسلام کے زیر سایہ ہی مل سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات ہر قسم کے تعصب اور امتیاز سے پاک ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ

نے انسانیت کو جو آخری پیغام دیا اس کے الفاظ یہ تھے۔

لوگو! خبردار ہو جاؤ۔

تمہارا رب ایک ہے تم سب آدم کی اولاد ہو، کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی برتری اور فضیلت حاصل نہیں۔ مگر تقویٰ کے اعتبار سے۔'' (مسند احمد بن حنبل ج۵ ص۴۱۱ حدیث نمبر ۲۳۸۸۵)

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

(اقبال)

و آخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمین، و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ و سلم.

☆☆☆

مراجع ومصادر

۱-قرآن کریم		
۲-ترجمان القرآن جلد ۱، ۲	ابوالکلام آزادؒ	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۳-تفہیم القرآن جلد ۵	ابوالاعلیٰ مودودیؒ	ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۸۸
۴-ضیاء القرآن جلد ۳، ۵	محمد کرم از ہری	ضیاء القرآن، لاہور ۱۹۹۰
۵-قصص القرآن ۲	محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	مکتبہ قاسمیہ اردو بازار۔ لاہور
۶-صحیح بخاری	محمد اسماعیل بخاری	دار ابي حیان، قاہرہ ۱۹۹۶
۷-صحیح مسلم	مسلم بن حجاجؒ	دار ابي حیان، قاہرہ ۱۹۹۵
۸-موطا امام مالک	مالک بن انس	دار المعرفة، بیروت ۱۹۹۸
۹-مسند احمد بن حنبل	احمد بن حنبلؒ	بیت الافکار الدولية، ریاض ۱۹۹۸
۱۰-عون المعبود شرح سنن ابی داؤد	شمس الحق عظیم آبادی	دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰
۱۱-ادارة العولمة	لورج	المكتبة الاكاديمية، قاہرہ
۱۲-حقيقة العولمة	ہیثم حافظ	دار الحافظ دمشق
۱۳-المسلمون والعولمة	ڈا/ یوسف القرضاوی	یور سعید، قاہرہ
۱۴-عولمة أم أمركة	حسن قطامش	مكتبة الطيب، قاہرہ
۱۵-قضايا في الفكر المعاصر	ڈا/ محمد عابد جابری	مرکز الدراسات بیروت
۱۶-العولمة أم عالمية الشريعة الاسلامية	ڈا/ محمد عمر الحاجی	دار المكتبي دمشق ۲۰۰۲
۱۷-هؤلاء فجروا امريكا	ڈا/ عیسی	دار المكتبي دمشق ۲۰۰۲
۱۸-حقيقة الجات	ڈا/ عمر الحاجی	دار المكتبي دمشق ۲۰۰۲

۱۹-المتغیر ات الدولية	فتحی یکن	مؤسسة الرسالة بیروت ۱۹۹۵
۲۰-الوحدة الاسلامية	انورالجندی	دارالصحوة قاہرہ ۱۹۹۴
۲۱- المسلمون والنظام العالمي الجديد	عبداللہ فہد	مرکز الملک فیصل، ریاض
۲۲-جند اللہ ثقافة واخلاقا	سعید حوی	دارالسلام، قاہرہ ۱۹۹۸
۲۳-العالمي الاسلامي	محمود شاکر	المکتب الاسلامی، بیروت
۲۴-حاضر العالم الاسلامی وقضایاه المعاصرة	ڈ/جمیل المصری	مکتبة العبیکان، ریاض
۲۵-الأمم المتحدة في ربع قرن	کلارک	دارالآفاق، بیروت
۲۶-الأمم المتحدة والمنظمات الاقليمية	محمد سعید دقاق	المعارف، مصر
۲۷-التنظیم فی التنظیم الدولی	ڈ/محمد طلعت الغنیمی	المعارف، مصر
۲۸-ذاكرة القرن العشرين	ڈ/احمد کنعان	دارالنفائس، مصر
۲۹-التيارات الوافدة	انورالجندی	مصر
۳۰-المضربات التي وجهت	انورالجندی	دارالاعتصام، مصر
۳۱-منظمة التجارة العالمية واقتصاديات الدول النامية	عبدالناصر نزدل	دارصفا للنشر، عمان
۳۲-الجات والتبعية الثقافيه	ڈ/مصطفی عبدالغنی	مصر
۳۳-التنصير خطة لغزو العالم الاسلامي		دارالحرمین، قاہرہ ۱۹۹۴
۳۴-الموسوعة الميسرة	الندوة العالمية للشباب	ریاض
۳۵-صدام الحضارات	مترجم ڈ/مالک عبید	دار جماہیریہ لیبیا ۱۹۹۹
۳۶-الحرب الامريكية على افغانستان والعالم الاسلامي	عایدہ العلی	دارالهادی بیروت ۲۰۰۲
۳۷-صحوة الرجل المريض	موفق بنی المرجة	صقر الخلیج الکویت

۳۸-العرب والعولمة	اسامہ امین الخولی	بیروت
۳۹-سیرۃ النبی جلد ا	علامہ شبلی نعمانی	مکتبہ حسنات، دہلی
۴۰-رحمۃ للعالمین جلد ا۔۳	قاضی سلیمان منصوری پوری	غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۴۱-الرحیق المختوم	صفی الرحمٰن مبارکپوری	مکتبہ سلفیہ، لاہور ۱۹۹۵
۴۲-انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام	عبدالحمید صدیقی	اسلامک پبلیشنگ، لاہور ۱۹۷۶
۴۳-اردو انسائیکلو پیڈیا	نگراں عبدالسلام	فیروز سنز، لاہور
۴۴-الجہاد فی الاسلام	ابوالاعلیٰ مودودی	مرکزی مکتبہ اسلامی، نئی دہلی
۴۵-عالم عربی کا المیہ	ابوالحسن علی ندوی	مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ
۴۶-اسلام اور جدید ذہن کے شبہات	محمد قطب	مرکز مکتبہ اسلامی، نئی دہلی ۱۹۹۰
۴۷-امن عالم اور اسلام	سید قطب	گلستان پبلیکیشنز، لاہور ۱۹۷۴
۴۸-تاریخ اسلام جلد۔۳	اکبر نجیب آبادی	نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۶
۴۹-خاتون اسلام	ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری	مکتبہ الفہیم، مئو
۵۰-حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب	ابوالحسن علی ندوی	مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ
امیدوں اور اندیشوں کے درمیان		
۵۱-امت اسلامیہ کا مستقبل خلیجی جنگ کے بعد	ابوالحسن علی ندوی	مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ
۵۲-مغربی میڈیا اور اس کے اثرات	نذر الحفیظ ندوی	معظم واعظم، لکھنؤ ۲۰۰۱
۵۳- بین الاقوامی تعلقات دو عالمگیر جنگوں کے مابین	محمد اعظم چودھری	طاہر سنز، کراچی ۱۹۸۳

۵۴- بین الاقوامی تعلقات نظریہ اور عمل	محمد اعظم چودھری	قمر کتاب گھر کراچی ۱۹۸۶
۵۵- عیسائی مشنریاں	ڈاکٹر ارشد امان اللہ	مرکز القرآن والسنۃ الہ آباد
۵۶- ابوالکلام احمد	شورش کاشمیری	
۵۷- عالم اسلام کی اخلاق صورت حال	اسرار عالم	نظام الدین، نئی دہلی
۵۸- رواداری اور مغرب؟	محمد صدیق شاہ بخاری	عالم و عرفان پبلشرز، لاہور
۵۹- بنیادی حقوق	محمد صلاح الدین	مرکز مکتبہ اسلامی، دہلی
۶۰- انسان کے بنیادی حقوق	ابوالاعلیٰ مودودی	مرکز مکتبہ اسلامی، دہلی
۶۱- اسلام اور رواداری	متین طارق	جامعہ نگر، نئی دہلی
۶۲- تشدد اور سیاسی کشمکش	ڈاکٹر عبدالحمید	مرکز مکتبہ اسلامی، دہلی
۶۳- دہشت پسندی اور اسلام	ڈاکٹر عبدالغنی	مرکز مکتبہ اسلامی، دہلی
۶۴- اسلام اور دہشت گردی	ڈاکٹر سید عبدالباری	مرکز مکتبہ اسلامی، دہلی
۶۵- دہشت گردی اور اسلامی تعلیمات	مفتی محمد مشتاق	مرکز مکتبہ اسلامی، دہلی
۶۶- روگ اسٹیٹ مترجم	ولیم بیلم	صبیح پبلشرز، لاہور
۶۷- چہرۂ نبوت قرآن کے آئینے میں	محمد حنیف ندوی/محمد اسحاق بھٹی	علم و عرفان پبلیشر، لاہور
۶۸- شب جائے کہ من بودم	شورش کاشمیری	ادارہ چٹان، لاہور
۶۹- یہودی پروٹوکولز	مترجم یحییٰ خان	فرید پبلیشرز، کراچی
۷۰- فتنۂ یہود	عنصر صابری	تخلیق مرکز، لاہور
۷۱- یورپ کے سیاسی مفکرین	ڈا/ہاشم قدوائی	قومی کونسل، نئی دہلی
۷۲- اسرائیل کی تعمیر میں اشتراکی ممالک کا کردار	ڈا/ابراہیم الشریفی	شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۱۹۷۹
۷۳- گجرات کے جلتے دن رات	اعظم شہاب	روزنامہ ہندوستان، ممبئی

۷۴-صہیونیت اور عالم اسلام	طارق اسماعیل	مکتبہ قریش، لاہور
۷۵-مسلم دنیا	الیاس ندوی	مکتبہ حسنات، دہلی
۷۶-بین الاقوامی واسلامی جغرافیہ	الیاس ندوی	مکتبہ حسنات، دہلی
۷۷-امن کس طرح قائم ہوسکتا ہے؟	حبیب اللہ	مرکز مکتبہ اسلامی، دہلی
۷۸-انسان اور اس کے مسائل	جلال الدین عمری	مرکز مکتبہ اسلامی، دہلی
۷۹-یورپ پر اسلام کے احسان		
۸۰-اقوام متحدہ ایک بین الاقوامی سازش		
۸۱-ہوئے تم دوست جس کے	ڈاکٹر حقی حق	شفیق بک سنٹر لاہور پاکستان
۸۲-کرکرے کا قاتل کون؟	ایس-ایم-مشرف	فاردس میڈیا جامعہ نگر نئی دہلی
۸۳-میڈیا روپ اور بہروپ	سہیل انجم	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی

صحف ومجلات

۸۴-الہلال	اگست ۱۹۱۴ء	کلکتہ
۸۵-الدعوۃ	ستمبر ۲۰۰۱ء	لاہور
۸۶ میثاق	فروری/مارچ ۱۹۹۵ء	لاہور
۸۷-التوعیۃ	ستمبر ۱۹۹۹	دہلی
۸۸-التوعیۃ	اگست ۱۹۹۰	دہلی
۸۹-التوعیۃ	جون ۱۹۹۲ء	دہلی
۹۰-شہادت	مئی ۲۰۰۱ء	اسلام آباد
۹۱-دعوت (سہ روزہ)	جولائی ۱۹۹۵ء	دہلی
۹۲-دعوت (سہ روزہ)	مارچ ۱۹۹۷ء	دہلی
۹۳-دعوت (سہ روزہ)	ستمبر ۱۹۹۸ء	دہلی

۹۴- دعوت (سہ روزہ)	نومبر ۲۰۰۱	دہلی
۹۵- انقلاب	۱۵/ جولائی ۲۰۰۱ء	ممبئی
۹۶- الاصالۃ	۱۵/ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ	اردن
۹۷- العالم الاسلامی	۱۵ صفر ۱۴۲۴ھ	مکۃ المکرمۃ
۹۸- الخلیج	۸/ صفر ۱۴۲۴ھ	امارات
۹۹- الخلیج	۹/ صفر ۱۴۲۴ھ	امارات
۱۰۰- الخلیج	۱۰/ صفر ۱۴۲۴ھ	امارات
۱۰۱- الخلیج	۱۴/ صفر ۱۴۲۴ھ	امارات
۱۰۲- اردو نیوز	۵/ صفر ۱۴۲۴ھ	جدہ
۱۰۳- اردو نیوز	۷/ صفر ۱۴۲۴ھ	جدہ
۱۰۴- اردو نیوز	۱۴/۱۲/۲۰۰۱ء	جدہ
۱۰۵- اردو نشریات	بی بی سی لندن	لندن
۱۰۶- اردو ایکسپریس (ہفت روزہ)	۱/۲/۲۰۰۳ء	متحدہ امارات
۱۰۷- السراج	مارچ ۲۰۰۲ء	نیپال
۱۰۸- الاصلاح	۱۷ دسمبر ۱۹۹۷ء	متحدہ عرب امارات
۱۰۹- لبیان	جولائی ۲۰۰۳ء	لندن
۱۱۰- تعمیر حیات	۲۵/ فروری ۲۰۰۳	لکھنؤ
۱۱۱- تعمیر حیات	۲۵/ نومبر تا ۱۰/ دسمبر ۲۰۰۳	لکھنؤ
۱۱۲- الفرقان	نومبر/ دسمبر ۱۹۹۴	لکھنؤ
۱۱۳- الاصلاح	۱۷ دسمبر ۱۹۹۲	متحدہ عرب امارات
۱۱۴- ترجمان القرآن	اپریل ۲۰۰۳ء	لاہور

١١٥-ترجمان القرآن	ستمبر٢٠٠٤ء	لاہور
١١٦-نقوش رسول نمبر جلد٣/٤/٥/٩	لاہور	
	نشریات	
١١٧-بی بی سی لندن		لندن
١١٨-سہارا ٹی وی		دہلی/لکھنؤ
١١٩-بی بی سی اردو آن لائن		لندن
١٢٠-ڈبلوڈبلوڈبلو، انقلاب۔کم		ممبئی
١٢١۔اسٹار نیوز دہلی		دہلی
١٢٢۔زی نیوز دہلی		دہلی

مکتبۃ الفہیم مئو کی جدید مطبوعات

MAY 2014

نام کتاب	مصنف	قیمت	تعداد
تفہیم الفرقان (لفظ لفظ و بامحاورہ ترجمہ قرآن)	حافظ عمران ایوب لاہوری	700/=	
صحیح ابن خزیمہ اردو ترجمہ مع فوائد و تشریح (۴ جلد)	تحقیق: محمد ناصر الدین البانی	2000/=	
مؤطا امام مالک محقق (عربی اردو)	حافظ عمران ایوب لاہوری	600/=	
القاموس الازہر (مجلد) اردو عربی	ڈاکٹر محمد زکریا ازہری	595/=	
فکر خوارج	ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی	600/=	
خواتین کا انسائیکلوپیڈیا	محمد عظیم حاصل پوری حفظہ اللہ	260/=	
خواتین کی ذمہ داریاں (نیکی کا حکم دینے برائی سے روکنے)	پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی	200/=	
جادو کا علاج (قرآن و حدیث کی روشنی میں)	شیخ وحید بن عبد السلام بالی	75/=	
گالی ایک سنگین جرم ایک خطرناک گناہ	عبد المنان راسخ	50/=	
امت اور شرک کا خطرہ	ابو الاسجد محمد صدیق رضا	75/=	
پردہ محافظ نسواں	شیخ بکر بن عبد اللہ ابو زید	80/=	
بچوں کی تربیت (قرآن و سنت کی روشنی میں)	مولانا محمد محمود حفظہ اللہ	65/=	
جہنم میں عورتوں کی کثرت کیوں؟	ڈاکٹر مصطفےٰ مراد	100/=	
عشرۂ ذوالحجہ عیدین قربانی عقیقہ اور نو مولود......	حافظ عمران ایوب لاہوری	60/=	
ہمیں حسین سے محبت کیوں ہے؟	تفضیل احمد ضیغم	65/=	
شرح اصول ایمان (اردو ترجمہ) (غازی عزیر مبارکپوری)	شیخ محمد بن صالح العثیمین	50/=	
فتنۂ دجال اور اس سے نجات کا راستہ	حافظ عمران ایوب لاہوری	75/=	
اسلام اور جدید میڈیکل سائنس	ڈاکٹر محمد شوکت شوکانی	80/=	
عہد تابعین کی جلیل القدر خواتین	احمد خلیل جمعہ۔ محمود احمد غضنفر	220/=	

اولاد کو بگڑنے سے کیسے بچائیں	تفضیل احمد ضیغم	45/=	
اسلام عورت اور یورپ	ابوسعد احسان الحق شہباز	70/=	
اسلامی مہینے اور بدعات مروجہ	تفضیل احمد ضیغم	70/=	
مومن عورتوں کی کرامات	شیخ امیر حمزہ حفظہ اللہ	80/=	
مشہور واقعات کی حقیقت	ابوعبدالرحمٰن الفوزی	90/=	
سیرت فاطمۃ الزہرا	مولانا عبدالمجید خادم سوہدری	70/=	
ریاکاری کی ہلاکتیں	شیخ سلیم بن عید الہلالی	50/=	
عصمت انبیاء	علامہ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ	50/=	
زنا کی سنگینی اور اس کے برے اثرات	پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی	220/=	
تنقیح الکلام فی تائید توضیح الکلام	شیخ ارشاد الحق اثری	270/=	
تفسیر القرآن الکریم پارہ ۲۹۔۳۰	شیخ عبدالسلام بن محمد	250/=	
مبشر صحابہ رضی اللہ عنہم	شیخ محمود احمد غضنفر حفظہ اللہ	300/=	
صحابیات الرسول گلشن رسالت کی مہکتی کلیاں	شیخ محمود احمد غضنفر	375/=	
گلشن رسالت کے تیس پھول	شیخ محمود احمد غضنفر	190/=	
جھگڑے کیوں ہوتے ہیں؟	تفضیل احمد ضیغم	70/=	
لعنتی کون؟	عبدالمنان راسخ	60/=	
قیاس ایک تقابلی مطالعہ	عمر سلیمان الاشقر	55/=	
اسلام اور جدید معیشت وتجارت	جسٹس تقی عثمانی	120/=	
تاریخ مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس	شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی	55/=	
یہ نہیں ہے شرک تو پھر شرک کس کا نام ہے	محمد اشفاق حسین	320/=	
برصغیر میں اہل حدیث کی آمد	محمد اسحاق بھٹی	200/=	
خواتین کے لئے انمول نصیحتیں	شیخ احمد جاد حفظہ اللہ	80/=	

اعلاء السنن کا ناقدانہ جائزہ (مجلد)	شیخ ارشاد الحق اثری	350/=	
اسلام اور خانقاہی نظام (مجلد)	ڈاکٹر امان اللہ بھٹی	260/=	
صحیح بخاری کا دفاع (مجلد)	حافظ زبیر علی زئی	220/=	
شمائل ترمذی (اردو ترجمہ، تحقیق و فوائد)	حافظ زبیر علی زئی	275/=	
نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم	حافظ زبیر علی زئی	50/=	
جزء رفع الیدین (امام بخاریؒ)	حافظ زبیر علی زئی	75/=	
اہل حدیث ایک صفاتی نام	حافظ زبیر علی زئی	80/=	
ایمان بالغیب حقیقت اور اقسام (مجلد)	علامہ ابتسام الٰہی ظہیر	130/=	
تیسیر مصطلح الحدیث (اردو)	شیخ محمود الطحان	100/=	
دعوت حق کے تقاضے	شیخ محمد یونس بٹ	100/=	
اطاعت رسول کی شرعی حیثیت	شیخ رفعت سالار فیضی	65/=	
نماز نبوی، طریقہ نماز مع دعا با تصویر (۴ کلر)	شیخ عبدالرحمٰن العمری	50/=	
مسئلہ رؤیت ہلال اور بارہ اسلامی مہینے (مجلد)	حافظ صلاح الدین یوسف	220/=	
ہدیۃ الوالدین (مجلد)	حافظ مبشر حسین لاہوری	160/=	
بدعات کا انسائیکلوپیڈیا (اردو ترجمہ) (مجلد)	محمد بن ناصر الدین البانی	650/=	
عقیدہ ایمان اور منہج اسلام (مجلد)	شیخ عبداللہ عبدالحمید الاثری	290/=	
دعوت دین کیسے دیں (مجلد)	پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی	160/=	
دعوت کون دے؟	پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی	60/=	
ارکان اسلام و ایمان (مجلد)	شیخ محمد بن جمیل زینو	170/=	
قرآنی احکام و مسائل (مجلد)	عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی	275/=	
احادیث بخاری و مسلم میں پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ	شیخ ارشاد الحق اثری	150/=	
شریعت کے چار بنیادی اصول	شیخ محمد بن عبدالوہابؒ	75/=	

منہج سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں

ہماری بعض اہم خوبصورت اور معیاری مطبوعات

Design by : Faheem graphics Mau
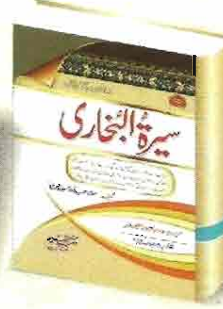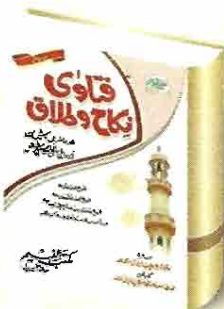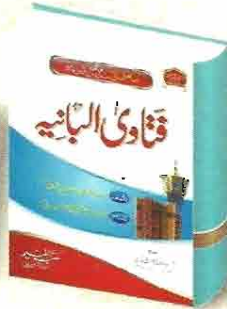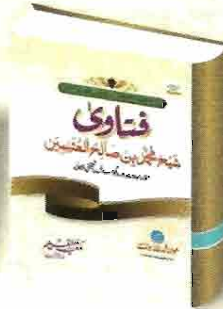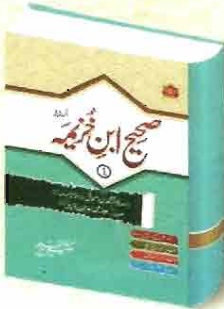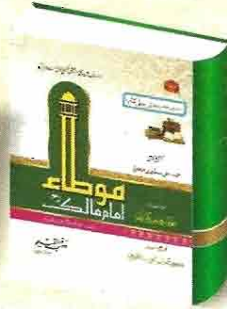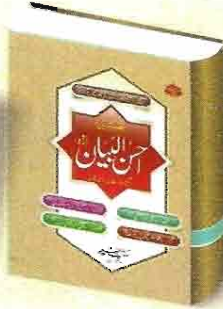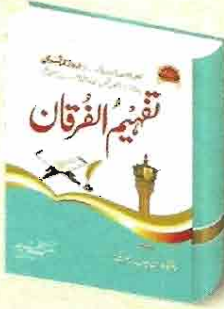
MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : faheembooks@gmail.com
Facebook : maktabaalfaheem

ISBN 81-92909-73-5
9 788192 909738

₹ 425/- ₹ 350/-
Library Edition